# کلماتِ طیّبات

(بیعت خلافت کے وقت پہلی تقریر)

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

# کلماتِ طیّبات

## حضرت مصلح موعود کی "بیعت خلافت" کے وقت پہلی تقریر

(مؤرخہ ۱۴- مارچ ۱۹۱۴ء)

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

### سنو!

دوستو! میرا یقین اور کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں- میرے پیارو! پھر میرا یقین ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں میرا یقین ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آسکتا جو آپ کی دی ہوئی شریعت میں سے ایک شوشہ بھی منسوخ کر سکے۔

میرے پیارو! میرا وہ محبوب آقا سید الانبیاءؐ ایسی عظیم الشان شان رکھتا ہے کہ ایک شخص اس کی غلامی میں داخل ہو کر کامل اتباع اور وفاداری کے بعد نبیوں کا رتبہ حاصل کر سکتا ہے- یہ سچ ہے کہ آنحضرت ﷺ ہی کی ایسی شان اور عزت ہے کہ آپؐ کی سچی غلامی میں نبی پیدا ہو سکتا ہے یہ میرا ایمان ہے اور پورے یقین سے کہتا ہوں-

پھر میرا یقین ہے کہ قرآن مجید وہ پیاری کتاب ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی ہے اور وہ خاتم الکتب اور خاتم شریعت ہے- پھر میرا یقین کامل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہی نبی تھے جس کی خبر مسلم میں ہے- اور وہی امام تھے جس کی خبر بخاری میں ہے- میں پھر کہتا ہوں کہ شریعتِ

اسلامی سے کوئی حصہ اب منسوخ نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال کی اقتداء کرو۔ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں اور کامل تربیت کا نمونہ تھے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد دوسرا اجماع جو ہُوا وہ وہی خلافت حقہ راشدہ کا سلسلہ ہے۔ خوب غور سے دیکھ لو اور تاریخ اسلام میں پڑھ لو کہ جو ترقی اسلام کی خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوئی جب وہ خلافت محض حکومت کے رنگ میں تبدیل ہو گئی تو گھٹتی گئی۔ یہاں تک کہ اب جو اسلام اور اہل اسلام کی حالت ہے تم دیکھتے ہو۔ تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی منہاج نبوۃ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ کے وعدوں کے موافق بھیجا اور ان کی وفات کے بعد پھر وہی سلسلہ خلافت راشدہ کا چلا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب (ان کا درجہ اعلیٰ علّیین میں ہو۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں کروڑ رحمتیں اور برکتیں ان پر نازل کرے جس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت ان کے دل میں بھری ہوئی اور ان کے رگ وریشہ میں جاری تھی جنت میں بھی اللہ تعالیٰ انھیں پاک وجودوں اور پیاروں کے قرب میں آپ کو اکٹھا کرے) اس سلسلہ کے پہلے خلیفہ تھے۔ اور ہم سب نے اسی عقیدہ کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ پس جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اسلام مادی اور روحانی طور پر ترقی کرتا رہے گا۔ اس وقت جو تم نے پکار پکار کر کہا ہے کہ میں اس بوجھ کو اٹھاؤں اور تم نے بیعت کے ذریعہ اظہار کیا ہے میں نے مناسب سمجھا کہ میں تمہارے آگے اپنے عقیدہ کا اظہار کروں۔

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں ایک خوف ہے اور اپنے وجود کو بہت ہی کمزور پاتا ہوں حدیث میں آیا ہے کہ تم اپنے غلام کو وہ کام مت بتاؤ جو وہ کر نہیں سکتا۔ تم نے مجھے اس وقت غلام بنانا چاہا ہے تو وہ کام مجھے نہ بتانا جو میں نہ کر سکوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں کمزور اور گنہگار ہوں میں کس طرح دعویٰ کر سکتا ہوں کہ دنیا کی ہدایت کر سکوں گا اور حق اور راستی کو پھیلا سکوں گا۔ ہم تھوڑے ہیں اور اسلام کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم اور غریب نوازی پر ہماری امیدیں بے انتہاء ہیں۔ تم نے یہ بوجھ مجھ پر رکھا ہے تو سنو اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے میری مدد کرو اور وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے فضل اور توفیق چاہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور فرمانبرداری میں میری اطاعت کرو۔

میں انسان ہوں اور کمزور انسان مجھ سے کمزوریاں ہوں گی تو تم چشم پوشی کرنا۔ تم سے غلطیاں ہوں گی میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر عہد کرتا ہوں کہ میں چشم پوشی اور درگزر کروں گا اور میرا

اور تمہارا متحد کام اس سلسلہ کی ترقی اور اس سلسلہ کی غرض وغایت کو عملی رنگ میں پورا کرنا ہے۔ پس اب جو تم نے میرے ساتھ ایک تعلق پیدا کیا ہے اس کو وفاداری سے پورا کرو۔ تم مجھ سے اور میں تم سے چشم پوشی خدا کے فضل سے کرتا رہوں گا۔ تمہیں امربالمعروف میں میری اطاعت اور فرمانبرداری کرنی ہوگی۔ اگر نعوذباللہ کہوں کہ خدا ایک نہیں تو اسی خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں ہم سب کی جان ہے جو وحدہٗ لا شریک اور لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (الشوریٰ: ۱۲) ہے کہ میری ایسی بات ہرگز نہ ماننا۔

اگر میں تمہیں نَعُوْذُ بِاللّٰہِ نبوت کا کوئی نقص بتاؤں تو مت مانیو۔ اگر قرآن کریم کا کوئی نقص بتاؤں تو پھر خدا کی قسم دیتا ہوں مت مانیو۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جو خدا تعالیٰ سے وحی پاکر تعلیم دی ہے اس کے خلاف کہوں تو ہرگز ہرگز نہ ماننا۔ ہاں مَیں پھر کہتا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ امر معروف میں میری خلاف ورزی نہ کرنا۔ اگر اطاعت اور فرمانبرداری سے کام لوگے اور اس عہد کو مضبوط کرو گے تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا فضل ہماری دستگیری کریگا۔

## ہماری متحد دعائیں کامیاب ہوں گی

اور میں اپنے مولیٰ کریم پر بہت بڑا بھروسہ رکھتا ہوں مجھے یقین کامل ہے کہ میری نصرت ہوگی۔ پرسوں جمعہ کے روز میں نے ایک خواب سنایا تھا کہ میں بیمار ہوگیا اور مجھے ران میں درد محسوس ہوا۔ اور میں نے سمجھا کہ شاید طاعون ہونے لگا تب میں نے اپنا دروازہ بند کرلیا اور فکر کرنے لگا کہ یہ کیا ہونے لگا ہے۔ میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے وعدہ کیا تھا۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ (تذکرہ صفحہ ۴۲۷) یہ خدا کا وعدہ آپ کی زندگی میں پورا ہوا۔ شاید خدا کے مسیحؑ کے بعد یہ وعدہ نہ رہا ہو کیونکہ وہ پاک وجود ہمارے درمیان نہیں۔ اسی فکر میں میں کیا دیکھتا ہوں یہ خواب نہ تھا بیداری تھی میری آنکھیں کھلی تھیں میں درودیوار کو دیکھتا تھا کمرے کی چیزیں نظر آرہی تھیں میں نے اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ ایک سفید اور نہایت چمکتا ہوا نور ہے۔ نیچے سے آتا ہے اور اوپر چلا جاتا ہے نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہاء اس نور میں سے ایک ہاتھ نکلا جس میں ایک سفید چینی کے پیالہ میں دودھ تھا۔ جو مجھے پلایا گیا جس کے بعد معاً مجھے آرام ہوگیا اور کوئی تکلیف نہ رہی۔ اس قدر حصہ میں نے سنایا تھا۔ اس کا دوسرا حصہ اُس وقت میں نے نہیں سنایا اب سناتا ہوں وہ پیالہ جب مجھے پلایا گیا تو معاً میری زبان سے نکلا

"میری امت بھی کبھی گمراہ نہ ہوگی"

میری امت کوئی نہیں تم میرے بھائی ہو مگر اس نسبت سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت مسیح موعودؑ کو ہے یہ فقرے نکلے۔ جس کام کو مسیح موعودؑ نے جاری کیا اپنے موقعہ پر وہ امانت میرے سپرد ہوئی ہے۔ پس دعائیں کرو اور تعلقات بڑھاؤ اور قادیان آنے کی کوشش کرو اور بار بار آؤ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا اور بار بار سنا کہ جو یہاں بار بار نہیں آتا اندیشہ ہے کہ اس کے ایمان میں نقص ہو۔ اسلام کا پھیلانا ہمارا پہلا کام ہے مل کر کوشش کرو تاکہ اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور فضلوں کی بارش ہو۔ میں پھر تمہیں کہتا ہوں پھر کہتا ہوں اور پھر کہتا ہوں اب جو تم نے بیعت کی ہے اور میرے ساتھ ایک تعلق حضرت مسیح موعودؑ کے بعد قائم کیا ہے اس تعلق میں وفاداری کا نمونہ دکھاؤ اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھو میں ضرور تمہیں یاد رکھوں گا۔ ہاں یاد رکھتا بھی رہا ہوں۔ کوئی دعا میں نے آج تک ایسی نہیں کی جس میں مَیں نے سلسلہ کے افراد کے لئے دعا نہ کی ہو مگر اب آگے سے بھی بہت زیادہ یاد رکھوں گا۔ مجھے کبھی پہلے بھی دعا کے لئے کوئی ایسا جوش نہیں آیا جس میں احمدی قوم کے لئے دعا نہ کی ہو۔ پھر سنو! کہ کوئی کام ایسا نہ کرو جو اللہ تعالیٰ کے عہد شکن کیا کرتے ہیں۔ ہماری دعائیں یہی ہوں کہ ہم مسلمان جیئیں اور مسلمان مریں۔ آمین

**الفاظ بیعت** حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول جس طرح پر ہاتھ میں ہاتھ لے کر فرماتے جاتے تھے اور طالب تکرار کرتا تھا۔ اسی طرح پر اب بیعت لیتے ہیں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (۳ بار) آج میں احمدی سلسلہ میں محمود کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں گرفتار تھا اور میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آئندہ بھی گناہوں سے بچنے کی کوشش کرونگا۔ اور دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔ شرک نہیں کروں گا۔ اسلام کے تمام احکام بجالانے کی کوشش کرونگا اور آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء یقین کرونگا۔ اور مسیح موعودؑ کے تمام دعاوی پر ایمان رکھوں گا۔ جو تم نیک کام بتاؤ گے ان میں تمہاری فرمانبرداری کرونگا۔ قرآن شریف اور حدیث کے پڑھنے اور سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ حضرت صاحب کی کتابوں کو پڑھنے یا سننے اور یاد رکھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ (۳ بار) رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ اے میرے

رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور بہت ظلم کیا۔ اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ (آمین)

# منصبِ خلافت

(نمائندگان جماعت سے ایک اہم خطاب)

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# منصبِ خلافت

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (البقرہ: ۱۳۰)

**دعائے ابراہیم** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت ایک پیشگوئی کا ذکر فرمایا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے رنگ میں ہے وہ دعا جو ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر مکہ کے وقت کی۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یہ دعا ایک جامع دعا ہے اس میں اپنی ذریت میں سے ایک نبی کے مبعوث ہونے کی دعا کی پھر اسی دعا میں یہ ظاہر کیا کہ انبیاء علیہم السلام کے کیا کام ہوتے ہیں ان کے آنے کی کیا غرض ہوتی ہے؟ فرمایا الٰہی ان میں ایک رسول ہو' انہی میں سے ہو۔

**انبیاءؑ کی بعثت کی غرض** وہ رسول جو مبعوث ہو اس کا کیا کام ہو يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ اس کا پہلا کام یہ ہو کہ وہ تیری آیات ان پر پڑھے۔ دوسرا کام يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ان کو کتاب سکھائے اور تیسرا کام یہ ہو کہ حکمت سکھائے۔ چوتھا کام وَيُزَكِّيْهِمْ ان کو پاک کرے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد میں مبعوث ہونے والے ایک رسول کے لئے دعا کی اور اس دعا ہی میں ان اغراض کو عرض کیا جو انبیاء کی بعثت سے ہوتی ہیں۔ اور یہ چار کام ہیں۔ میں نے غور کر کے

دیکھا ہے کہ کوئی کام اصلاح عالم کا نہیں جو اس سے باہر رہ جاتا ہو۔ پس آنحضرت ﷺ کی اصلاح دنیا کی تمام اصلاحوں کو اپنے اندر رکھتی ہے۔

## خلفاء کا کام

انبیاء علیہم السلام کے اغراض بعثت پر غور کرنے کے بعد یہ سمجھ لینا بہت آسان ہے کہ خلفاء کا بھی یہی کام ہوتا ہے کیونکہ خلیفہ جو آتا ہے اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اپنے پیشرو کے کام کو جاری کرے پس جو کام نبی کا ہو گا وہی خلیفہ کا ہو گا۔ اب اگر آپ غور اور تدبر سے اس آیت کو دیکھیں تو ایک طرف نبی کا کام اور دوسری طرف خلیفہ کا کام کھل جائے گا۔

میں نے دعا کی تھی کہ میں اس موقعہ پر کیا کہوں تو اللہ تعالیٰ نے میری توجہ اس آیت کی طرف پھیر دی اور مجھے اسی آیت میں وہ تمام باتیں نظر آئیں جو میرے اغراض اور مقاصد کو ظاہر کرتی ہیں اس لئے میں نے چاہا کہ اس موقعہ پر چند استدلال پیش کر دوں۔

## شکرِ ربانی بر جماعت حقانی

مگر اس سے پہلے کہ میں استدلال کو پیش کروں میں خدا تعالیٰ کا شکر کرنا چاہتا ہوں کہ اس نے ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس کے دیئے جانے کا انبیاء سے وعدہ الٰہی ہوتا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ چاروں طرف سے محض دین کی خاطر اسلام کی عزت کے لئے اپنا روپیہ خرچ کر کے اور اپنے وقت کا حرج کر کے احباب آئے ہیں میں جانتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایسے مخلص دوستوں کی محنت کو ضائع نہیں کرے گا وہ بہتر سے بہتر بدلے دے گا کیونکہ وہ اس وعدہ کے موافق آئے ہیں جو خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ سے کیا تھا۔ اس لئے جب کل میں نے درس میں ان دوستوں کو دیکھا تو میرا دل خدا تعالیٰ کی حمد اور شکر سے بھر گیا۔ کہ یہ لوگ ایسے شخص کے لئے آئے ہیں جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ چالباز ہے (نعوذ باللہ) اور پھر میرے دل میں اور بھی جوش پیدا ہوا جب میں نے دیکھا کہ وہ میرے دوستوں کے بلانے ہی پر جمع ہو گئے ہیں۔ اس لئے آج رات کو میں نے بہت دعائیں کیں اور اپنے رب سے یہ عرض کیا کہ الٰہی میں تو غریب ہوں میں ان لوگوں کو کیا دے سکتا ہوں حضور آپ ہی اپنے خزانوں کو کھول دیجئے اور ان لوگوں کو جو محض دین کی خاطر یہاں جمع ہوئے ہیں اپنے فضل سے حصہ دیجئے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو ضرور قبول کرے گا کیونکہ مجھے یاد نہیں میں نے کبھی درد دل اور بڑے اضطراب سے دعا کی ہو اور وہ قبول نہ ہوئی ہو بچہ بھی جب درد سے چلاتا ہے تو ماں کی چھاتیوں میں دودھ جوش مارتا ہے۔ پس جب ایک چھوٹے بچے کے لئے باوجود ایک قلیل اور عارضی تعلق کے اس کے چلانے پر چھاتیوں میں دودھ آجاتا ہے تو یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کی

مخلوق میں سے کوئی اضطراب اور درد سے دعا کرے اور وہ قبول نہ ہو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے یہ معاملہ میرے ساتھ ہی نہیں بلکہ ہر شخص کے ساتھ ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (البقرہ: ۱۸۷) جب میرے بندے میری نسبت تجھ سے سوال کریں تو ان کو کہدے کہ میں قریب ہوں اور پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں اور اسے قبول کرتا ہوں۔ یہاں اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ فرمایا یہ نہیں کہا کہ میں صرف مسلمان یا کسی خاص ملک اور قوم کے آدمی کی دعا سنتا ہوں۔ کوئی ہو۔ کہیں کا ہو۔ اور کہیں ہو۔

اس قبولیت دعا کی غرض کیا ہوتی ہے؟ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ مان لے اور مسلمان ہو جاوے اور مسلمان اور مؤمن ہو تو اس ایمان میں ترقی کرے۔ کافر کی دعائیں اس لئے قبول کرتا ہوں کہ مجھ پر ایمان ہو اور وہ مؤمن بن جاوے اور مؤمن کی اس لئے کہ رشد اور یقین میں ترقی کرے۔ خدا تعالیٰ کی معرفت اور شناخت کا بہترین طریق دعا ہی ہے۔ اور مؤمن کی امیدیں اسی سے وسیع ہوتی ہیں۔ پس میں نے بھی بہت دعائیں کی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ قبول ہوں گی۔

پھر میں نے اس کے حضور دعا کی کہ میں ان لوگوں کے سامنے کیا کہوں تو آپ مجھے تعلیم کر اور آپ مجھے سمجھا۔ میں نے اس فتنہ کو دیکھا جو اس وقت پیدا ہؤا ہے میں نے اپنے آپ کو اس قابل نہ پایا کہ اس کی توفیق اور تائید کے بغیر اس کو دور کر سکوں میرا سہارا اسی پر ہے اس لئے میں اسی کے حضور جھکا اور درخواست کی کہ آپ ہی مجھے بتائیں ان لوگوں کو جو جمع ہوئے ہیں کیا کہوں اس نے میرے قلب کو اسی آیت کی طرف متوجہ کیا اور مجھ پر ان حقائق کو کھولا۔ جو اس میں ہیں۔ میں نے دیکھا کہ خلافت کے تمام فرائض اور کام اس آیت میں بیان کر دیئے گئے ہیں تب میں نے اسی کو اس وقت تمہارے سامنے پڑھ دیا۔

## لَا خِلَافَةَ اِلَّا بِالْمَشْوَرَةِ

میرا مذہب ہے لَا خِلَافَةَ اِلَّا بِالْمَشْوَرَةِ خلافت جائز ہی نہیں جب تک اس میں شوریٰ نہ ہو۔ اسی اصول پر تم لوگوں کو یہاں بلوایا گیا ہے اور میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اس پر قائم ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اس پر قائم رہوں میں نے چاہا کہ مشورہ لوں مگر میں نہیں جانتا تھا کہ کیا مشورہ لوں۔ میرے دوستوں نے کہا کہ مشورہ ہونا چاہیئے میں نے اس کی تصریح نہیں پوچھی۔ میں چونکہ مشورہ کو پسند کرتا ہوں اس لئے ان سے اتفاق کیا اور انہوں نے آپ کو بلا لیا مگر مجھے کل تک معلوم نہ تھا کہ میں کیا کہوں آخر جب میں نے

خدا کے حضور توجہ کی تو یہ آیت میرے دل میں ڈالی گئی کہ اسے پڑھو۔

**تفسیر دعائے ابراہیمؑ** اس آیت کی تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی یا خلیفہ کا پہلا کام یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ آیات اللہ لوگوں کو سنائے۔ آیت کہتے ہیں نشان کو، دلیل کو جس سے کسی چیز کا پتہ لگے۔ پس نبی جو آیات اللہ پڑھتا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ وہ ایسے دلائل سناتا اور پیش کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں، رسولوں اور اس کی کتب کی تائید اور تصدیق ان کے ذریعہ ہوتی ہے۔ پس اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو ایسی باتیں سنائے جن سے ان کو اللہ پر اور نبیوں اور کتب پر ایمان حاصل ہو۔

**پہلا کام** اس سے معلوم ہؤا کہ نبی اور اس کے جانشین خلیفہ کا پہلا کام تبلیغ الحق اور دعوت الی الخیر ہوتی ہے۔ وہ سچائی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔ اور اپنی دعوت کو دلائل اور نشانات کے ذریعہ مضبوط کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہو کہ وہ تبلیغ کرتا ہے۔

**دوسرا کام** پھر دوسرا فرض نبی یا خلیفہ کا اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ ان کو کتاب سکھادے۔ انسان جب اس بات کو مان لے کہ اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی طرف سے دنیا میں رسول آتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ملائکہ ان پر اترتے ہیں اور ان کے ذریعہ کتب الٰہیہ نازل ہوتی ہیں تو اس کے بعد دوسرا مرحلہ اعمال کا آتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ پر ایمان لاکر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے آدمی کو اب کیا کرنا چاہئے اس ضرورت کو پورا کرنے والی آسمانی شریعت ہوتی ہے اور نبی کا دوسرا کام یہ ہے کہ ان نو مسلموں کو شریعت سکھائے ان ہدایات اور تعلیمات پر عمل ضروری ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کے رسولوں کی معرفت آتی ہیں پس اس موقعہ پر دوسرا فرض نبی کا یہ بتایا گیا ہے۔ کہ وہ انہیں فرائض کی تعلیم دے

کتاب کے معنے شریعت اور فرض کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں یہ لفظ فرض کے معنوں میں بھی استعمال ہؤا ہے جیسے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ پس اس ترتیب کو خوب یاد رکھو کہ پہلا کام اسلام میں لانے کا تھا۔ دوسرا ان کو شریعت سکھانے اور عامل بنانے کا۔

**تیسرا کام** عمل کے لئے ایک اور بات کی ضرورت ہے اس وقت تک انسان کے اندر کسی کام کے کرنے کے لئے جوش اور شوق پیدا نہیں ہوتا جب تک اسے اس کی حقیقت اور حکمت سمجھ میں نہ آجائے۔ اس لئے تیسرا کام یہاں یہ بیان کیا وَالْحِكْمَةَ اور وہ ان کو حکمت کی

تعلیم دے۔ یعنی جب وہ اعمال ظاہری بجالانے لگیں تو پھران اعمال کی حقیقت اور حکمت سے انہیں باخبر کرے۔ جیسے ایک شخص ظاہری طور پر نماز پڑھتا ہے نماز پڑھنے کی ہدایت اور تعلیم دینا یہ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ کے نیچے ہے اور نماز کیوں فرض کی گئی، اس کے کیا اغراض و مقاصد ہیں؟ اس کی حقیقت سے واقف کرنا یہ تعلیم الحکمۃ ہے' ان دونوں باتوں کی مثال خود قرآن شریف سے ہی دیتا ہوں۔ قرآن شریف میں حکم ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ[۴] نمازیں پڑھو، یہ حکم تو گویا یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ کے ماتحت ہے' ایک جگہ یہ فرمایا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ[۵] یعنی نماز بدیوں اور ناپسند باتوں سے روکتی ہے یہ نماز کی حکمت بیان فرمائی کہ نماز کی غرض کیا ہے؟ اسی طرح پھر رکوع' سجود' قیام اور قعدہ کی حکمت بتائی جائے' اور خدا کے فضل سے میں یہ سب بتا سکتا ہوں۔ غرض تیسرا کام نبی یا اس کے خلیفہ کا یہ ہوتا ہے کہ وہ احکامِ شریعت کی حکمت سے لوگوں کو واقف کرتا ہے۔

غرض ایمان کیلئے یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ فرمایا' پھر ایمان کے بعد اعمال کیلئے یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ پھر ان اعمال میں ایک جوش اور ذوق پیدا کرنے اور ان کی حقیقت بتانے کے واسطے وَالْحِکْمَۃَ فرمایا' نماز کے متعلق مَیں نے ایک مثال دی ہے ورنہ تمام احکام میں اللہ تعالیٰ نے حکمتیں رکھی ہیں۔

**چوتھا کام** پھر چوتھا کام فرمایا وَیُزَکِّیْھِمْ حکمت کی تعلیم کے بعد انہیں پاک کرے۔ تزکیہ کا کام انسان کے اپنے اختیار میں نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے قبضہ اور اختیار میں ہے۔

اب سوال ہوتا ہے کہ جب یہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے تو نبی کو کیوں کہا کہ وہ پاک کرے۔ اس کی تفصیل مَیں آگے بیان کروں گا' مختصر طور پر میں یہاں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ہی بتا دیا ہے کہ پاک کرنے کا کیا طریق ہے اور وہ ذریعہ دعا ہے' پس نبی کو جو حکم دیا گیا ہے کہ ان لوگوں کو پاک کرے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی حکمتیں مخفی رکھی ہیں' ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ آیت سورۃ بقرہ کی ترتیب کا پتہ دیتی ہے۔ لوگوں کو سورۃ بقرہ کی ترتیب میں بڑی دِقّتیں پیش آئی ہیں لوگ حیران ہوتے ہیں کہ کہیں کچھ ذکر ہے، کہیں کچھ، کہیں بنی اسرائیل کا ذکر آجاتا ہے، کہیں نماز روزہ کا، کہیں طلاق کا، کہیں ابراہیم علیہ السلام کے مباحثات کا' کہیں طالوت کا' ان تمام

واقعات کا آپس میں جوڑ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ مجھے یہ سب کچھ سکھا دیا ہے۔

## سورۃ بقرہ کی ترتیب کس طرح سمجھائی گئی

حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی کا واقعہ ہے کہ منشی فرزند علی صاحب نے مجھ سے کہا کہ مَیں تم سے قرآن مجید پڑھنا چاہتا ہوں' اس وقت ان سے میری اس قدر واقفیت بھی نہ تھی میں نے عذر کیا مگر انہوں نے اصرار کیا' میں نے سمجھا کہ کوئی منشاء الٰہی ہے آخر مَیں نے ان کو شروع کرا دیا' ایک دن میں پڑھا رہا تھا کہ میرے دل میں بجلی کی طرح ڈالا گیا کہ آیت رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یہ سورۃ بقرہ کی کلید ہے اور اس سورۃ کی ترتیب کا راز اس میں رکھا گیا ہے' اس کے ساتھ ہی سورۃ بقرہ کی ترتیب پورے طور پر میری سمجھ میں آ گئی' اب آپ اس کو مدنظر رکھ کر سورۃ بقرہ کی ترتیب پر غور کریں تو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

## ترتیب سورۃ بقرہ

اب غور کرو! پہلے بتایا کہ قرآن کریم کا نازل کرنے والا عالم خدا ہے، پھر بتایا کہ قرآن مجید کی کیا ضرورت ہے کیونکہ سوال ہوتا تھا کہ مختلف مذاہب کی موجودگی میں اس مذہب کی کیا ضرورت پیش آئی اور یہ کتاب خدا تعالیٰ نے کیوں نازل کی؟ اس کی غرض وغایت بتائی' هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ یعنی سب مذاہب تو صرف متقی بنانے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ کتاب ایسی ہے جو متقی کو بھی آگے لے جاتی ہے۔ متقی تو اسے کہتے ہیں جو انسانی کوشش کو پورا کرے' پس اسے آگے لے جانے کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ اب خود اس سے ہمکلام ہو۔ پھر متقین کے اعمال اور کام بتائے پھر بتایا کہ اس کتاب کے ماننے والوں اور منکروں میں کیا امتیاز ہوگا؟ پھر بتایا کہ انسان چونکہ عبادتِ الٰہی کے لئے پیدا ہوا ہے' اس لئے اس کے لئے کوئی ہدایت نامہ چاہئے اور وہ ہدایت نامہ خدا کی طرف سے آنا چاہئے' پھر بتایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آتی بھی رہی ہے جیسے کہ ابتدائے عالم میں آدمؑ کی بعثت ہوئی' اس کے بعد اس کو اور کھولا اور آدم کی مثال پیش کر کے بتایا کہ یہ سلسلہ وہیں ختم نہ ہو گیا بلکہ ایک لمبا سلسلہ انبیاء کا بنی اسرائیل میں ہوا۔ جو موجود ہیں ان سے پوچھو ہم نے ان پر کس قدر نعمتیں کی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ظالم ہمارے کلام کے مستحق نہیں ہو سکتے اب جبکہ یہ ظالم ہو گئے ہیں ان کو ہمارا کلام سننے کا حق نہیں اب ہم کسی اور خاندان سے تعلق کریں گے اور وہ بنی اسمٰعیل کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ ابراہیم علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ دونوں بیٹوں کے ساتھ نیک سلوک کروں گا جب ایک سے وہ وعدہ پورا ہوا تو ضرور تھا کہ دوسرے سے بھی پورا ہو چنانچہ بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے

تعمیرِ کعبہ کے وقت اس طرح دعا کی تھی جواَب پوری ہونے لگی ہے بار بار یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ (البقرۃ:۴۱) فرما کر یہ بتایا کہ بنی اسرائیل کا حقِ شکایت کا کوئی نہیں ان سے وعدہ پورا ہو چکا ہے اور جس خدا نے ان کا وعدہ پورا کیا ضرور تھا کہ بنی اسمٰعیل کا وعدہ بھی پورا کرتا۔ اور اس طرح پر بنی اسرائیل پر بھی اتمامِ حُجّت کیا کہ باوجود انعامِ الٰہیہ کے تم نے نافرمانی کی اور مختلف قسم کی بدیوں میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو تم نے محروم کرنے کا مستحق ٹھہرالیا ہے تم میں نبی آئے، بادشاہ ہوئے اب وہی انعام بنی اسمٰعیل پر ہوں گے۔

اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ یہ دعا تو تھی ہم کیونکر مانیں کہ یہ شخص وہی موعود ہے اس کا ثبوت ہونا چاہئے۔ اس کے لئے فرمایا کہ موعود ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ اس دعا میں جو باتیں بیان کی گئی تھیں وہ سب اس کے اندر پائی جاتی ہیں اور چونکہ اس نے ان سب وعدوں کو پورا کر دیا ہے اس لئے یہی وہ شخص ہے۔ گو سارا قرآن شریف ان چار ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے لیکن اس سورۃ میں خلاصۃً سب باتیں بیان فرمائیں تا معترض پر حُجّت ہو یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ کے متعلق اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور آخر میں فرمایا لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (البقرۃ:۱۶۵) اس میں عقل رکھنے والوں کیلئے کافی دلائل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ، ملائکہ، کلام الٰہی اور نبوت کا ثبوت ملتا ہے یہ تو نمونہ دیا تلاوتِ آیات کا۔ اس کے بعد تھا یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ اس کے لئے مختصر طور پر شریعتِ اسلام کے موٹے موٹے احکام بیان فرمائے اور ان میں بار بار فرمایا کُتِبَ عَلَیْکُمْ کُتِبَ عَلَیْکُمْ جس سے یہ بتایا کہ دیکھو اس پر کیسی بے عیب شریعت نازل ہوئی ہے۔ پس یہ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ کا بھی مصداق ہے اور یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ کا بھی۔ تیسرا کام بتایا تھا کہ لوگوں کو حکمت سکھائے اس لئے شریعت کے موٹے موٹے حکم بیان فرمانے کے بعد قومی ترقی کے راز اور شرائع کی اغراض کا ذکر فرمایا۔ اور حضرت ابراہیمؑ اور طالوتؑ کے واقعات سے بتایا کہ اس طرح قومیں ترقی کرتی ہیں اور کس طرح مُردہ قومیں زندہ کی جاتی ہیں۔ پس تم کو بھی ان راہوں کو اختیار کرنا چاہئے۔ اور اس حصہ میں وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (البقرۃ:۲۷۰) فرما کر یہ اشارہ فرما دیا کہ لو تیسرا وعدہ بھی پورا ہو گیا۔ اِس رسول نے حکمت کی باتیں بھی سکھا دی ہیں۔ مثلاً طالوت کا واقعہ بیان فرمایا کہ انہوں نے حکم دیا کہ نہر سے کوئی پانی نہ پیئے اور پینے والے کو ایسی سزا دی کہ اسے اپنے سے علیحدہ کر دیا اور بتایا کہ جب کوئی شخص چھوٹا حکم نہیں مان سکتا تو اس نے بڑے بڑے حکم کہاں ماننے ہیں۔ اور یہ بھی بتایا کہ جس وقت جنگ ہو

اُس وقت حاکم کی کیسی اطاعت کرنی چاہئے۔ اس میں یہ بھی بتایا کہ خلفاء پر اعتراض ہوا ہی کرتا ہے اور آخر اللہ تعالیٰ ان کو غلبہ دیتا ہے۔ ان حکموں کے بتانے کے بعد تزکیہ رہ گیا تھا اس کے لئے یہ انتظام فرمایا کہ اس سورۃ کو دعا پر ختم کیا ہے۔ جس میں یہ بتایا ہے کہ تزکیہ کا طریق دعا ہے۔ نبی بھی دعا کرے اور جماعت کو بھی دعا کی تعلیم دے۔ آپ لوگ اس سورۃ کو اب پڑھ کر دیکھیں جس ترتیب سے آیت مذکورہ میں الفاظ ہیں اسی ترتیب سے اس سورۃ میں آیات اور کتاب اور حکمت اور طریقِ تزکیہ بیان فرمایا ہے۔ پس یہ آیت اس سورۃ کی کُنجی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ میں دی ہے۔

## الغرض

نبی کا کام بیان فرمایا تبلیغ کرنا' کافروں کو مؤمن کرنا' مؤمنوں کو شریعت پر قائم کرنا' پھر باریک در باریک راہوں کا بتانا' پھر تزکیۂ نفس کرنا' یہی کام خلیفہ کے ہوتے ہیں۔ اب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے یہی کام اِس وقت میرے رکھے ہیں۔

آیات اللہ کی تلاوت میں اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دلائل' ملائکہ پر دلائل' ضرورتِ نبوت اور نبوتِ محمدیہ کے دلائل' قرآن مجید کی حقّیت پر دلائل' اور ضرورتِ الہام و وحی پر دلائل' جزاء وسزا اور مسئلہ تقدیر پر دلائل' قیامت پر دلائل شامل ہیں یہ معمولی کام نہیں۔ اِس زمانہ میں اِس کی بہت بڑی ضرورت ہے اور یہ بہت بڑا سلسلہ ہے۔

پھر يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ دوسرا کام ہے بار بار شریعت پر توجہ دلائے اور احکام و اوامرِ الٰہی کی تعمیل کے لئے یاددہانی کراتا رہے، جہاں سُستی ہو اس کا انتظام کرے اب تم خود غور کرو کہ یہ کام کیا چند کلرکوں کے ذریعہ ہو سکتے ہیں اور کیا خلیفہ کا اتنا ہی کام رہ جاتا ہے کہ وہ چندوں کی نگرانی کرے اور دیکھ لے کہ دفتر محاسب ہے، اس میں چندہ آتا ہے اور چند ممبر مل کر اسے خرچ کر دیں۔ انجمنیں دنیا میں بہت ہیں اور بڑی بڑی ہیں جہاں لاکھوں روپیہ سالانہ آتا ہے اور وہ خرچ کرتی ہیں مگر کیا وہ خلیفہ بن جاتی ہیں؟

خلیفہ کا کام کوئی معمولی اور رذیل کام نہیں یہ خدا تعالیٰ کا ایک خاص فضل اور امتیاز ہے جو اُس شخص کو دیا جاتا ہے جو پسند کیا جاتا ہے۔ تم خود غور کر کے دیکھو کہ یہ کام جو میں نے بتائے ہیں میں نے نہیں خدا نے بتائے ہیں کیا کسی انجمن کا سیکرٹری اس کو کر سکتا ہے؟ ان معاملات میں کوئی

سیکرٹری کی بات کو مان سکتا ہے؟ یا آج تک کہیں اس پر عمل ہوا ہے؟ اَور جگہ کو جانے دو یہاں ہی بتادو کہ کبھی انجمن کے ذریعہ یہ کام ہوا ہو؟ ہاں چندوں کی یاد دہانیاں ہیں وہ ہوتی رہتی ہیں۔

یہ پکی بات ہے کہ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ کیلئے ضرور خلیفہ ہی ہوتا ہے کیونکہ کسی انجمن کے سیکرٹری کیلئے یہ شرط کہاں ہے کہ وہ پاک بھی ہو۔ ممکن ہے ضرورتاً عیسائی رکھا جاوے یا ہندو ہو جو دفاتر کا کام عمدگی سے کر سکے پھر وہ خلیفہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

خلیفہ کیلئے تعلیم الکتاب ضروری ہے، اس کے فرائض میں داخل ہے سیکرٹری کے فرائض میں قواعد پڑھ کر دیکھ لو کہیں بھی داخل نہیں۔ پھر خلیفہ کا کام ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام کے اغراض واسرار بیان کرے جن کے علم سے ان پر عمل کرنے کا شوق ورغبت پیدا ہوتی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ کیا تمہاری انجمن کے سیکرٹری کے فرائض میں یہ بات ہے؟ کتنی مرتبہ احکامِ الٰہیہ کی حقیقت اور فلاسفی انجمن کی طرف سے تمہیں سکھائی گئی؟ کیا اس قسم کے سیکرٹری رکھے جا سکتے ہیں؟ یا انجمنیں اس مخصوص کام کو کر سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔

انجمنیں محض اس غرض کیلئے ہوتی ہیں کہ وہ بہی کھاتے رکھیں اور خلیفہ کے احکام کے نفاذ کیلئے کوشش کریں۔ پھر خلیفہ کا کام ہے۔ یُزَکِّیْھِمْ قوم کا تزکیہ کرے۔ کیا کوئی سیکرٹری اس فرض کو ادا کر سکتا ہے؟ کسی انجمن کی طرف سے یہ ہدایت جاری ہوئی، یا تم نے سنا ہو کہ سیکرٹری نے کہا ہو کہ مَیں قوم کے تزکیہ کیلئے رو رو کر دعائیں کرتا ہوں؟

مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ کام سیکرٹری کا ہے ہی نہیں اور نہ کوئی سیکرٹری کہہ سکتا ہے کہ میں دعائیں کرتا ہوں جھوٹا ہے جو کہتا ہے کہ انجمن اس کام کو کر سکتی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کوئی سیکرٹری یہ کام نہیں کر سکتا اور کوئی انجمن نبی کے کام نہیں کر سکتی۔ اگر انجمنیں یہ کام کر سکتیں تو خدا تعالیٰ دنیا میں مأمور اور مرسل نہ بھیجتا بلکہ اس کی جگہ انجمنیں بناتا مگر کسی ایک انجمن کا پتہ دو جس نے کہا ہو کہ خدا نے ہمیں مأمور کیا ہے۔

کوئی دنیا کی انجمن نہیں ہے جو یہ کام کر سکے۔ ممبر تو اکٹھے ہو کر چند امور پر فیصلہ کرتے ہیں کیا کبھی کسی انجمن میں اس آیت پر بھی غور کیا گیا ہے۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ جس کے سپرد کوئی کام کرتا ہے اُسی کو بتاتا ہے کہ تیرے یہ کام ہیں۔ یہ کام ہیں جو انبیاء اور خلفاء کے ہوتے ہیں۔ روپیہ اکٹھا کرنا ادنیٰ درجہ کا کام ہے۔ خلفاء کا کام انسانی تربیت ہوتی ہے اور ان کو خدا تعالیٰ کی معرفت اور یقین کے ساتھ پاک کرنا ہوتا ہے۔ روپیہ تو آریوں اور عیسائیوں کی انجمنیں بلکہ دہریوں کی

انجمنیں بھی جمع کر لیتی ہیں۔ اگر کسی نبی یا اس کے خلیفہ کا بھی یہی کام ہو تو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ یہ سخت ہتک اور بے ادبی ہے اس نبی اور خلیفہ کی۔

یہ سچ ہے کہ ان مقاصد اور اغراض کی تکمیل کیلئے جو اس کے سپرد ہوتے ہیں اس کو بھی روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ بھی مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ کہتا ہے مگر اس سے اس کی غرض روپیہ جمع کرنا نہیں بلکہ اس رنگ میں بھی اس کی غرض وہی تکمیل اور تزکیہ ہوتی ہے۔ اور پھر بھی اس غرض کیلئے اس کی قائم مقام ایک انجمن یا شوریٰ ہوتی ہے جو انتظام کرے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ خلیفہ کا کام روپیہ جمع کرنا نہیں ہوتا اور نہ اس کے اغراض و مقاصد کا دائرہ کسی مدرسے کے جاری کرنے تک محدود ہوتا ہے یہ کام دنیا کی دوسری قومیں بھی کرتی ہیں۔

خلیفہ کے اس قسم کے کاموں اور دوسری قوموں کے کاموں میں فرق ہوتا ہے وہ ان امور کو بطور مبادی اور اسباب کے اختیار کرتا ہے یا اختیار کرنے کی ہدایت کرتا ہے دوسری قومیں اس کو بطور ایک اصل مقصد اور غایت کے اختیار کرتی ہیں۔

حضرت صاحب نے جو مدرسہ بنایا اس کی غرض وہ نہ تھی جو دوسری قوموں کے مدرسوں کی ہے۔ پس یاد رکھو کہ خلیفہ کے جو کام ہوتے ہیں وہ کسی انجمن کے ذریعہ نہیں ہو سکتے۔

## اس قومی اجتماع کی کیا غرض ہے

اب آپ کو جو بُلایا گیا ہے تو خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ میں ان کاموں کے متعلق جو خدا نے میرے سپرد کر دیئے ہیں آپ سے مشورہ کروں کہ انہیں کس طرح کروں؟ میں جانتا ہوں اور نہ صرف جانتا ہوں بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ وہ آپ میری ہدایت اور راہنمائی کرے گا کہ مجھے کس طرح ان کو سرانجام دینا چاہئے لیکن اسی نے مشورہ کا بھی تو حکم دیا ہے۔ یہ کام اس نے خود بتائے ہیں اُس نے آپ میرے دل میں اس آیت کو ڈالا جو میں نے پڑھی ہے۔ پرسوں مغرب یا عصر کی نماز کے وقت یکدم میرے دل میں ڈالا۔ میں حیران تھا کہ بُلا تو لیا ہے کیا کہوں؟ اس پر یہ آیت اُس نے میرے دل میں ڈالی۔

پس یہ چار کام انبیاء اور ان کے خلفاء کے ہیں۔ ان کے سرانجام دینے میں مجھے تم سے مشورہ کرنا ہے میں اب ان کاموں کو اور وسیع کرتا ہوں۔

## چار نہیں بلکہ آٹھ

میں اس آیت کی ایک اور تشریح کرتا ہوں جب ان پر میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ ان چار میں اور معنے پوشیدہ تھے اور اس طرح پر

یہ چار آٹھ بن جاتے ہیں۔

(۱) یَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ اس کے معنی ایک یہ کرتا ہوں کہ کافروں کو مؤمن بنادے یعنی تبلیغ کرے۔ دوسرے مؤمنوں کو آیات سنائے۔ اس صورت میں ترقی ایمان یا درستی ایمان بھی کام ہوگا یہ دو ہو گئے۔

(۲) یُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ قرآن شریف کتاب موجود ہے اس لئے اس کی تعلیم میں قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا، قرآن مجید کا سمجھانا آجائے گا، کتاب تو لکھی ہوئی موجود ہے اس لئے کام یہ ہوگا کہ ایسے مدارس ہوں جہاں قرآن مجید کی تعلیم ہو۔ پھر اس کے سمجھانے کیلئے ایسے مدارس ہوں جہاں قرآن مجید کا ترجمہ سکھایا جائے اور وہ علوم پڑھائے جائیں جو اس کے خادم ہوں۔ ایسی صورت میں دینی مدارس کا اجراء اور ان کی تکمیل کام ہوگا۔ (ب) دوسرا کام اس لفظ کے ماتحت قرآن شریف پر عمل کرانا ہوگا کیونکہ تعلیم دو قسم کی ہوتی ہے ایک کسی کتاب کا پڑھا دینا اور دوسرے اس پر عمل کروانا۔

(۳) اَلۡحِكۡمَةَ۔ تَعۡلِيۡمُ الۡحِكۡمَةِ کیلئے تجاویز اور تدابیر ہونگی کیونکہ اس فرض کے نیچے احکام شرائع کے اسرار سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

(۴) یُزَكِّيۡهِمۡ۔ یُزَكِّيۡهِمۡ کے معنوں پر غور کیا تو ایک تو یہی بات ہے جو میں بیان کر چکا ہوں کہ دعاؤں کے ذریعہ تزکیہ کرے۔ پھر ابن عباسؓ نے معنے کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اخلاص پیدا کرنا۔ غرض ایک تو یہ معنے ہوئے کہ گناہوں سے بچانے کی کوشش کرے اس لئے جماعت کو گناہوں سے بچانا ضروری ٹھہرا کہ وہ گناہوں میں نہ پڑے۔ اور دوسرے معنوں کے لحاظ سے یہ کام ہوا کہ صرف گناہوں سے نہ بچائے بلکہ ان میں نیکی پیدا کرے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ ایک تو وہ تدابیر اختیار کرے جن سے جماعت کے گناہ دور کر دے۔ دوسرے ان کو خوبصورت بنا کر دکھادے، اعلیٰ مدارج کی طرف لے جاوے اور ان کے کاموں میں اخلاص اور اطاعت پیدا کرے۔ پھر تیسرے معنی بھی یُزَكِّيۡهِمۡ کے ہیں وہ یہ کہ ان کو بڑھائے۔ ان معانی کے لحاظ سے دین و دنیا میں ترقی دینا ضروری ہوا اور یہ ترقی ہر پہلو سے ہونی چاہئے۔ دُنیوی علوم میں دوسروں سے پیچھے ہوں تو اس میں ان کو آگے لے جاوے، تعداد میں کم ہوں تو بڑھائے، مالی حالت کمزور ہو تو اس میں بڑھاوے، غرض جس رنگ میں بھی کمی ہو بڑھاتا چلا جاوے۔ اب ان معنوں کے لحاظ سے جماعت کی ہر قسم کی ترقی نبی اور اس کے ماتحت اس کے خلیفہ کا فرض ہوا۔ پھر جب مَیل سے پاک کرنا اور ترقی کرانا اس کا کام ہوا تو اسی میں غرباء کی خبر گیری بھی آگئی کیونکہ وہ بھی ایک دنیاوی مَیل سے لتھڑے ہوتے ہیں ان کو پاک کرنا اس کا فرض ہے۔ اس غرض کو پورا

کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا صیغہ رکھا ہے کیونکہ جماعت کے غرباء اور مساکین کا انتظام کرنا بھی خلیفہ کا کام ہے اور اس کیلئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کا بھی انتظام فرما دیا اور امراء پر زکوٰۃ مقرر فرمائی۔

پس یاد رکھو یُزَکِّیْھِمْ کے معنی ہوئے پاک کرے، اخلاص پیدا کرے اور ہر رنگ میں بڑھائے۔ چہارم صدقات کا انتظام کر کے اصلاح کرے۔ اب انجمن والے بھی بے شک بولیں کیونکہ ان امور کے انتظام انجمن کو چاہتے ہیں مگر باوجود اس کے بھی یہ انجمن کا کام نہیں بلکہ خلیفہ کا کام ہے۔ اب تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ سب باتیں اس کے نیچے ہیں اور یہ خیالی طور پر نہیں ڈھکوسلہ کے رنگ میں نہیں بلکہ لغت اور صحابہؓ کے اقوال اس کی تائید کرتے ہیں۔ پس میں نے تمہیں وہ کام خلیفہ کے بتائے ہیں جو خدا تعالیٰ نے بیان کئے ہیں اور اس کی حقیقت لُغتِ عرب اور صحابہؓ کے مسلّمہ معنوں کی رو سے بتائی ہے میرا کام اتنا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجموعی اور یکجائی طور پر مجھے اس سے آگاہ کر دیا اور محض اپنے فضل سے سورۃ بقرہ کی کلید مجھے بتا دی۔ میں اس راز اور حقیقت کو آج سمجھا کہ تین سال پیشتر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بجلی کی طرح میرے دل میں کیوں ڈالی؟ قبل از وقت میں اس راز سے آگاہ نہیں ہو سکتا تھا مگر آج حقیقت کُھلی کہ ارادۂ الٰہی میں یہ میرے ہی فرائض اور کام تھے اور ایک وقت آنے والا تھا کہ مجھے ان کی تکمیل کیلئے کھڑا کیا جانا تھا۔ پس جب یہ ظاہر ہو چکا کہ خلیفہ کے کیا کام ہیں یا دوسرے لفظوں میں یہ کہو کہ میرے کیا فرائض ہیں تو اب سوال ہوتا ہے کہ ان کو کیونکر کرنا ہے؟ اور اسی میں مجھے تم سے مشورہ کرنا ہے۔

## مقاصدِ خلافت کی تکمیل کی کیا صورت ہو

یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا کہ خلافت کا پہلا اور ضروری کام تبلیغ ہے اس لئے ہمیں سوچنا چاہئے کہ تبلیغ کی کیا صورتیں ہوں مگر میں ایک اور بات بھی تمہیں بتانا چاہتا ہوں اور یہ بات ابھی میرے دل میں ڈالی گئی ہے کہ خلافت کے یہ مقاصدِ اربعہ حضرت خلیفۃ المسیح کی وصیت میں بھی بیان کئے گئے ہیں۔

## خلیفۃ المسیح کی وصیت اسی کی تشریح ہے

حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی وصیت میں اپنے جانشین کیلئے فرمایا۔ متقی ہو، ہر دلعزیز ہو، قرآن و حدیث کا درس جاری رہے، عالم باعمل ہو، اس میں یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ

وَالْحِکْمَۃَ کی طرف اشارہ اس حکم میں ہے کہ قرآن وحدیث کا درس جاری رہے کیونکہ اَلْکِتٰبَ کے معنی قرآن شریف ہیں۔اور اَلْحِکْمَۃَ کے معنی بعض آئمہ نے حدیث کے کئے ہیں۔اس طرح یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ کے معنی ہوئے قرآن وحدیث سکھائے عام ترجمہ ہے۔ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ کا کیونکہ تبلیغ کیلئے علم کی ضرورت ہے۔متقی اور باعمل ہونا اور ہر دلعزیز ہونا یہ یُزَکِّیْھِمْ کے لئے ضروری ہے کیونکہ جو متقی ہے وہی تزکیہ کرسکتا ہے اور جو خود عمل نہ کرے گا اس کی بات پر اور لوگ عمل نہیں کرسکتے اسی طرح جو قوم کا مزکّی ہوگا وہ ہر دلعزیز بھی ضرور ہوگا۔ پھر کہو کہ وصیت میں ایک اور بات بھی ہے کہ درگزر سے کام لے۔ میں کہتا ہوں اس کا ذکر بھی اس آیت میں ہے۔ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اللہ تعالیٰ جو اَلْعَزِیْزُ ہے اس کو بھی معزّز کرے گا اور غلبہ دے گا جس کا لازمی نتیجہ درگزر ہوگا کیونکہ یہ ایک طاقت کو چاہتا ہے طاقت ملے تو درگزر کرے۔ پس اس دعا میں اللہ تعالیٰ کے ان اسماء کا ذکر کرنے کے یہی معنی ہیں۔ پھر یہ بتایا کہ درگزر نَعُوْذُ بِاللّٰہِ لغو نہیں بلکہ اَلْحَکِیْمُ کے خیال کے نیچے ہوگا۔ پس یاد رکھو کہ حضرت خلیفۃ المسیح (خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے فضل ان پر ہوں) کی وصیت بھی اسی آیت کی تشریح ہے۔ اب جب کہ یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید نے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور خود حضرت خلیفۃ المسیح نے خلیفہ کے کام پہلے سے بتا دیئے تو اب جدید شرائط کا کسی کو کیا حق ہے؟ گورنمنٹ کی شرائط کے بعد کسی اور کو کوئی حق نہیں ہوتا کہ اپنی خود ساختہ باتیں پیش کرے۔

خلیفہ تو خداوند مقرر کرتا ہے پھر تمہارا کیا حق ہے کہ تم شرائط پیش کرو۔ خدا سے ڈرو اور ایسی باتوں سے توبہ کرو۔ یہ ادب سے دور ہیں۔ خدا تعالیٰ نے خود خلیفہ کے کام مقرر کر دیئے ہیں اب کوئی نہیں جو ان میں تبدیلی کرسکے یا ان کے خلاف کچھ اور کہہ سکے پھر کہتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے (خدا کی ہزاروں ہزار رحمتیں ان پر ہوں) بھی وہی باتیں پیش کیں جو اس آیت میں خدا نے بیان کی تھیں گویا ان کی وصیت اس آیت کا ترجمہ ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اور تشریح کروں۔

**تبلیغ** پہلا فرض خلیفہ کا تبلیغ ہے جہاں تک میں نے غور کیا ہے میں نہیں جانتا کیوں بچپن ہی سے میری طبیعت میں تبلیغ کا شوق رہا ہے اور تبلیغ سے ایسا اُنس رہا ہے کہ میں سمجھ ہی نہیں سکتا۔ میں چھوٹی سی عمر میں بھی ایسی دعائیں کرتا تھا اور مجھے ایسی حرص تھی کہ اسلام کا جو کام بھی ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو۔ میں اپنی اس خواہش کے زمانہ سے واقف نہیں کہ کب سے ہے میں جب دیکھتا

تھا اپنے اندر اس جوش کو پاتا تھا اور دعائیں کرتا تھا کہ اسلام کا جو کام ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو پھر اتنا ہو اِتنا ہو کہ قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ ہو جس میں اسلام کی خدمت کرنے والے میرے شاگرد نہ ہوں۔ میں نہیں سمجھتا تھا اور نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ جوش اسلام کی خدمت کا میری فطرت میں کیوں ڈالا گیا۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ یہ جوش بہت پرانا رہا ہے۔ غرض اسی جوش اور خواہش کی بناء پر میں نے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ:۔

## میرے ہاتھ سے تبلیغِ اسلام کا کام ہو

اور میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے میری ان دعاؤں کے جواب میں بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں۔ غرض تبلیغ کے کام سے مجھے بڑی دلچسپی ہے۔ یہ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ سب دنیا ایک مذہب پر جمع نہیں ہوسکتی۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کو نہیں کر سکے اور کون ہے جو اسے کر سکے یا اس کا نام بھی لے لیکن اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی خادم اور غلام توفیق دیا جاوے کہ ایک حد تک تبلیغِ اسلام کے کام کو کرے تو یہ اس کی اپنی کوئی خوبی اور کمال نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کام ہے۔ میرے دل میں تبلیغ کیلئے اتنی تڑپ تھی کہ میں حیران تھا اور سامان کے لحاظ سے بالکل قاصر۔ پس میں اس کے حضور ہی جُھکا اور دعائیں کیں اور میرے پاس تھا ہی کیا؟ میں نے بار بار عرض کی کہ میرے پاس نہ علم ہے، نہ دولت، نہ کوئی جماعت ہے، نہ کچھ اور ہے جس سے میں خدمت کرسکوں۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ اس نے میری دعاؤں کو سنا اور آپ ہی سامان کر دیئے اور تمہیں کھڑا کر دیا کہ میرے ساتھ ہو جاؤ۔

پس آپ وہ قوم ہیں جس کو خدا نے چُن لیا اور یہ میری دعاؤں کا ایک ثمرہ ہے جو اُس نے مجھے دکھایا اس کو دیکھ کر میں یقین رکھتا ہوں کہ باقی ضروری سامان بھی وہ آپ ہی کرے گا اور ان بشارتوں کو عملی رنگ میں دکھاوے گا۔ اور اب میں یقین رکھتا ہوں کہ دنیا کو ہدایت میرے ہی ذریعہ ہوگی اور قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ گزرے گا جس میں میرے شاگرد نہ ہوں گے کیونکہ آپ لوگ جو کام کریں گے وہ میرا ہی کام ہوگا۔ اب تم یہ تو سمجھ سکتے ہو کہ میری دلچسپی تبلیغ کے کام سے آج پیدا نہیں ہوئی اس حالت سے پہلے بھی جہاں تک مجھے موقع ملا مختلف رنگوں اور صورتوں میں تبلیغ کی تجویزیں کرتا رہا۔ وہ جوش اور دلچسپی جو فطرتاً مجھے اس کام سے تھی اور اس راہ کے

اختیار کرنے کی جو بے اختیار کشش میرے دل میں ہوتی تھی اس کی حقیقت کو بھی اب میں سمجھا ہوں کہ یہ میرے کام میں داخل تھا ورنہ جب تک اللہ تعالیٰ ایک فطرتی جوش اس کے لئے میری روح میں نہ رکھ دیتا میں کیونکر اسے سرانجام دے سکتا تھا۔

اب میں آپ سے مشورہ چاہتا ہوں کہ تبلیغ کیلئے کیا کِیا جاوے۔

میں جو کچھ اس کے متعلق ارادہ رکھتا ہوں وہ میں بتا دیتا ہوں۔ اگر تم سوچو اور غور کرو کہ اس کی تکمیل کی کیا صورتیں ہوسکتی ہیں اور ان تجاویز کو عملی رنگ میں لانے کے واسطے کیا کرنا چاہئے۔

## ہر زبان کے مبلّغ ہوں

میں چاہتا ہوں کہ ہم میں ایسے لوگ ہوں جو ہر ایک زبان کے سیکھنے والے اور پھر جاننے والے ہوں تا کہ ہم ہر ایک زبان میں آسانی کے ساتھ تبلیغ کر سکیں۔ اس کے متعلق میرے بڑے بڑے ارادے اور تجاویز ہیں اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل پر یقین رکھتا ہوں کہ خدا نے زندگی دی اور توفیق دی اور پھر اپنے فضل سے اسباب عطا کئے اور ان اسباب سے کام لینے کی توفیق ملی تو اپنے وقت پر ظاہر ہو جاویں گے۔ غرض میں تمام زبانوں اور تمام قوموں میں تبلیغ کا ارادہ رکھتا ہوں اس لئے کہ یہ میرا کام ہے کہ تبلیغ کروں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ بڑا ارادہ ہے اور بہت کچھ چاہتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا ہی کے حضور سے سب کچھ آوے گا۔ میرا خدا قادر ہے جس نے یہ کام میرے سپرد کیا ہے وہی مجھے اس سے عُہدہ برآء ہونے کی توفیق اور طاقت دے گا کیونکہ ساری طاقتوں کا مالک تو وہ آپ ہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مقصد کے لئے بہت روپیہ کی ضرورت ہے بہت آدمیوں کی ضرورت ہے مگر اس کے خزانوں میں کس چیز کی کمی ہے؟ کیا اس سے پہلے ہم اس کے عجائباتِ قدرت کے تماشے دیکھ نہیں چکے؟ یہ جگہ جس کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا اس کے مأمور کے باعث دنیا میں شُہرت یافتہ ہے اور جس طرح پر خدا نے اُس سے وعدہ کیا تھا ہزاروں نہیں لاکھوں لاکھ روپیہ اس کے کاموں کی تکمیل کے لئے اُس نے آپ بھیج دیا۔ اُس نے وعدہ کیا تھا۔ يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ تیری مدد ایسے لوگ کریں گے جن کو ہم خود وحی کریں گے۔ پس میں جب کہ جانتا ہوں کہ جو کام میرے سپرد ہوا ہے یہ اُسی کا کام ہے اور میں نے یہ کام خود اس سے طلب نہیں کیا خدا نے خود دیا ہے تو وہ انہی رِجال کو وحی کرے گا جو مسیح موعود علیہ السلام کے وقت وحی کئے جاتے تھے۔

پس میرے دوستو! روپیہ کے معاملہ میں گھبرانے اور فکر کرنے کی کوئی بات نہیں وہ آپ

سامان کرے گا۔ آپ اُن سعادت مند روحوں کو میرے پاس لائے گا جو ان کاموں میں میری مددگار ہونگی۔

میں خیالی طور پر نہیں کامل یقین اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ ان کاموں کی تکمیل و اجراء کے لئے کسی محاسب کی تحریکیں کام نہیں دیں گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام سے خود وعدہ کیا ہے کہ یَنۡصُرُكَ رِجَالٌ نُوۡحِیۡ اِلَیۡهِمۡ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کو ہم وحی کریں گے۔ پس ہمارے محاسب کا عہدہ خود خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے اور وعدہ فرمایا ہے کہ روپیہ دینے کی تحریک ہم خود لوگوں کے دلوں میں کریں گے۔ ہاں جمع کا لفظ استعمال کر کے بتایا کہ بعض انسان بھی ہماری اس تحریک کو پھیلا کر ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔ پس خدا آپ ہی ہمارا محاسب اور محصّل ہوگا اسی کے پاس ہمارے سب خزانے ہیں۔ اس نے آپ ہی وعدہ کیا ہے۔ یَنۡصُرُكَ رِجَالٌ نُوۡحِیۡ اِلَیۡهِمۡ پھر ہمیں کیا فکر ہے؟ ہاں ثواب کا ایک موقع ہے۔ مبارک وہ جو اس سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔

## ہندوستان میں تبلیغ

تبلیغ کے سلسلہ میں مَیں چاہتا ہوں کہ ہندوستان کا کوئی قصبہ یا گاؤں باقی نہ رہے جہاں ہماری تبلیغ نہ ہو۔ ایک بھی بستی باقی نہ رہ جاوے جہاں ہمارے مبلّغ پہنچ کر خدا تعالیٰ کے اس سلسلہ کا پیغام نہ پہنچا دیں اور خوب کھول کھول کر اُنہیں نہ سنا دیں۔ یہ کام معمولی نہیں اور آسان بھی نہیں ہاں اس کو آسان بنا دینا اور معمولی کر دینا خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم لوگوں کو منوا دیں البتہ یہ کام ہمارا ہے اور ہونا چاہئے کہ ہم انہیں حق پہنچا دیں وہ مانیں نہ مانیں یہ اُن کا کام ہے وہ اگر اپنا فرض پورا نہیں کرتے تو اس کے یہ معنے نہیں کہ ہم بھی اپنا فرض پورا نہ کریں۔

اس موقع پر مجھے ایک بزرگ کا واقعہ یاد آیا کہتے ہیں کہ ایک بزرگ بیس ۲۰ برس سے دعا کر رہے تھے وہ ہر روز دعا کرتے اور صبح کے قریب اُن کو جواب ملتا مانگتے رہو میں تو کبھی بھی تمہاری دعا قبول نہیں کروں گا۔ بیس برس گزرنے پر ایک دن ان کا کوئی مرید بھی ان کے ہاں مہمان آیا ہوا تھا اس نے دیکھا کہ پیر صاحب رات بھر دعا کرتے ہیں اور صبح کے قریب ان کو یہ آواز آتی ہے۔ یہ آواز اس مرید نے بھی سنی۔ تیسرے دن اس نے عرض کیا کہ جب اس قسم کا سخت جواب آپ کو ملتا ہے تو پھر آپ کیوں دعا کرتے رہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ تُو بہت بے استقلال معلوم ہوتا ہے بندے کا کام ہے دعا کرنا۔ خدا تعالیٰ کا کام ہے قبول کرنا۔ مجھے اس

سے کیا غرض کہ وہ قبول کرتا ہے یا نہیں۔ میرا کام دعا کرنا ہے سو میں کرتا رہتا ہوں میں تو بیس ۲۰ سال سے ایسی آوازیں سُن رہا ہوں۔ میں تو کبھی نہیں گھبرایا تُو تین دن میں گھبرا گیا۔ دوسرے دن خدا تعالیٰ نے اُسے فرمایا کہ میں نے تیری وہ ساری دعائیں قبول کر لیں جو تُو نے بیس سال کے اندر کی ہیں۔

غرض ہمارا کام پہنچا دینا ہے اور محض اس وجہ سے کہ کوئی قبول نہیں کرتا ہمیں تھکنا اور رُکنا نہیں چاہئے کیونکہ ہمارا کام منوانا نہیں ہم کو تو اپنا فرض ادا کرنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم کہہ سکیں کہ ہم نے پہنچا دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ اور آپ کا کام اتنا ہی فرمایا بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ جو تم پر نازل ہوا اسے پہنچاؤ پس ہمیں اپنا کام کرنا چاہئے۔ جب منوانا ہمارا کام نہیں تو دوسرے کے کام پر ناراض ہو کر اپنا کام کیوں چھوڑیں؟ ہم کو اللہ تعالیٰ کے حضور سُرخرو ہونے کیلئے پیغام حق پہنچا دینا چاہئے۔ پس ایسی تجویز کرو کہ ہر قصبہ اور شہر اور گاؤں میں ہمارے مبلّغ پہنچ جاویں۔ اور زمین و آسمان گواہی دے دیں کہ تم نے اپنا فرض ادا کر دیا اور پہنچا دیا۔

دوم۔ ہندوستان سے باہر ہر ایک ملک میں ہم اپنے واعظ بھیجیں مگر میں اس بات کے کہنے سے نہیں ڈرتا کہ اس تبلیغ سے ہماری غرض سلسلہ احمدیہ کی صورت میں اسلام کی تبلیغ ہو۔ میرا یہی مذہب ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس رہ کر اندر باہر ان سے بھی یہی سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اسلام کی تبلیغ یہی میری تبلیغ ہے پس اُس اسلام کی تبلیغ کرو جو مسیح موعودؑ لایا۔ حضرت صاحب اپنی ہر ایک تحریر میں اپنا ذکر فرماتے تھے اور ہم مسیح موعودؑ کے ذکر کے بغیر زندہ اسلام پیش کر بھی کب سکتے ہیں پس جو لوگ مسیح موعود کی تبلیغ کا طریق چھوڑتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے کمزوری ہے ان پر حُجت پوری ہو چکی ہے حضرت صاحب کی ایک تحریر ملی ہے جو مولوی محمد علی صاحب کو ہی مخاطب کر کے فرمائی تھی۔ اور وہ یہ ہے۔

''اخبار بدر جلد ۶ نمبر ۸ مؤرخہ ۲۱۔ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۴۔ ۱۳۔ فروری ۱۹۰۷ء مولوی محمد علی صاحب کو بلا کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ یورپ امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنے کے واسطے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جائے اور یہ آپ کا کام ہے۔ آج کل ان ملکوں میں جو اسلام نہیں پھیلتا اور اگر کوئی مسلمان ہوتا بھی ہے تو وہ بہت کمزوری کی حالت میں

رہتا ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ وہ لوگ اسلام کی اصل حقیقت سے واقف نہیں ہیں اور نہ ان کے سامنے اصل حقیقت کو پیش کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کا حق ہے کہ ان کو حقیقی اسلام دکھلایا جائے جو خدا تعالیٰ نے ہم پر ظاہر کیا ہے۔ وہ امتیازی باتیں جو خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ میں رکھی ہیں وہ ان پر ظاہر کرنی چاہئیں اور خدا تعالیٰ کے مکالمات اور مخاطبات کا سلسلہ ان کے سامنے پیش کرنا چاہئے اور ان سب باتوں کو جمع کیا جائے جن کے ساتھ اسلام کی عزت اس زمانہ میں وابستہ ہے۔ ان تمام دلائل کو ایک جگہ جمع کیا جائے جو اسلام کی صداقت کے واسطے خدا تعالیٰ نے ہم کو سمجھائے ہیں۔ اس طرح ایک جامع کتاب تیار ہو جائے تو امید ہے کہ اس سے ان لوگوں کو بہت فائدہ حاصل ہو''۔

اب بتاؤ کہ جب مسیح موعود علیہ السلام نے خود یورپ میں تبلیغِ اسلام کا طریق بتا دیا ہے تو پھر کسی نئے طریق کو اختیار کرنے کی کیا وجہ ہے۔ افسوس ہے جن کو اس کام کے لائق سمجھ کر ہدایت کی گئی تھی وہی اور راہ اختیار کر رہے ہیں۔ یہ غلط ہے کہ لوگ وہاں سلسلہ کی باتیں سننے کو تیار نہیں۔ ایک دوست کا خط آیا ہے کہ لوگ سلسلہ کی باتیں سننے کو تیار ہیں کیونکہ ایسی جماعتیں وہاں پائی جاتی ہیں جو مسیح کی آمد کی انہیں دنوں میں منتظر ہیں۔ ایسا ہی ریویو کو پڑھ کر بعض خطوط آتے ہیں۔ سویڈن اور انگلستان سے بھی آتے ہیں ایک شخص نے مسیح کے کشمیر آنے کا مضمون پڑھ کر لکھا ہے کہ اسے الگ چھپوایا جائے اور دو ہزار مجھے بھیجا جائے میں اسے شائع کروں گا یہ ایک جرمن یا انگریز کا خط ہے۔ ایسی سعادت مند روحیں ہیں جو سننے کو موجود ہیں مگر ضرورت ہے سنانے والوں کی۔

میں یورپ میں تبلیغ کے سوال پر آج تک خاموش رہا اس کی یہ وجہ نہ تھی کہ میں اس سوال کا فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔ نہیں بلکہ میں نے احتیاط سے کام لیا کہ جو لوگ وہاں گئے ہیں وہ وہاں کے حالات کا بہترین علم رکھتے ہیں میں چونکہ وہاں نہیں گیا اس لئے مجھے خاموش رہنا چاہئے لیکن جو لوگ وہاں گئے ان میں سے بعض نے لکھا ہے کہ حضرت صاحب کا ذکر لوگ سنتے ہیں اور ہماری تبلیغ میں حضرت صاحب کا ذکر ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ خود حضرت صاحب نے یورپ میں تبلیغ کیلئے یہی فرمایا کہ اس سلسلہ کو پیش کیا جاوے اور جو کشف آپ نے دیکھا تھا اس کے بھی یہی معنی کئے کہ میری تحریریں وہاں پہنچیں گی۔ ان تمام امور پر غور کر کے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ممالک غیر اور یورپ میں بھی اس سلسلہ کی اشاعت ہو اور ہمارے مبلّغ وہاں جا کر انہیں بتائیں کہ تمہارا مذہب مُردہ ہے اس میں زندگی کی روح نہیں ہے۔ زندہ مذہب صرف اسلام ہے

جس کی زندگی کا ثبوت اِس زمانہ میں بھی ملتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نازل ہوئے۔ غرض وہاں بھی سلسلہ کا پیغام پہنچایا جاوے اور جہاں ہم سرِ دست واعظ نہیں بھیج سکتے وہاں ٹریکٹ اور چھوٹے چھوٹے رسالے چھپوا کر تقسیم کریں۔

## اشتہاری تبلیغ کا جوش

چونکہ مجھے تبلیغ کیلئے خاص دلچسپی رہی ہے اس دلچسپی کے ساتھ عجیب عجیب ولولے اور جوش پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اور اس تبلیغی عشق نے عجیب عجیب ترکیبیں میرے دماغ میں پیدا کی ہیں۔ ایک بار خیال آیا کہ جس طرح پر اشتہاری تاجر اخبارات میں اپنا اشتہار دیتے ہیں میں بھی چین کے اخبارات میں ایک اشتہار تبلیغِ سلسلہ کا دوں اور اس کی اُجرت دے دوں تا کہ ایک خاص عرصہ تک وہ اشتہار چھپتا رہے۔ مثلاً یہی اشتہار کہ ''مسیح موعود آ گیا'' بڑی موٹی قلم سے اِس عنوان سے ایک اشتہار چھپتا رہے۔ غرض میں اس جوش اور عشق کا نقشہ الفاظ میں نہیں کھینچ سکتا جو اس مقصد کے لئے مجھے دیا گیا ہے یہ ایک نمونہ ہے اس جوش کے پورا کرنے کا۔ ورنہ یہ ایک لطیفہ ہی ہے اس تجویز کے ساتھ ہی مجھے بے اختیار ہنسی آئی کہ یہ اشتہاری تبلیغ بھی عجیب ہوگی۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی تبلیغِ سلسلہ کیلئے عجیب عجیب خیال آتے تھے اور وہ دن رات اسی فکر میں رہتے تھے کہ یہ پیغام دنیا کے ہر کونے میں پہنچ جاوے۔ ایک مرتبہ آپ نے تجویز کی کہ ہماری جماعت کا لباس ہی الگ ہو تا کہ ہر شخص بجائے خود ایک تبلیغ ہو سکے اور دوستوں کو ایک دوسرے کی ناواقفی میں شناخت آسان ہو۔ اس پر مختلف تجویزیں ہوتی رہیں۔ میں خیال کرتا ہوں شاید اسی بناء پر لکھنؤ کے ایک دوست نے اپنی ٹوپی پر احمدی لکھوالیا۔ غرض تبلیغ ہو اور کونہ کونہ میں ہو کوئی جگہ باقی نہ رہے یہ جوش یہ تجویزیں اور کوشش ہماری نہیں یہ حضرت صاحب ہی کی ہیں اور سب کچھ انہیں کا ہے۔ ہمارا تو کچھ بھی نہیں۔

## مبلّغ کہاں سے آویں

جب ہم چاہتے ہیں کہ دنیا کے ہر گوشہ اور ہر قوم اور ہر زبان میں ہماری تبلیغ ہو تو دوسرا سوال جو قدرتاً پیدا ہوتا ہے یہ ہوگا کہ تبلیغ کے لئے مبلّغ کہاں سے آویں؟ یہ وہ سوال ہے جس نے ہمیشہ میرے دل کو دکھ میں رکھا ہے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی یہ تڑپ رکھتے تھے کہ اخلاص کے ساتھ تبلیغ کرنے والے ملیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی بھی یہ آرزو رہی۔ اسی خواہش نے اسی جگہ اسی مسجد میں مدرسہ احمدیہ کی بنیاد مجھ سے رکھوائی اور اسی مسجد میں بڑے زور سے اس کی مخالفت کی گئی لیکن میری کوئی ذاتی خواہش

اور غرض نہ تھی محض اعلائے سلسلہ کی غرض سے میں نے یہ تحریک کی تھی۔ باوجود یہ کہ بڑے بڑے آدمیوں نے مخالفت کی آخر اللہ تعالیٰ نے اس مدرسہ کو قائم کر ہی دیا۔ اُس وقت سمجھنے والوں نے نہ سمجھا کہ اس مدرسہ کی کس قدر ضرورت ہے اور مخالفت میں حصہ لیا۔ میں دیکھتا تھا کہ علماء کے قائم مقام پیدا نہیں ہوتے۔ میرے دوستو! یہ معمولی مصیبت اور دکھ نہیں ہے کیا تم چاہتے ہو۔ ہاں کیا تم چاہتے ہو کہ فتویٰ پوچھنے کیلئے تم ندوہ اور دوسرے غیر احمدی مدرسوں یا علماء سے سوال کرتے پھرو۔ جو تم پر کفر کے فتوے دے رہے ہیں؟ دینی علوم کے بغیر قوم مُردہ ہوتی ہے پس اس خیال کو مدنظر رکھ کر باوجود پُر جوش مخالفت کے میں نے مدرسہ احمدیہ کی تحریک کو اُٹھایا اور خدا کا فضل ہے کہ وہ مدرسہ دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ لیکن ہمیں تو اِس وقت واعظ اور معلّموں کی ضرورت ہے مدرسہ سے تعلیم یافتہ نکلیں گے اور انشاء اللہ وہ مفید ثابت ہونگے مگر ضرورتیں ایسی ہیں کہ ابھی ملیں۔ میرا اپنا دل تو چاہتا ہے کہ گاؤں گاؤں ہمارے علماء اور مفتی ہوں جن کے ذریعہ علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری ہو اور کوئی بھی احمدی باقی نہ رہے جو پڑھا لکھا نہ ہو اور علوم دینی سے واقف نہ ہو۔ میرے دل میں اس غرض کے لئے بھی عجیب عجیب تجویزیں ہیں جو خدا چاہے گا تو پوری ہو جائیں گی۔

غرض یہ ضروری سوال ہے کہ مبلّغ کہاں سے آویں؟ اور پھر چونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہر قوم اور ہر زبان میں ہماری تبلیغ ہو اس لئے ضرورت ہے کہ مختلف زبانیں سکھائی جاویں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی میں مَیں نے ارادہ کیا تھا کہ بعض ایسے طالب علم ملیں جو سنسکرت پڑھیں اور پھر وہ ہندوؤں کے گاؤں میں جا کر کوئی مدرسہ کھول دیں اور تعلیم کے ساتھ تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھیں اور ایک عرصہ تک وہاں رہیں جب اسلام کا بیج بویا جائے تو مدرسہ کسی شاگرد کے سپرد کر کے آپ دوسری جگہ جا کر کام کریں۔ غرض جس رنگ میں تبلیغ آسانی سے ہو سکے کریں۔

اس قسم کے لوگوں کی بہت بڑی ضرورت ہے جو خدمتِ دین کیلئے نکل کھڑے ہوں۔ یہ ضرورت کس طرح پوری ہو ایک سہل طریق خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں ایک مدرسہ ہو تم باہم مل کر اس کے لئے مشورہ کرو۔ پھر میں غور کروں گا میں پھر کہتا ہوں کہ میں تم سے جو مشورہ کر رہا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے نیچے کر رہا ہوں۔ قرآن مجید میں اس نے فرمایا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اٰل عمران: ۱۶۰) پس تم مشورہ کر کے مجھے بتاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ جو کچھ میرے دل میں ڈالے گا میں اس پر تَوَكُّلًا عَلَى اللّٰهِ

عزم کروں گا۔ غرض ایک مدرسہ ہو، اس میں ایک ایک مہینے یا تین تین مہینے کے کورس ہوں، اس عرصہ میں مختلف جگہ سے لوگ آ جاویں اور وہ کورس پورا کر کے اپنے وطنوں کو چلے جاویں اور وہاں جا کر اپنے اس کورس کے موافق سلسلہ تبلیغ کا جاری کریں۔ پھر ان کی جگہ ایک اور جماعت آ وے اور وہ بھی اسی طرح اپنا کورس پورا کر کے چلی جاوے۔ سال تک برابر اسی طرح ہوتا رہے پھر اسی طریق پر وہ لوگ جو پہلے سال آئے تھے آتے رہیں۔ اس طرح پر ان کی تکمیل ہو اور ساتھ ہی وہ تبلیغ کرتے رہیں۔ میں اس مقصد کیلئے خاص استاد مقرر کروں گا اور جو لوگ اس طرح پر آتے رہیں گے وہ برابر پڑھتے رہیں گے۔ یہ تعلیم کا ایک ایسا ہی طریق ہے جیسا کہ میدانِ جنگ میں نماز کا ہے۔ اِس وقت بھی دشمن سے جنگ ہے اب تیر وتفنگ کی لڑائی نہیں بلکہ دلائل اور براہین سے ہو رہی ہے اس لئے اِنہی ہتھیاروں سے ہم کو مسلّح ہونا چاہئے اور اس کی یہ ایک صورت ہے۔

غرض ایک سال کا کورس ختم ہونے کے بعد پھر پہلی جماعت آئے اور کورس ختم کرے ایک ایک سال کے لئے ذخیرہ موجود ہوگا۔ حتّٰی کہ چار پانچ ۶، ۷ سال میں جب تک خدا چاہے کام کرتے رہیں اتنے عرصہ میں مبلّغ تیار ہو جاویں گے۔ یہ ایک طریق ہے یہ ایک رنگ ہے پس تم غور کرو کہ ایک مدرسہ اس قسم کا چاہئے۔

## واعظین کا تقرر

واعظین کے تقرر کی بھی ضرورت ہے اور میری رائے یہ ہے کہ کم از کم دس تو ہوں۔ ان کو مختلف جگہ بھیج دیا جاوے۔ مثلاً ایک سیالکوٹ چلا جاوے وہ وہاں جا کر درس دے اور تبلیغ کرے تین ماہ تک وہاں رہے اور پھر دوسری جگہ چلا جاوے۔ کسی جگہ ایک آدھ دن کے لیکچر یا وعظ کی بجائے یہ سلسلہ زیادہ مفید ہوسکتا ہے واعظین کم از کم دس ہوں اور اگر یہ بھی نہ مل سکیں تو کم از کم پانچ ہی ہوں۔

## قوم لوط کا واقعہ

اس موقع پر مجھے ایک خطرناک واقعہ یاد آ گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر جب عذاب آیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی ''تب ابرھام نزدیک جا کے بولا۔ کیا تُو نیک کو بد کے ساتھ ہلاک کرے گا؟ شاید پچاس صادق اس شہر میں ہوں۔ کیا تُو اسے ہلاک کرے گا اور ان پچاس صادقوں کی خاطر جو اس کے درمیان ہیں۔ اس مقام کو نہ چھوڑے گا؟ ایسا کرنا تجھ سے بعید ہے کہ نیک کو بد کے ساتھ مار ڈالے اور نیک بد کے برابر ہو جاویں یہ تجھ سے بعید ہے! کیا تمام دنیا کا انصاف کرنے والا انصاف نہ کرے گا؟ اور خداوند نے کہا کہ اگر میں سدوم میں شہر کے درمیان پچاس صادق پاؤں تو میں ان

کے واسطے تمام مکان کو چھوڑوں گا۔ تب ابرھام نے جواب دیا اور کہا کہ اب دیکھ میں نے خداوند سے بولنے میں جرأت کی اگرچہ میں خاک اور راکھ ہوں۔ شاید پچاس صادقوں سے پانچ کم ہوں۔ کیا ان پانچ کے واسطے تُو تمام شہر کو نیست کرے گا؟ اور اس نے کہا اگر میں وہاں پنتالیس پاؤں تو نیست نہ کروں گا۔ پھر اس نے اس سے کہا شاید وہاں چالیس پائے جائیں۔ تب اس نے کہا کہ میں چالیس کے واسطے بھی نہ کروں گا۔ پھر اس نے کہا کہ میں منّت کرتا ہوں کہ اگر خداوند خفا نہ ہوں تو میں پھر کہوں۔ شاید وہاں تیس پائے جائیں وہ بولا اگر میں وہاں تیس پاؤں تو میں یہ نہ کروں گا۔ پھر اس نے کہا دیکھ میں نے خداوند سے بات کرنے میں جرأت کی۔ شاید وہاں بیس پائے جائیں۔ وہ بولا میں بیس کے واسطے بھی اسے نیست نہ کروں گا۔ تب اس نے کہا میں منّت کرتا ہوں کہ خداوند خفا نہ ہوں۔ تب میں فقط اب کی بار پھر کہوں شاید وہاں دس پائے جائیں۔ وہ بولا میں دس کے واسطے بھی اسے نیست نہ کروں گا''۔

(پیدائش باب ۱۸ آیت ۲۳ تا ۳۲ مطبوعہ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی انارکلی لاہور ۱۹۲۲ء)

قرآن شریف میں اس کی نسبت فرمایا فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ (الذّٰریٰت: ۳۷) غرض دس کے ذکر پر مجھے یہ واقعہ یاد آ گیا تو کس قدر افسوس کی بات ہے کہ دس مولوی بھی نہ ملیں یہ بہت ہی رونے اور گڑگڑانے اور دعاؤں کا مقام ہے کیونکہ جب علماء نہ ہوں تو دین میں کمزوری آ جاتی ہے میں تو بہت دعائیں کرتا ہوں کہ اللہ اس نقص کو دور فرماوے۔

یہ تجویز جو میں نے پیش کی ہے قرآن مجید نے ہی اس کو پیش کیا ہے چنانچہ فرمایا فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ (التوبۃ:۱۲۲) سارے مؤمن تو ایک وقت اکٹھے نہیں ہو سکتے اس لئے یہ فرمایا کہ ہر علاقہ سے کچھ لوگ آویں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور رہ کر دین حاصل کر کے اپنی قوم میں جا کر اُنہیں سکھائیں۔ یہ تو میری پہلی تجویز کی تائید قرآن مجید سے ہے یا یوں کہو کہ قرآن مجید کی ہدایت کے موافق میری پہلی تجویز ہے۔

دوسری تجویز بھی قرآن مجید ہی کی ہے چنانچہ فرمایا وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ (اٰل عمران: ۱۰۵) یہ آیت واعظین کی ایک ایسی جماعت کی تائید کرتی ہے جس کا کام ہی تبلیغ ہو۔

## تعلیمِ شرائع

ان امور کے بعد پھر تعلیم شرائع کا کام آتا ہے جب تک قوم کو شریعت سے واقفیت نہ ہو انہیں معلوم نہ ہو کہ انہوں نے کیا کرنا ہے عملی حالت کی اصلاح

مشکل ہوتی ہے اس لئے خلیفہ کے کاموں میں تعلیمِ شرائع ضروری ہے میں نے ایک شخص کو دیکھا جو بیعت کرنے لگا اس کو کلمہ بھی نہیں آتا تھا اس لئے ضروری ہے کہ ہماری جماعت کا کوئی فرد باقی نہ رہے جو ضروری باتیں دین کی نہ جانتا ہو۔ پس اس تعلیم شرائع کے انتظام کی ضرورت ہے۔ یہ کام کچھ تو مبلّغین اور واعظین سے لیا جاوے۔ وہ ضروری دینی مسائل سے قوم کو واقف کرتے رہیں۔ میں نے ایسے آدمیوں کو دیکھا ہے جو قوم میں لیڈر کہلاتے ہیں وہ نماز نہیں پڑھنا جانتے اور بعض اوقات عجیب عجیب قسم کی غلطیاں کرتے ہیں اور نمازیں پڑھنی نہیں آتی ہیں اور یقیناً نہیں آتی ہیں۔ کوئی کہہ دیگا کہ یہ (تعدیلِ ارکان) فضول ہیں میں کہتا ہوں کہ خدا نے کیوں فرمایا یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ پس یہ ضروری چیز ہے اور میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر ایک کی حکمت بیان کر سکتا ہوں۔ میں نے حضرت صاحب کو دیکھا ہے کہ جُراب میں ذرا سوراخ ہو جاتا تو فوراً اس کو تبدیل کر لیتے۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ لوگ ایسی پھٹی ہوئی جُرابوں پر بھی جن کی ایڑی اور پنجہ دونوں نہیں ہوتے مسح کرتے چلے جاتے ہیں یہ کیوں ہوتا ہے؟ شریعت کے احکام کی واقفیت نہیں ہوتی۔ اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ رخصت اور جواز کے صحیح محل کو نہیں سمجھتے۔

مجھے ایک دوست نے ایک لطیفہ سنایا کہ کسی مولوی نے ریشم کے کنارے والا تہ بند پہنا ہوا تھا اور وہ کنارہ بہت بڑا تھا میں نے ان سے کہا کہ ریشم تو منع ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ کہاں لکھا ہے؟ میں نے کہا کہ آپ لوگوں سے ہی سنا ہے کہ چار انگلیوں سے زیادہ نہ ہو مولوی صاحب نے کہا کہ چار انگلیاں ہماری تمہاری نہیں بلکہ حضرت عمرؓ کی ان کی چار انگلیاں ہماری بالشت کے برابر تھیں۔ اسی طرح انسان خیالی شریعتیں قائم کرتا ہے۔ یہ خوف کا مقام ہے ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جب انسان حدودِ شرائع سے واقف ہو اور خدا کا خوف دل میں ہو۔ یہ مت سمجھو کہ چھوٹے چھوٹے احکام میں اگر پرواہ نہ کی جاوے تو کوئی حرج نہیں یہ بڑی بھاری غلطی ہے جو شخص چھوٹے سے چھوٹے حکم کی پابندی نہیں کرتا وہ بڑے سے بڑے حکم کی بھی پابندی نہیں کر سکتا۔ خدا کے حکم سب بڑے ہیں بڑوں کی بات بڑی ہی ہوتی ہے جن احکام کو لوگ چھوٹا سمجھتے ہیں ان سے غفلت اور بے پرواہی بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے بعض چھوٹے چھوٹے احکام بتائے ہیں مگر ان کی عظمت میں کمی نہیں آتی۔ طالوت کا واقعہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ ایک نہر کے ذریعہ قوم کا امتحان ہو گیا۔ سیر ہو کر پینے والوں کو کہہ دیا فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ اب ایک سطحی خیال کا آدمی تو یہی کہے گا کہ پانی پی لینا کونسا جرم

تھا۔ مگر نہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سکھانا مقصود تھا۔ وہ جنگ کیلئے جا رہے تھے اس لئے یہ امتحان کا حکم دے دیا اگر وہ اس چھوٹے سے حکم کی اطاعت کرنے کے بھی قابل نہ ہوں گے تو پھر میدانِ جنگ میں کہاں مانیں گے؟ بہر حال اللہ تعالیٰ کے تمام احکام میں حکمتیں ہیں اور اگر انسان ان پر عمل کرتا رہے تو پھر اللہ تعالیٰ ایمان نصیب کر دیتا ہے اور اپنے فضل کے دروازے کھول دیتا ہے (چونکہ وقت زیادہ ہو گیا تھا آپ نے فرمایا کہ گھبرانا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بعض وقت لمبی تقریر کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے آپ لوگوں کو جس غرض کیلئے جمع کیا گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ پورے طور پر اس سے واقف ہو جاویں۔)

غرض شرائع میں حکمتیں ہیں اگر ان کی حقیقت معلوم نہ ہو تو بعض وقت اصل احکام بھی جاتے رہتے ہیں اور پھر غفلت اور سُستی پیدا ہو کر مٹ جاتے ہیں۔ کسی جنٹلمین نے لکھ دیا کہ نماز کسی بنچ یا کرسی پر بیٹھ کر ہونی چاہئے کیونکہ پتلون خراب ہو جاتی ہے دوسرے نے کہہ دیا کہ وضوء کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ اس سے کفیں وغیرہ خراب ہو جاتی ہیں۔ جب یہاں تک نوبت پہنچی تو رکوع اور سجدہ بھی ساتھ ہی گیا۔ اگر کوئی شخص ان کو حکمت سکھانے والا ہوتا اور انہیں بتاتا کہ نماز کی حقیقت یہ ہے، وضوء کے یہ فوائد ہیں اور رکوع اور سجود میں یہ حکمتیں ہیں تو یہ مصیبت کیوں آتی اور اس طرح وہ دین کو کیوں خیر باد کہتے۔ مسلمانوں نے شرائع کی حکمتوں کے سیکھنے کی کوشش نہیں کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت لوگ مرتد ہو رہے ہیں اگر کوئی عالم ان کو حکمتوں سے واقف کرتا تو کبھی دہریت اور ارتداد نہ پھیلتا۔

یہاں اسی مسجد والے مکان کے مالک (یہ مسجد والا مکان مرزا امام الدین وغیرہ سے خریدا تھا۔ مؤلف) حضرت صاحب کے چچا کا بیٹا مرزا امام الدین دہریہ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک مرتبہ ان سے پوچھا کہ مرزا صاحب! کبھی یہ خیال بھی آیا ہے کہ اسلام کی طرف توجہ کرنی چاہئے؟ کہنے لگا کہ میری فطرت بچپن سے ہی سلیم تھی لوگ جب نماز پڑھتے اور رکوع سجود کرتے تو مجھے ہنسی آتی تھی کہ یہ کیا کرتے ہیں۔ یہ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ انہیں کسی نے حکمت نہ سکھائی۔ شرائع اسلام کی حقیقت سے واقف نہ کیا نتیجہ یہ ہوا کہ دہریہ ہو گیا سو یہ کام خلیفہ کا ہے کہ حکمت سکھائے اور چونکہ وہ ہر جگہ تو جا نہیں سکتا اس لئے ایک جماعت ہو جو اس کے پاس رہ کر ان حکمتوں اور شرائع کے حدود کو سیکھے پھر وہ اس کے ماتحت لوگوں کو سکھائے تا کہ لوگ گمراہ نہ ہوں۔ اس زمانہ میں اس کی خصوصیت سے ضرورت ہے کہ لوگ جدید علوم پڑھ کر ہوشیار ہو رہے ہیں

عیسائیوں نے اسلام پر اعتراض کیا ہے کہ عبادات کے ساتھ مادی امور کو شامل کیا ہے۔ انہیں چونکہ شریعت کی حقیقت کی خبر نہیں اس لئے دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ پس ضرورت ہے کہ واعظ مقرر ہوں جو شرائع کی تعلیم دیں اور ان کی حکمت سے لوگوں کو آگاہ کریں۔

## تعلیمُ العقائد کی کتاب

اس کے سوا ایک اور ضروری بات ہے حضرت صاحب کو اس کے متعلق بڑی توجہ تھی مگر لوگوں نے بھلا دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پھر حضرت خلیفۃ المسیح نے توجہ دلائی مگر لوگوں نے پھر بھلا دی۔ میں اب پھر یاد دلاتا ہوں اور اِنۡشَاءَ اللّٰہُ الۡعَزِیۡز میں اس کو یاد رکھوں گا اور یاد دلاتا رہوں گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی تکمیل کے کام سے بُرخرو کر دے۔ میں نے حضرت صاحب سے بارہا یہ خواہش سنی تھی کہ ایسا رسالہ ہو جس میں عقائدِ احمدیہ ہوں اگر ایسا رسالہ تیار ہو جائے تو آئے دن کے جھگڑے فیصل ہو جائیں اور پھر نزاعیں برپا نہ ہوں۔

میں چاہتا ہوں کہ علماء کی ایک مجلس قائم کروں اور وہ حضرت صاحب کی کتابوں کو پڑھ کر اور آپ کی تقریروں کو زیرِ نظر رکھ کر عقائدِ احمدیہ پر ایک کتاب لکھیں اور اس کو شائع کیا جاوے اس وقت جو بحثیں چھڑتی ہیں جیسے کفر و اسلام کی بحث کسی نے چھیڑ دی اس سے اس قسم کی تمام بحثوں کا سدِّ باب ہو جائے گا لیکن اب جبکہ کوئی ایسی مستند اور جامع کتاب موجود نہیں مختلف جھگڑے آئے دن ہوتے رہتے ہیں کوئی کہتا ہے حضرت صاحب مسیح ناصری سے افضل تھے دوسرا کہتا ہے نہیں اس کی جڑ یہی ہے کہ لوگوں کو واقفیت نہیں۔ مگر جب ایسی جامع کتاب علماء کی ایک مجلس کے کامل غور کے بعد شائع ہو جاوے گی تو سب کے سب اسے اپنے پاس رکھیں گے اور اس طرح پر عقائد میں اِنۡشَاءَ اللّٰہُ اختلاف نہیں ہوگا۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقِ وعظ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق یہ تھا کہ آپ بہت ہی مختصر وعظ فرماتے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ وعظ فرما رہے ہیں اور ظہر کا وقت آ گیا۔ پھر نماز پڑھ لی۔ پھر وعظ کرنے لگے اور عصر کا وقت آ گیا پھر نماز پڑھ لی۔ پس آج کا وعظ اسی سنت پر عمل معلوم ہوتا ہے۔ میں جب یہاں آیا ہوں تو بیت الدعا میں دعا کر کے آیا تھا کہ میرے منہ سے کوئی بات ایسی نہ نکلے جو ہدایت کی بات نہ ہو۔ ہدایت ہو اور لوگ ہدایت سمجھ کر مانیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ وقت زیادہ ہو گیا ہے اور میں اپنے آپ کو روکنا چاہتا ہوں مگر باتیں آ رہی ہیں اور مجھے بولنا پڑتا ہے۔ پس میں

انہیں ربانی تحریک سمجھ کر اور اپنی دعا کا نتیجہ یقین کر کے بولنے پر مجبور ہوں غرض تعلیم العقائد کیلئے ایک ایسے رسالہ یا ٹریکٹ کی ضرورت ہے۔ اس کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ دقّت آ رہی ہے کہ کسی نے صرف تریاق القلوب کو پڑھا اور اس سے ایک نتیجہ نکال کر اس پر قائم ہو گیا حقیقۃ الوحی کو نہ دیکھا اب دوسرا آیا اس نے حقیقۃ الوحی کو پڑھا اور سمجھا ہے وہ اس کی بناء پر اس سے بحث کرتا ہے اور تیسرا آتا ہے اس نے حضرت صاحب کے تمام اشتہارات کو بھی جن کی تعداد ۱۸۰ سے زیادہ ہے پڑھا ہے وہ اپنے علم کے موافق کلام کرتا ہے۔ مثلاً مجھے اب تک معلوم نہ تھا کہ اشتہارات کی اس قدر تعداد ہے آج ہی معلوم ہوا ہے اور اب اِنْشَاءَ اللّٰہُ میں خود بھی ان تمام اشتہارات کو پڑھوں گا۔

پس ضرورت ہے کہ علماء کی ایک جماعت ہو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھ کر عقائد کے متعلق ایک نتیجہ نکال کر ایک رسالہ میں انہیں جمع کریں۔ وہ تمام عقائد جماعت کو دیئے جاویں اور سب انہیں پڑھیں اور یاد رکھیں۔ یہ اختلاف جو عقائد کے متعلق پیدا ہوتا ہے اِنْشَاءَ اللّٰہُ بالکل مٹ جاوے گا سب کا ایک ہی عقیدہ ہو گا اور اگر پھر اختلاف ہو گا بھی تو نہایت ہی خفیف ہو گا۔ تفرقہ نہ ہو گا جیسے اب ہوا۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس وقت بھی جو اختلاف ہوا وہ عقائد کی وجہ سے نہیں۔ کفر و اسلام کا بہانہ ہے۔ احمدی اور غیر احمدی کے سوال کو خلافت سے کیا تعلق؟ اگر یہ سوال حل ہو جائے تو کیا یہ معترض خلافت کو مانیں گے کبھی نہیں یہ تو غیر احمدیوں کی ہمدردی کو حاصل کرنے اور بعض احمدیوں کو بھڑکانے کیلئے ہے بھلا خیال تو کرو کہ دو میاں بیوی یا بھائی بھائی اگر آپس میں لڑ کر ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں کہ ہمارے ہمسایہ کا کیا مذہب ہے تو یہ عقلمندی ہو گی۔ نہیں یہ مسئلہ صرف ایک آڑ ہے۔

### میری خواہش

میرا دل چاہتا ہے کہ ان خواہشوں کی تکمیل میرے وقت میں ہو جاوے یہ اتحاد کیلئے بڑی ضروری ہیں اگر خدا تعالیٰ نے چاہا جیسا کہ میں اپنے خدا پر بڑی بڑی امیدیں رکھتا ہوں تو سب کچھ ہو جائے گا۔ تعلیمِ شرائع کا انتظام بھی ہو جاوے گا اور حکمت بھی سکھائیں گے اور یہ ساری باتیں قرآن شریف سے ہی اِنْشَاءَ اللّٰہُ بتا دیں گے۔

### تزکیۂ نفوس

ان امور کے بعد اب تزکیہ نفس ہے میں نے کہا ہے کہ قرآن مجید سے اور سورۃ بقرہ کی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ تزکیۂ نفوس کیلئے سب سے بڑا ہتھیار ناقابلِ خطا ہتھیار دعا ہے۔ نماز بھی دعا ہی ہے۔ سورۃ بقرہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

کام تزکیہ بتایا ہے اسے بھی دعا پر ہی ختم کیا ہے اور نماز کے آخری حصہ میں بھی دعائیں ہی ہیں۔

پس تزکیۂ نفوس کیلئے پہلی چیز دعا ہی ہے خدا کے محض فضل سے میں بہت دعائیں کرتا ہوں اور بہت کرتا ہوں تم بھی دعاؤں سے کام لو۔ خدا تعالیٰ زیادہ توفیق دے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ میری اور تمہاری دعاؤں میں فرق ہے جیسے ایک ضلع کے افسر کی رپورٹ کا اور اثر ہوتا ہے۔ لیفٹیننٹ گورنر کا اور، اور وائسرائے کا اور۔ اسی طرح پر اللہ تعالیٰ جس کسی کو منصبِ خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے تم میرے لئے دعا کرو کہ مجھے تمہارے لئے زیادہ دعا کی توفیق ملے اور اللہ تعالیٰ ہماری ہر قسم کی سستی دور کر کے چستی پیدا کرے۔ میں جو دعا کروں گا۔ وہ اِنْشَاءَ اللّٰہُ فرداً فرداً ہر شخص کی دعا سے زیادہ طاقت رکھے گی۔ تزکیۂ نفس کے متعلق کسی نے ایک لطیف بات بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان تین باتوں کا نتیجہ یُزَکِّیْھِمْ ہوتا ہے۔ یعنی قرآن مجید کی تلاوت کرے اور تَعْلِیْمُ الْکِتَابِ وَالْحِکْمَۃِ کرے اس کے بعد اس جماعت میں تزکیہ پیدا ہو جائے گا۔

پھر ایک اور بڑا ذریعہ تزکیۂ نفوس کا ہے جو مسیح موعود علیہ السلام نے کہا ہے اور میرا یقین ہے کہ وہ بالکل درست ہے۔ ہر ہر حرف اس کا سچا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر شخص جو قادیان نہیں آتا یا کم از کم ہجرت کی خواہش نہیں رکھتا اس کی نسبت شبہ ہے کہ اس کا ایمان درست ہو۔ عبدالحکیم کی نسبت یہی فرمایا کرتے تھے کہ وہ قادیان نہ آتا تھا۔ قادیان کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اِنَّـــہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ (تذکرہ صفحہ ۳۱۴) فرمایا یہ بالکل درست ہے کہ یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فرماتے تھے۔

زمینِ قادیان اب محترم ہے
ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے

جب خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا کہ ’’بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے‘‘ تو پھر جہاں وہ پیدا ہوا۔ جس زمین پر چلتا پھرتا رہا اور آخر دفن ہوا کیا وہاں برکت نازل نہ ہوگی؟

یہ جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ وعدہ دیا کہ مکہ میں دجّال نہ جائے گا۔ کیا زمین کی وجہ سے نہیں جائے گا؟ نہیں بلکہ اس لئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں مبعوث ہوئے۔

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے میں نے دیکھا کہ ایک شخص عبدالصمد کھڑا ہے اور کہتا ہے۔

''مبارک ہو قادیان کی غریب جماعت! تم پر خلافت کی رحمتیں یا برکتیں نازل ہوتی ہیں''۔

یہ بالکل درست ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے مقامات دیکھنے سے ایک رقت پیدا ہوتی ہے اور دعا کی تحریک ہوتی ہے اس لئے قادیان میں زیادہ آنا چاہئے۔

پھر دعاؤں کیلئے تعلق کی ضرورت ہے حضرت صاحب کو میں نے دیکھا ہے مگر حضرت خلیفۃ المسیح بچتے تھے اور میں خود بھی بچتا ہوں۔ حضرت صاحب بعض لوگوں کو کہہ دیا کرتے تھے کہ تم ایک نذر مقرر کرو میں دعا کروں گا۔ یہ طریق محض اس لئے اختیار کرتے تھے کہ تعلق بڑھے۔ اس کے لئے حضرت صاحب نے بارہا ایک حکایت سنائی ہے کہ ایک بزرگ سے کوئی شخص دعا کرانے گیا اس کے مکان کا قبالہ گم ہو گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں دعا کروں گا مگر پہلے میرے لئے حلوہ لاؤ۔ وہ شخص حیران تو ہوا مگر دعا کی ضرورت تھی حلوہ لینے چلا گیا اور حلوائی کی دُکان سے حلوہ لیا۔ وہ جب حلوہ ایک کاغذ میں ڈال کر دینے لگا تو وہ چلایا کہ اس کو پھاڑیو نہیں یہ تو میرے مکان کا قبالہ ہے اسی کے لئے وہ دعا کرانا چاہتا تھا۔ غرض وہ حلوہ لے کر گیا اور بتایا کہ قبالہ مل گیا تو اس بزرگ نے کہا میری غرض حلوہ سے صرف یہ تھی کہ تعلق پیدا ہو۔ غرض دعا کیلئے ایک تعلق کی ضرورت ہے اور اس کے لئے اتنا ہی کہتا ہوں کہ خطوط کے ذریعہ یاد دلاتے رہو تا کہ تم مجھے یاد رہو۔

## یُزَکِّیْھِمْ کے دوسرے معنی

اب یُزَکِّیْھِمْ کے دوسرے معنی لو۔ جس میں غرباء و مساکین کی خبر گیری داخل ہے لوگ یہ تو نہیں جانتے کہ میرے پاس ہے یا نہیں مگر جب وہ جانتے ہیں کہ میں خلیفہ ہو گیا ہوں تو حاجتمند تو آتے ہیں اور یہ سیدھی بات ہے کہ جو شخص کسی قوم کا سردار بنے گا اس کے پاس حاجتمند تو آئیں گے۔ اس لئے شریعت نے زکوٰۃ کا انتظام خلیفہ کے سپرد کیا ہے۔ تمام زکوٰۃ اس کے پاس آنی چاہئے تا کہ وہ حاجتمندوں کو دیتا رہے۔ پس چونکہ یہ میرا ایک فرض اور کام ہے کہ میں کمزور لوگوں کی کمزوریوں کو دور کروں اس لئے تمہارا فرض ہونا چاہئے کہ اس میں میرے مددگار رہو۔ ابھی تو جھگڑے ہی ختم نہیں ہوئے مگر پھر بھی کئی سَو کی درخواستیں آ چکی ہیں جن کا مجھے انتظام کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ ابھی میں نے کہا ہے کہ یہ سلسلہ خلیفہ کے ذمہ رکھا ہے کہ ہر قسم کی کمزوریاں دور کرے خواہ

وہ جسمانی ہوں یا مالی، ذہنی ہوں یا علمی اور اس کے لئے سامان چاہئے۔ پس اس کے انتظام کیلئے زکوٰۃ کی مد کا انتظام ہونا ضروری ہے میں نے اس کے انتظام کیلئے یہ تجویز کی ہے کہ زکوٰۃ سے اس قسم کے اخراجات ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں بھی یہ تجویز میں نے پیش کی تھی۔ پہلے تو میں ان سے بے تکلف تھا اور دو دو گھنٹہ تک مباحثہ کرتا رہتا تھا لیکن جب وہ خلیفہ ہو گئے تو کبھی میں ان کے سامنے چوکڑی مار کر بھی نہیں بیٹھا کرتا تھا جاننے والے جانتے ہیں خواہ مجھے تکلیف بھی ہوتی مگر یہ جرأت نہ کرتا اور نہ اونچی آواز سے کلام کرتا۔ کسی ذریعہ سے میں نے انہیں کہلا بھیجا تھا کہ زکوٰۃ خلیفہ کے پاس آنی چاہئے۔ کسی زمانہ میں تو عُشر آتے تھے اب وہ وقت نہیں آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اس شخص کو کہا کہ تم مجھے زکوٰۃ دے دیا کرو میرا یہی مذہب ہے اور میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ زکوٰۃ خلیفہ کے پاس جمع ہو۔

پس تمہیں چاہئے کہ اپنی انجمنوں میں زکوٰۃ کے رجسٹر رکھو اور ہر شخص کی آمدنی تشخیص کر کے اس میں درج کرو اور جو لوگ صاحبِ نصاب ہوں وہ حساب کر کے پوری زکوٰۃ ادا کریں اور وہ براہِ راست انجمن مقامی کے رجسٹروں میں درج ہو کر میرے پاس آ جائے اس کا باقاعدہ حساب کتاب رہے ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ جن زکوٰۃ دینے والوں کے بعض رشتہ دار مستحقِ زکوٰۃ ہوں کہ ان کی مدد زکوٰۃ سے ہوسکتی ہو وہ ایک فہرست اس مطلب کی یہاں بھیج دیں۔ پھر ان کیلئے بھی مناسب مدد یا تو یہاں سے بھیج دی جایا کرے گی یا وہاں ہی سے دے دیئے جانے کا حکم دیا جایا کرے گا۔ بہرحال زکوٰۃ جمع ایک جگہ ہونی چاہئے اور پھر خلیفہ کے حکم کے ماتحت وہ خرچ ہونی چاہئے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر باقاعدہ رجسٹر کھولے گئے اور اس کے جمع کرنے میں کوشش کی گئی تو اس مد میں ہزاروں روپیہ جمع ہوسکتا ہے بلکہ میرا یقین ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں لاکھ سے بھی زیادہ آمدنی ہوسکتی ہے اس طرف زور سے توجہ ہو۔ میں یہ کروں گا کہ مسئلہ زکوٰۃ پر ایک ٹریکٹ لکھوا کر شائع کر دوں گا۔ جس میں زکوٰۃ کے تمام احکام ہوں گے مگر آپ کا یہ کام ہے کہ زکوٰۃ کیلئے باقاعدہ رجسٹر کھول دیں اور نہایت احتیاط اور کوشش سے زکوٰۃ جمع کریں اور وہ زکوٰۃ باقاعدہ میرے پاس آنی چاہئے یہ ایک تجویز ہے۔

## ترقی تعلیم

میں نے بتایا تھا کہ یُزَکِّیۡهِمۡ کے معنوں میں اُبھارنا اور بڑھانا بھی داخل ہے اور اس کے مفہوم میں قومی ترقی داخل ہے اور اس ترقی میں علمی ترقی بھی شامل اور اسی میں انگریزی مدرسہ، اشاعتِ اسلام وَغَیۡرَھُمَا امور آ جاتے ہیں اس سلسلہ میں میرا

خیال ہے کہ ایک مدرسہ کافی نہیں ہے جو یہاں کھولا ہوا ہے اس مرکزی سکول کے علاوہ ضرورت ہے کہ مختلف مقامات پر مدرسے کھولے جائیں۔ زمیندار اس مدرسہ میں لڑکے کہاں بھیج سکتے ہیں۔ زمینداروں کی تعلیم بھی تو مجھ پر فرض ہے پس میری یہ رائے ہے کہ جہاں جہاں بڑی جماعت ہے وہاں سرِ دست پرائمری سکول کھولے جائیں ایسے مدارس یہاں کے مرکزی سکول کے ماتحت ہونگے۔

ایسا ہونا چاہئے کہ جماعت کا کوئی فرد عورت ہو یا مرد باقی نہ رہے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔ صحابہؓ نے تعلیم کیلئے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دفعہ جنگ کے قیدیوں کا فدیہ آزادی یہ مقرر فرمایا ہے کہ وہ مسلمان بچوں کو تعلیم دیں۔ میں جب دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا فضل لے کر آئے تھے تو جوشِ محبت سے روح بھر جاتی ہے آپ نے کوئی بات نہیں چھوڑی۔ ہر معاملہ میں ہماری راہنمائی کی ہے پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح نے بھی اسی نقشِ قدم پر چل کر ہر ایسے امر کی طرف توجہ دلائی ہے جو کسی بھی پہلو سے مفید ہو سکتا ہے۔

غرض عام تعلیم کی ترقی کیلئے سرِ دست پرائمری سکول کھولے جائیں۔ ان تمام مدارس میں قرآن مجید پڑھایا جائے اور عملی دین سکھایا جائے نماز کی پابندی کرائی جائے مومن کسی معاملہ میں پیچھے نہیں رہتا۔ پس تعلیم عامہ کے معاملہ میں ہمیں جماعت کو پیچھے نہیں رکھنا چاہئے اگر اس مقصد کے ماتحت پرائمری سکول کھولے جائیں گے تو گورنمنٹ سے بھی مدد مل سکتی ہے۔

## جماعت کی دُنیوی ترقی

تعلیم کے سوال کے ساتھ ہی یہ بھی قابلِ غور اَمر ہے کہ جماعت کی دُنیوی ترقی ہو۔ ان کو فقر اور سوال سے بچایا جائے اور واعظین تبلیغ اور تعلیمِ شرائع کیلئے جائیں۔ ان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ جماعت کی مالی ترقی کا بھی خیال رکھیں اور یہاں رپورٹ کرتے رہیں کہ احمدی سُست تو نہیں۔ اگر کسی جگہ کوئی شخص سُست پایا جائے تو اس کو کاروبار کی طرف متوجہ کیا جائے۔ مختلف حرفتوں اور صنعتوں کی طرف اُنہیں متوجہ کیا جائے اس قسم کی باقاعدہ اطلاعیں جب ملتی رہیں گی تو جماعت کی اصلاح حال کی کوشش اور تدبیر ہو سکے گی۔

## عملی ضرورت ہے

جب میں نے ان باتوں پر غور کیا تو میں نے دیکھا کہ یہ بہت بڑا میدان ہے میں نے غور کیا تو ڈر گیا کہ باتیں تو بہت کیں اگر عمل

میں سُستی ہو تو پھر کیا ہوگا۔ اور دوسری طرف خیال آیا کہ اگر چستی ہو تو پھر اور قسم کی مشکلات ہیں۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ چل پھر کر خوب واقفیت پیدا کر لیتے تھے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کا قصور تھا وہ جھوٹے ہیں حضرت عثمانؓ بہت بوڑھے تھے اور چل پھر کر وہ کام نہیں کر سکتے تھے جو حضرت عمرؓ کر لیتے تھے پھر میں نے خیال کیا کہ میرا اپنا تو کچھ بھی نہیں جس خدا نے یہ امور اصلاحِ جماعت کیلئے میرے دل میں ڈالے ہیں وہی مجھے توفیق بھی دے دے گا۔ مجھے دے گا تو میرے ساتھ والوں کو بھی دے گا۔

غرض دنیوی ترقی کیلئے مدارس قائم کئے جائیں اور واعظین اپنے دوروں میں اس امر کو خصوصیت سے مدنظر رکھیں کہ جماعتیں بڑھ رہی ہیں یا گھٹ رہی ہیں اور تعلیمی اور دنیوی حالت میں کیا ترقی ہو رہی ہے؟ عملی پابندیوں میں جماعت کی کیسی حالت ہے۔ باہم اخوت اور محبت کے لحاظ سے وہ کس قدر ترقی کر رہے ہیں ان میں باہم نزاعیں اور جھگڑے تو نہیں؟ یہ تمام امور ہیں جن پر واعظوں کو نظر رکھنی ہوگی اور اس کے متعلق مفصّل رپورٹیں میرے پاس آتی رہیں۔

## کالج کی ضرورت

جب مختلف مقامات پر مدرسے کھولے جائیں گے تو اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہمارا اپنا ایک کالج ہو حضرت خلیفۃ المسیح کی بھی یہ خواہش تھی۔ کالج ہی کے دنوں میں کیرکٹر بنتا ہے۔ سکول لائف میں تو چال چلن کا ایک خاکہ کھینچا جاتا ہے اس پر دوبارہ سیاہی کالج لائف ہی میں ہوتی ہے پس ضرورت ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کی زندگیوں کو مفید اور مؤثر بنانے کیلئے اپنا ایک کالج بنائیں۔ پس تم اس بات کو مدنظر رکھو۔ میں بھی غور کر رہا ہوں۔ یہ خلیفہ کے کام ہیں جن کو میں نے مختصراً بیان کیا ہے ان کو کھول کر دیکھو اور ان کے مختلف حصوں پر غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ انجمن کی کیا حقیقت ہے؟ اور خلیفہ کی کیا؟ میں یہ بڑے زور سے کہتا ہوں کہ نہ کوئی انجمن اس قسم کی ہے اور نہ ایسا دعویٰ کر سکتی ہے نہ ہو سکتی ہے نہ خدا نے کبھی کوئی انجمن بھیجی۔

## انجمن اور خلیفہ کی بحث

بعض کہتے ہیں کہ خلیفہ نے انجمن کا حق غصب کر لیا پھر کہتے ہیں کہ یہ لوگ شیعہ ہیں۔ میں جب ان باتوں کو سنتا ہوں تو مجھے افسوس آتا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا۔ کہتے ہیں بیٹے کو خلافت کیوں مل گئی؟ میں حیران ہوں کہ کیا کسی ولی یا نبی کا بیٹا ہونا ایسا ناقابلِ عفو جُرم ہے کہ اس کو کوئی حصہ خدا کے فضل سے نہ ملے اور کوئی عہدہ وہ نہ پائے؟ اگر یہ درست ہے تو پھر نَعُوْذُ بِاللّٰہِ کسی ولی یا نبی کا بیٹا ہونا تو ایک لعنت

ہوئی برکت نہ ہوئی۔ پھر انبیاء علیہم السلام اولاد کی خواہش یونہی کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کی اولاد کی پیشگوئی نَعُوْذُ بِاللّٰہِ لغو کی اور خدا تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام سے جو وعدے کئے وہ برکت کے دعوے نہ تھے۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ) اور اگر یہ پیر پرستی ہے کہ کوئی بیٹا وارث ہو تو پھر اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ پیر کی اولاد کو ذلیل کیا جائے تا کہ پیر پرستی کا الزام نہ آئے پھر احترام اور عزت و تکریم کے دعاوی کس حد تک درست سمجھے جائیں۔

یہ شرم کرنے کا مقام ہے سوچو اور غور کرو۔ میں تمہیں کھول کر کہتا ہوں کہ میرے دل میں یہ خواہش نہ تھی اور کبھی نہ تھی۔ پھر اگر تم نے مجھے گندہ سمجھ کر میری بیعت کی ہے تو یاد رکھو کہ تم ضرور پیر پرست ہو لیکن اگر خدا تعالیٰ نے تمہیں پکڑ کر جھکا دیا ہے تو پھر کسی کو کیا؟

یہ کہنا کہ میں نے انجمن کا حق غصب کر لیا ہے بہت بڑا بول ہے کیا تم کو معلوم نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میں تیری ساری خواہشوں کو پورا کروں گا۔ اب ان لوگوں کے خیال کے موافق تو حضرت صاحب کا منشاء اور خواہش تو یہ تھی کہ انجمن ہی وارث ہے اور خلیفہ ان کے خیال میں بھی نہ تھا تو اب بتاؤ کہ کیا اس بات کے کہنے سے تم اپنے قول سے یہ ثابت نہیں کر رہے ہے کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خدا نے ان کے منشاء کو پورا نہ ہونے دیا۔

سوچ کر بتاؤ کہ شیعہ کون ہوئے؟ شیعہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء تھا کہ حضرت علیؓ خلیفہ ہوں آپ کے خیال و وہم میں بھی نہ تھا کہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ خلیفہ ہوں۔ تو جیسے ان کے اعتقاد کے موافق مسئلہ خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کو لوگوں نے بدل دیا اسی طرح یہاں بھی ہوا۔ افسوس۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی عزت اور عظمت تمہارے دلوں میں ہے کہ تم قرار دیتے ہو کہ وہ اپنے منشاء میں نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ناکام رہے۔ خدا سے ڈرو اور توبہ کرو۔

پھر ایک تحریر لئے پھرتے ہیں اور اس کے فوٹو چھپوا کر شائع کئے جاتے ہیں یہ بھی وہی شیعہ والے قرطاس کے اعتراض کا نمونہ ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے قرطاس نہ لانے دیا۔ اگر قرطاس آ جاتا تو ضرور حضرت علیؓ کی خلافت کا فیصلہ کر جاتے یہ لوگ کہتے ہیں کہ افسوس قرطاس لکھ کر بھی دے گئے پھر بھی کوئی نہیں مانتا بتاؤ شیعہ کون ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وہ قرطاس ہوتا تو کیا بنتا۔ وہی کچھ ہونا تھا جو ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا اور شیعہ کو خلیفہ ثانی پر اعتراض کا موقع ملا۔ یہاں مسیح موعود علیہ السلام نے لکھ کر دیا اور اب اس کے ذریعہ اس کے

خلیفہ ثانی پر اعتراض کیا جاتا ہے۔

یاد رکھو کہ مسیح موعود علیہ السلام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جس قدر اعتراض ہوتے ہیں اُن کو دور کرنے آئے تھے جیسے مثلاً اعتراض ہوتا تھا کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلایا گیا ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر دکھا دیا کہ اسلام تلوار کے ذریعہ نہیں پھیلا بلکہ وہ اپنی روشن تعلیمات اور نشانات کے ذریعہ پھیلا ہے اسی طرح قرطاس کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ سن لو! خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں قرطاس کی کیا حقیقت ہوتی ہے؟ اور میں یہ بھی تمہیں کھول کر سناتا ہوں کہ قرطاس منشاءِ الٰہی کے خلاف بھی نہیں ہوسکتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح فرمایا کرتے تھے کہ ایک شیعہ ہمارے استاد صاحب کے پاس آیا اور ایک حدیث کی کتاب کھول کر ان کے سامنے رکھ دی آپ نے پڑھ کر پوچھا کیا ہے؟ شیعہ نے کہا کہ منشاءِ رسالت پناہی حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق معلوم ہوتا ہے فرماتے تھے میرے اُستاد صاحب نے نہایت متانت سے جواب دیا ہاں منشاءِ رسالت پناہی تو تھا مگر منشاءِ الٰہی اس کے خلاف تھا اس لئے وہ منشاء پورا نہ ہوسکا۔ میں اس قرطاس کے متعلق پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی کہے تو یہ جواب دوں گا کہ حقیقۃ الوحی میں ایک جانشین کا وعدہ کیا ہے اور یہ بھی فرمایا خَلِیْفَةٌ مِّنْ خُلَفَائِہٖ پس غصب کی پکار بالکل بیہودہ اور عبث ہے۔ حضرت صاحب کو الہام ہوا تھا۔

سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

ایک شریف آدمی بھی امانت میں خیانت نہیں کرتا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تو اللہ تعالیٰ نے خود یہ دعا کرائی۔ پھر کیا تم سمجھتے ہو کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خدا تعالیٰ نے خیانت کی؟ توبہ کرو توبہ کرو۔

حضرت مسیح موعود کا اتنا توکّل کہ وفات کے قریب یہ الہام ہوتا ہے پھر خدا نے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ یہ عجیب کام کیا کہ امانت غیر حقدار کو دے دی۔ خدا تعالیٰ نے خلیفہ مقرر کر کے دکھا دیا کہ ''سپردم بہ تو مایۂ خویش را'' کے الہام کے موافق کیا ضروری تھا؟ پھر میں پوچھتا ہوں کہ کیا خدا (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) گمراہ ہی کرواتا ہے؟ ہرگز نہیں خدا تعالیٰ تو اپنے مرسلوں اور خلفاء کو اس لئے بھیجتا ہے کہ وہ دنیا کو پاک کریں اس لئے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کی جماعت ضلالت پر قائم نہیں ہوتی۔ اگر مسیح موعود علیہ السلام نے ایسی گندی جماعت پیدا کی جو ضلالت پر اکٹھی ہوگئی تو پھر نَعُوْذُ بِاللّٰہِ اپنے منہ سے ان کو جھوٹا قرار دو گے! تقویٰ کرو۔

لیکن اگر مسیح موعود علیہ السلام خدا کی طرف سے تھے اور ضرور تھے پھر یاد رکھو کہ یہ جماعت ضلالت پر اکٹھی نہیں ہو سکتی۔ قرآن شریف کو کوئی مسیح نہیں توڑ سکتا۔ میرا یقین ہے کہ کوئی ایسا مسیح نہیں آ سکتا جو آئے گا قرآن کا خادم ہو کر آئے گا اس پر حاکم ہو کر نہیں یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ تھا یہی شرح ہے آپ کے اس قول کی ''وہ ہے میں چیز کیا ہوں''۔

یہ تو دشمن پر حجت ہے مسیح موعود علیہ السلام قرآن کریم کی حقانیت ثابت کرنے کو آیا تھا۔ اسے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ باطل کرنے نہیں آیا تھا اس نے اپنے کام سے دکھا دیا کہ وہ قرآن مجید کا غلبہ ثابت کرنے کیلئے آیا تھا۔

قرآن مجید میں فرمایا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ۔ (اٰل عمران: ۱۶۰)

## طریقِ حکومت کیا ہونا چاہیئے؟

پھر کہتے ہیں کہ خلیفہ کا طریقِ حکومت کیا ہو؟ خدا تعالیٰ نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے تمہیں ضرورت نہیں کہ تم خلیفہ کے لئے قواعد اور شرائط تجویز کرو یا اس کے فرائض بتاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اس کے اغراض و مقاصد بتائے ہیں قرآن مجید میں اس کے کام کرنے کا طریق بھی بتا دیا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ایک مجلس شوریٰ قائم کرو ان سے مشورہ لے کر غور کرو۔ پھر دعا کرو جس پر اللہ تعالیٰ تمہیں قائم کر دے اس پر قائم ہو جاؤ۔ خواہ وہ اس مجلس کے مشورہ کے خلاف بھی ہو تو خدا تعالیٰ مدد کرے گا۔ خدا تعالیٰ تو کہتا ہے جب عزم کر لو تو اللہ پر توکل کرو۔ گویا ڈرو نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود تمہاری تائید اور نصرت کرے گا اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ خواہ خلیفہ کا منشاء کچھ ہو اور خدا تعالیٰ اسے کسی بات پر قائم کرے مگر وہ چند آدمیوں کی رائے کے خلاف نہ کرے۔ حضرت صاحب نے جو مصلح موعود کے متعلق فرمایا ہے ''وہ ہوگا ایک دن محبوب میرا'' اس کا بھی یہی مطلب ہے کیونکہ خدا تعالیٰ متوکلین کو محبوب رکھتا ہے جو ڈرتا ہے وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا اسے تو گویا حکومت کی خواہش ہے کہ ایسا نہ ہو میں کسی آدمی کے خلاف کروں تو وہ ناراض ہو جائے ایسا شخص تو مشرک ہوتا ہے اور یہ ایک لعنت ہے۔ خلیفے خدا مقرر کرتا ہے اور آپ ان کے خوفوں کو دور کرتا ہے جو شخص دوسروں کی مرضی کے موافق ہر وقت ایک نوکر کی طرح کام کرتا ہے اُس کو خوف کیا؟ اور اس میں موحّد ہونے کی کونسی بات ہے۔ حالانکہ خلفاء کے لئے تو یہ ضروری

ہے کہ خدا انہیں بنا تا ہے اور ان کے خوف کو امن سے بدل دیتا ہے اور وہ خدا ہی کی عبادت کرتے ہیں اور شرک نہیں کرتے۔

اگر نبی کو ایک شخص بھی نہ مانے تو اس کی نبوت میں فرق نہیں آتا وہ نبی ہی رہتا ہے یہی حال خلیفہ کا ہے اگر اس کو سب چھوڑ دیں پھر بھی وہ خلیفہ ہی ہوتا ہے کیونکہ جو حکم اصل کا ہے وہی فرع کا ہے خوب یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص محض حکومت کے لئے خلیفہ بنا ہے تو جھوٹا ہے اور اگر اصلاح کے لئے خدا کی طرف سے کام کرتا ہے تو وہ خدا کا محبوب ہے خواہ ساری دنیا اس کی دشمن ہو۔ اس آیتِ مشورہ میں کیا لطیف حکم ہے۔

## اس مشورہ کا کیا فائدہ جس پر عمل نہیں کرنا

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر مشورہ لے کر اس پر عمل کرنا ضروری نہیں تو اس مشورہ کا کیا فائدہ ہے وہ تو ایک لغو کام بن جاتا ہے اور انبیاء اور اولیاء کی شان کے خلاف ہے کہ کوئی لغو کام کریں اس کا جواب یہ ہے کہ مشورہ لغو نہیں بلکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک بات سوچتا ہے دوسرے کو اس سے بہتر سُوجھ جاتی ہے پس مشورہ سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ مختلف لوگوں کے خیالات سن کر بہتر رائے قائم کرنے کا انسان کو موقع ملتا ہے جب ایک آدمی چند آدمیوں سے رائے پوچھتا ہے تو بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایسی تدبیر بتا دیتا ہے جو اسے نہیں معلوم تھی۔ جیسا کہ عام طور پر لوگ اپنے دوستوں سے مشورہ کرتے ہیں کیا پھر اسے ضرور مان بھی لیا کرتے ہیں پھر اگر مانتے نہیں تو کیوں پوچھتے ہیں؟ اس لئے کہ شاید کوئی بہتر بات معلوم ہو پس مشورہ سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ اس پر ضرور کاربند ہوں بلکہ یہ غرض ہوتی ہے کہ ممکن ہے کہ بہت سے لوگوں کے خیالات سن کر کوئی اور مفید بات معلوم ہو سکے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ میں مشورہ لینے والا مخاطب ہے اگر فیصلہ مجلس شوریٰ کا ہوتا تو یوں حکم ہوتا کہ فَاِذَا عَزَمْتُمْ فَتَوَكَّلُوْا عَلَى اللّٰهِ اگر تم سب لوگ ایک بات پر قائم ہو جاؤ تو اللہ پر توکّل کر کے کام شروع کر دو۔ مگر یہاں صرف اس مشورہ کرنے والے کو کہا کہ تُو جس بات پر قائم ہو جائے اسے تَوَكُّلًا عَلَى اللّٰهِ شروع کر دے۔ دوسرے یہاں کسی کثرت رائے کا ذکر ہی نہیں بلکہ یہ کہا ہے کہ لوگوں سے مشورہ لے یہ نہیں کہا کہ ان کی کثرت دیکھ اور جس پر کثرت ہو اس کی مان لے یہ تو لوگ اپنی طرف سے ملا لیتے ہیں قرآن کریم میں کہیں نہیں کہ پھر ووٹ لئے جائیں اور جس طرف کثرت ہو اُس رائے کے مطابق عمل کرے بلکہ یوں فرمایا ہے کہ لوگوں سے

پوچھ۔ مختلف مشوروں کو سن کر جس بات کا تُو قصد کرے (عَزَمْتَ کے معنی ہیں جس بات کا تُو پختہ ارادہ کرے) اس پر عمل کر اور کسی سے نہ ڈر بلکہ خدا تعالیٰ پر توکل کر۔

**عجیب نکتہ** شَاوِرْهُمْ کے لفظ پر غور کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ لینے والا ایک ہے دو بھی نہیں اور جن سے مشورہ لینا ہے وہ بہر حال تین یا تین سے زیادہ ہوں۔ پھر وہ اس مشورہ پر غور کرے پھر حکم ہے فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ جس بات پر عزم کرے اس کو پورا کرے اور کسی کی پرواہ نہ کرے۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں اس عزم کی خوب نظیر ملتی ہے۔ جب لوگ مرتد ہونے لگے تو مشورہ دیا گیا کہ آپ اس لشکر کو روک لیں جو اسامہؓ کے زیرِ کمانڈ جانے والا تھا مگر انہوں نے جواب دیا کہ جو لشکر آنحضرت ﷺ نے بھیجا ہے میں اسے واپس نہیں کر سکتا۔ ابو قحافہ کے بیٹے کی طاقت نہیں کہ ایسا کر سکے۔ پھر بعض کو رکھ بھی لیا چنانچہ حضرت عمرؓ بھی اسی لشکر میں جا رہے تھے ان کو روک لیا گیا۔

## میں یہ ایک مصلحت سے کہتا ہوں

پھر زکوٰۃ کے متعلق کہا گیا کہ مرتد ہونے سے بچانے کے لئے ان کو معاف کر دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر یہ رسول اللہ ﷺ کو اونٹ باندھنے کی ایک رسّی بھی دیتے تھے تو وہ بھی لوں گا۔ اور اگر تم سب مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ اور مرتدین کے ساتھ جنگل کے درندے بھی مل جائیں تو میں اکیلا ان سب کے ساتھ جنگ کروں گا۔ یہ عزم کا نمونہ ہے پھر کیا ہوا تم جانتے ہو؟ خدا تعالیٰ نے فتوحات کا ایک دروازہ کھول دیا۔ یاد رکھو جب خدا سے انسان ڈرتا ہے تو پھر مخلوق کا رُعب اس کے دل پر اثر نہیں کر سکتا۔

**شرک کا مسئلہ کیسے سمجھا دیا** مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے شرک کا مسئلہ خوب سمجھا دیا ہے۔ ایک رؤیا کے ذریعہ اس کو حل کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ میں مقبرہ بہشتی میں گیا ہوں۔ واپس آتے وقت ایک بڑا سمندر دیکھا جو پہلے نہ تھا اس میں ایک کشتی تھی اس میں بیٹھ گیا دو آدمی اور ہیں ایک جگہ پہنچ کر کشتی چکر کھانے لگی۔ اس سمندر میں سے ایک سر نمودار ہوا، اس نے کہا کہ یہاں ایک پیر صاحب کی قبر ہے تم ان کے نام ایک رُقعہ لکھ کر ڈال دو تا کہ یہ کشتی صحیح سلامت پار نکل جائے۔ میں نے کہا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ آدمی

جو ساتھ ہیں ان میں سے کسی نے کہا کہ جانے دو کیا حرج ہے رُقعہ لکھ کر ڈال دو۔ جب بچ جائیں گے تو پھر توبہ کر لیں گے میں نے کہا ہرگز نہیں ہوگا۔ اس پر اس نے چھپ کر خود رُقعہ لکھ کر ڈالنا چاہا میں نے دیکھ لیا تو پکڑ کر پھاڑنا چاہا۔ وہ چُھپاتا تھا آخر اس کشمکش میں ہم سمندر میں گر پڑے مگر میں نے وہ رُقعہ لے کر پھاڑ ڈالا اور پھر کشتی میں بیٹھ گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ وہ کشتی اس بھنور سے نکل گئی۔ اس کھلی کھلی ہدایت کے بعد میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ اس کی مخلوق سے ڈروں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ یہ کشتی جس میں مَیں اب سوار ہوں اس بھنور سے نکل جائے اور مجھے یقین ہے کہ ضرور نکل جائے گی۔

## چھوٹی عمر ہے

منکرینِ خلافت یہ بھی کہتے ہیں کہ عمر چھوٹی ہے؟ اس پر مجھے ایک تاریخی واقعہ یاد آ گیا۔ کوفہ والے بڑی شرارت کرتے تھے جس گورنر کو وہاں بھیجا جاتا وہ چند روز کے بعد اس کی شکائتیں کر کے اس کو واپس کر دیتے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے جب تک حکومت میں فرق نہ آئے ان کی مانتے جاؤ۔ آخر جب ان کی شرارتیں حد سے گزرنے لگیں تو حضرت عمرؓ نے ایک گورنر جن کا نام غالباً ابن ابی لیلیٰ تھا اور جن کی عمر ۱۹ برس کی تھی کوفہ میں بھیجا جس وقت یہ وہاں پہنچے تو وہ لوگ لگے چہ میگوئیاں کرنے کہ عمرؓ کی عقل (نَعُوذُ بِاللّٰہِ) ماری گئی جو ایک لڑکے کو گورنر کر دیا۔ اور انہوں نے تجویز کی کہ ''گربہ کُشتن روزِ اوّل'' پہلے ہی دن اس گورنر کو ڈانٹنا چاہئے اور انہوں نے مشورہ کر کے یہ تجویز کی کہ پہلے ہی دن اس سے اس کی عمر پوچھی جائے۔ جب دربار ہوا تو ایک شخص بڑی متین شکل بنا کر آگے بڑھا اور بڑھ کر کہا کہ حضرت آپ کی عمر کیا ہے! ابن ابی لیلیٰ نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ نے جب صحابہ کے لشکر پر اسامہؓ کو افسر بنا کر شام کی طرف بھیجا تھا تو جو اس وقت ان کی عمر تھی اس سے مَیں دو سال بڑا ہوں (اُسامہ کی عمر اس وقت سترہ سال کی تھی اور بڑے بڑے صحابہؓ ان کے ماتحت کئے گئے تھے) کوفہ والوں نے جب یہ جواب سنا تو خاموش ہو گئے اور کہا کہ اس کے زمانے میں شور نہ کرنا۔ اس سے یہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ چھوٹی عمر والے کی بھی اطاعت ہی کریں جب وہ امیر ہو۔ حضرت عمرؓ جیسے انسان کو سترہ سال کے نوجوان اسامہؓ کے ماتحت کر دیا گیا تھا۔ میں بھی اسی رنگ میں جواب دیتا ہوں کہ میری عمر تو ابن ابی لیلیٰ سے بھی سات برس زیادہ ہے۔

## ایک اور اعتراض کا جواب

ایک اور اعتراض کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے اس کا جواب بھی تیرہ سَو سال سے پہلے ہی دے دیا کہتے

ہیں شَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ تو آنحضرت ﷺ کو حکم ہے خلافت کہاں سے نکل آئی لیکن یہ لوگ یاد رکھیں کہ حضرت ابوبکرؓ پر جب زکوٰۃ کے متعلق اعتراض ہوا تو وہ بھی اسی رنگ کا تھا کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً [۱] تو نبی کریم ﷺ کو حکم ہے اب وہ رہے نہیں اور کسی کا حق نہیں کہ وہ زکوٰۃ وصول کرے جسے لینے کا حکم تھا وہ فوت ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہی جواب دیا کہ اب میں مخاطب ہوں اسی کا ہم آہنگ ہو کر اپنے معترض کو کہتا ہوں کہ اب میں مخاطب ہوں۔ اگر اُس وقت یہ جواب سچا تھا اور ضرور سچا تھا تو یہ بھی درست ہے جو میں کہتا ہوں۔ اگر تمہارا اعتراض درست ہو تو اِس پر قرآن مجید سے بہت سے احکام تم کو نکال دینے پڑیں گے اور یہ کھلی کھلی ضلالت ہے۔

## ایک عجیب بات

میں تمہیں ایک اور عجیب بات سناتا ہوں جس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ خدا تعالیٰ کے کاموں میں تفاوت نہیں ہوتا۔ اشتہار سبز میں میرے متعلق خدا کے حکم سے حضرت مسیح موعودؑ نے بشارت دی خدا کی وحی سے میرا نام اولوالعزم رکھا اور اس آیت میں فرمایا فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھے اس آیت پر عمل کرنا پڑے گا پھر میں اس کو کیسے ردّ کر سکتا ہوں۔

## کیا خدمت کی ہے؟

پھر ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ اس نے کیا خدمت کی ہے؟ اس سوال کا حل تو اسامہؓ والی بات ہی میں موجود ہے۔ اسامہؓ کی خدمات کس قدر تھیں کہ وہ بڑے بڑے صحابہ پر افسر مقرر کر دیا گیا۔ خلافت تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے وہ جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے ہاں اس کا یہ فعل نَعُوْذُ بِاللّٰہِ لغو نہیں ہوتا۔ پھر خالد بن ولیدؓ، ابوعبیدہؓ، عمرو بن العاصؓ، سعد بن الوقاصؓ انہوں نے جو خدمات کیں ان کے مقابلہ میں حضرت عمرؓ کیا خدمات پیش کر سکتے ہیں مگر خلیفہ تو حضرت عمرؓ ہوئے وہ نہ ہوئے خدا تعالیٰ سے بہتر اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

## آیت استخلاف

میں نے آیت استخلاف پر غور کیا ہے اور مجھے بہت ہی لطیف معنی آیت استخلاف کے سمجھائے گئے ہیں جن پر غور کرنے سے بڑا مزا آیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ

[۱] (التوبۃ: ۱۰۳)

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور:۵۶)۔

یَعْبُدُوْنَنِیْ لَایُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا کے ایک معنی تو میں اپنے اس ٹریکٹ میں لکھ چکا ہوں جو ''کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ ایک دوسرے معنی بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھائے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اس آیت میں اوّل تو خدا تعالیٰ کے وعدہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ وَعَدَ اللّٰهُ پھر خلافت دینے کے وعدے کو لام تاکید اور نون تاکید سے مؤکد کیا۔ اور بتایا کہ خدا ایسا کرے گا اور ضرور کرے گا۔ پھر بتایا کہ خدا ضرور ضرور ان خلفاء کو تمکین عطا کرے گا۔ اور پھر فرمایا کہ خدا ضرور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ غرض کہ تین بار لام تاکید اور نونِ تاکید لگا کر اس بات پر زور دیا ہے کہ ایسا خدا ہی کرے گا کسی کا اس میں دخل نہ ہوگا۔ اس کی غرض بتائی کہ ایسا کیوں ہوگا؟ اس لئے کہ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَایُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا اس کے نتیجہ میں وہ میری ہی عبادت کریں گے کسی کو میرا شریک نہ قرار دیں گے یعنی اگر انسانی کوشش سے خلیفہ بنے تو خلیفہ کو گروہ سے دبتے رہنا پڑے کہ ان لوگوں نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ پس ہم سب کچھ خود ہی کریں گے تا شرک خلفاء کے قریب بھی نہ پھٹک سکے۔ اور جب خلیفہ اُس وقت اور قدرت کو دیکھے گا جس کے ذریعہ خدا نے اسے قائم کیا ہے تو اسے وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ اس میں کسی دوسرے کا بھی ہاتھ ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَایُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا یہ معنی خدا تعالیٰ نے بتائے ہیں۔ پس خلیفہ خدا مقرر کرتا ہے اور کوئی نہیں جو اس کو مٹا سکے۔

بعض کہتے ہیں کہ اگر خلیفے نہ ہوں تو کیا مسلمانوں کی نجات نہ ہوگی؟ جب خلافت نہ رہی تو اس وقت کے مسلمانوں کا پھر کیا حل ہوگا؟ یہ ایک دھوکا ہے دیکھو قرآن مجید میں وضو کے لئے ہاتھ دھونا ضروری ہے لیکن اگر کسی کا ہاتھ کٹ جائے تو اس کا وضو بغیر ہاتھ دھوئے کے ہو جائے گا۔ اب اگر کوئی شخص کسی ایسے ہاتھ کٹے آدمی کو پیش کر کے کہے کہ دیکھو اس کا وضو ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جب یہ کہیں کہ ہاں ہو جاتا ہے تو وہ کہے کہ بس اب میں بھی ہاتھ نہ دھوؤں گا تو کیا وہ راستی پر ہوگا؟ ہم کہیں گے کہ اس کا ہاتھ کٹ گیا مگر تیرا تو موجود ہے۔ پس یہی جواب ان معترضین کا ہے ہم انہیں کہتے ہیں کہ ایک زمانہ میں جابر بادشاہوں نے تلوار کے زور سے خلافت راشدہ کو قائم نہ ہونے دیا کیونکہ ہر کام ایک مدت کے بعد مٹ جاتا ہے پس جب خلافت تلوار کے زور سے مٹا دی گئی تو اب کسی کو گناہ نہیں کہ وہ بیعتِ خلیفہ کیوں نہیں کرتا۔ مگر اس وقت وہ کونسی تلوار ہے جو ہم کو قیامِ خلافت سے روکتی ہے۔ اب بھی اگر کوئی حکومت زبردستی خلافت کے سلسلہ کو روک دے تو یہ

الٰہی فعل ہوگا اور لوگوں کو رُکنا پڑے گا۔ لیکن جب تک خلافت میں کوئی روک نہیں آتی اس وقت تک کون خلافت کو روک سکتا ہے اور اُس وقت تک کہ خلیفہ ہو سکتا ہو جب کوئی خلافت کا انکار کرے گا وہ اسی حکم کے ماتحت آئے گا جو ابوبکر، عمر، عثمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کے منکرین کا ہے۔ ہاں جب خلافت ہو ہی نہیں تو اس کے ذمہ دار تم نہیں۔ سارق کی سزا قرآن مجید میں ہاتھ کاٹنا ہے۔ اب اگر اسلامی سلطنت نہیں اور چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تو یہ کوئی قصور نہیں۔ غیر اسلامی سلطنت اس حکم کی پابند نہیں۔

## موجودہ انتظام میں دقّتیں

اب یہ دیکھنا ہے کہ موجودہ انتظام میں کیا دقّتیں پیش آ رہی ہیں انجمن کے بعض ممبر جنہوں نے بیعت نہیں کی وہ اپنی ہی مجموعی رائے کو انجمن قرار دے کر کہتے ہیں کہ انجمن جانشین ہے۔ دوسری طرف ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے اور واقعات نے اس کی تائید بھی کی کہ جماعت کے ایک کثیر حصہ کو اس کے سامنے جُھکا دیا۔ اب اگر دو عملی رہے تو تفرقہ بڑھے گا ایک میان میں دو تلواریں سما نہیں سکتیں۔

پس تم غور کرو اور مجھے مشورہ دو کہ کیا کرنا چاہئے میری غرض اس مشورہ سے شَاوِرْھُمْ پر عمل کرنا ہے۔ ورنہ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ میرے سامنے ہے میں تو یقین رکھتا ہوں کہ اگر کوئی میرا ساتھ نہ دے تو خدا میرے ساتھ ہے۔

میں پھر ایک دفعہ اس سوال کا جواب دیتا ہوں کہ اگر کوئی بات ماننی ہی نہیں تو مشورہ کا کیا فائدہ؟ یہ بہت چھوٹی سی بات ہے ایک دماغ سوچتا ہے تو اس میں محدود باتیں آتی ہیں اگر دو ہزار آدمی قرآن مجید کی آیات پر غور کر کے ایک مجلس میں معنی بیان کریں تو بعض غلط بھی ہوں گے مگر اس میں بھی تو کوئی شبہ نہیں کہ اکثر درست بھی ہوں گے پس درست لے لئے جائیں گے اور غلط چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اسی طرح ایسے مشوروں میں جو امور صحیح ہوں وہ لے لئے جائیں گے ایک آدمی اتنی تجاویز نہیں سوچ سکتا۔ ایک وقت میں بہت سے آدمی ایک امر پر سوچیں گے تو اِنْشَاءَ اللّٰہُ کوئی مفید راہ نکل آئے گی۔

پھر مشورہ سے یہ بھی غرض ہے کہ تمہاری دماغی طاقتیں ضائع نہ ہوں بلکہ قومی کاموں میں مل کر غور کرنے اور سوچنے اور کام کرنے کی طاقت تم میں پیدا ہو۔ پھر ایک اور بات ہے کہ اس قسم کے مشوروں سے آئندہ لوگ خلافت کے لئے تیار ہوتے رہتے ہیں۔ اگر خلیفہ لوگوں سے مشورہ

ہی نہ لے تو نتیجہ یہ نکلے کہ قوم میں کوئی دانا انسان ہی نہ رہے اور دوسرا خلیفہ احمق ہی ہو کیونکہ اسے کبھی کام کرنے کا موقع نہیں دیا گیا ہماری پچھلی حکومتوں میں یہی نقص تھا۔ شاہی خاندان کے لوگوں کو مشورہ میں شامل نہ کیا جاتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ان کے دماغ مشکلات حل کرنے کے عادی نہ ہوتے تھے اور حکومت رفتہ رفتہ تباہ ہو جاتی تھی پس مشورہ لینے سے یہ بھی غرض ہے کہ قابل دماغوں کی رفتہ رفتہ تربیت ہو سکے تاکہ ایک وقت وہ کام سنبھال سکیں جب لوگوں سے مشورہ لیا جاتا ہے تو لوگوں کو سوچنے کا موقع ملتا ہے اور اس سے ان کی استعدادوں میں ترقی ہوتی ہے۔ ایسے مشورہ میں یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی رائے کے چھوڑنے میں آسانی ہوتی ہے اور طبیعتوں میں ضد اور ہٹ نہیں پیدا ہوتی۔

اِس وقت جو دقتیں ہیں وہ اس قسم کی ہیں کہ باہر سے خطوط آتے ہیں کہ واعظ بھیج دو۔ اب جو انجمن کے ملازم ہیں انہیں کون بھیجے؟ انجمن تو خلیفہ کے ماتحت ہے نہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل ملازمین کو بھیج دیتے اور وہ آن ڈیوٹی سمجھے جاتے تھے ہمارے ہاں کام کرنے والے آدمی تھوڑے ہیں اس لئے یہ دقتیں پیش آتی ہیں۔ یا ایک شخص آتا ہے کہ مجھے فلاں ضرورت ہے مجھے کچھ دو۔ پچھلے دنوں مونگھیر والوں نے لکھا کہ یہاں مسجد کا جھگڑا ہے اور جماعت کمزور ہے مدد کرو۔ حضرت صاحب کو میں نے دیکھا ہے کہ مسجدوں کے معاملات میں بڑی احتیاط کرتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح بھی بڑی کوشش کرتے۔ کپورتھلہ کی مسجد کا مقدمہ تھا حضرت صاحب نے فرمایا کہ اگر میں سچا ہوں تو یہ مسجد ضرور ملے گی۔ غرض مسجد کے معاملہ میں بڑی احتیاط فرماتے اب ایسے موقع پر میں تو پسند نہیں کر سکتا تھا کہ ان کی مدد نہ کی جائے اس لئے مجھے روپیہ بھیجنا ہی پڑا۔ یا مثلاً کوئی اور فتنہ ہو اور کوئی ماننے والا نہ ہو تو کیا ہو۔ اس قسم کی دقتیں اس اختلاف کی وجہ سے پیش آ رہی ہیں اور پیش آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ پر میری امیدیں بہت بڑی ہیں میں یقین رکھتا ہوں کہ معجزانہ طور پر کوئی طاقت دکھائے گا لیکن یہ عالِمِ اسباب ہے اس لئے مجھ کو اسباب سے کام لینا چاہئے۔

میں جو کچھ کروں گا خدا تعالیٰ کے خوف سے کروں گا۔ اس بات کی مجھے پرواہ نہ ہوگی کہ زید یا بکر اس کی بابت کیا کہتا ہے پس میں پھر کہتا ہوں کہ اگر میں خدا سے ڈر کر کرتا ہوں، اگر میرے دل میں ایمان ہے کہ خدا ہے تو پھر میں نیک نیتی سے کر رہا ہوں جو کچھ کرتا ہوں اور کروں گا اور اگر میں نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خدا سے نہیں ڈرتا تو پھر تم کون ہو کہ تم سے ڈروں پس میں تم سے مشورہ پوچھتا ہوں کہ کیا تجویز ہو سکتی ہے کہ ان دقتوں کو رفع کیا جائے؟

لوگ کہتے ہیں کہ کبھی خلیفہ نے انجمن کو کوئی حکم نہیں دیا مگر میں سیکرٹری کے دفتر پر کھڑا ہوں بہت ہی کم کوئی ایجنڈا نکلا ہوگا جس میں بحکم خلیفۃ المسیح نہ لکھا ہو۔ یہ واقعات کثرت سے موجود ہیں اور انجمن کی روئدادیں اور رجسٹر اس شہادت میں موجود ہیں (اس مقام پر منشی محمد نصیب صاحب ہیڈ کلرک دفتر سیکرٹری کھڑے ہوئے اور انہوں نے بآوازِ بلند کہا ہے کہ:

## میں شہادت دیتا ہوں یہ بالکل درست ہے

اس قسم کے اعتراض تو فضول ہیں جو واقعات کے خلاف ہیں۔ غرض اس وقت کچھ دقّتیں پیش آئی ہیں اور آئندہ اور ضرورتیں پیش آئیں گی اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ احباب غور کریں میں نے اس موجودہ اختلاف کے متعلق کچھ تجاویز سوچی ہیں ان پر غور کیا جائے اور مجھے اطلاع دی جائے میری غیر حاضری میں آپ لوگ ان پر غور کریں تاکہ ہر شخص آزادی سے رائے دے سکے۔

اوّل۔ خلیفہ اور انجمن کے جھگڑے نپٹانے کی بہتر صورت کیا ہے۔ انجمن سے یہ مراد ہے۔ انجمن کے وہ ممبر جنہوں نے بیعت نہیں کی وہ اپنے آپ کو انجمن کہتے ہیں اس لئے میں نے انجمن کہا ہے صرف مبائعین رائے دیں۔

دوم۔ جن لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے میں انہیں تاکید کرتا ہوں کہ وہ ہر قسم کا چندہ میری معرفت دیں۔ یہ تجویز میں ایک رؤیا کی بناء پر کرتا ہوں جو ۸ مارچ ۱۹۰۷ء کی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے ان کی اپنی کاپی الہامات میں درج ہے اس کے آگے پیچھے حضرت صاحب کے اپنے الہامات درج ہیں اور اب بھی وہ کاپی موجود ہے یہ ایک لمبی خواب ہے اس میں مَیں نے دیکھا کہ ''ایک پارسل میرے نام آیا ہے محمد چراغ کی طرف سے آیا ہے اس پر لکھا ہے محمود احمد، پرمیشر اس کا بھلا کرے۔ خیر اس کو کھولا تو وہ روپوں کا بھرا ہوا صندوقچہ ہو گیا کہنے والا کہتا ہے کہ کچھ تم خود رکھ لو کچھ حضرت صاحب کو دے دو کچھ صدر انجمن احمدیہ کو دے دو'' پھر حضرت صاحب کہتے ہیں کہ محمود کہتا ہے کہ ''کشفی رنگ میں آپ مجھے دکھائے گئے اور چراغ کے معنی سورج سمجھائے گئے اور محمد چراغ کا یہ مطلب ہوا کہ محمدؐ جو کہ سورج ہے اُس کی طرف سے آیا ہے۔''

غرض یہ ایک سات سال کی رؤیا ہے حضرت صاحب کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے جس

سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت صدر انجمن احمدیہ کو روپیہ میری معرفت ملے گا ہمیں جو کچھ ملتا ہے آنحضرت ﷺ کے طفیل ہی ملتا ہے۔ پس جو روپیہ آتا ہے وہ محمد ﷺ ہی بھیجتے ہیں۔ حضرت صاحب کو دینے سے یہ مراد معلوم ہوتی ہے کہ اشاعتِ سلسلہ میں خرچ کیا جائے۔ قرآن شریف کی ایسی آیات کے صحابہؓ نے یہی معنی کئے ہیں۔ یہ ایک سچی خواب ہے ورنہ کیا چھ سال پہلے میں نے ان واقعات کو اپنی طرف سے بنا لیا تھا اور خدا تعالیٰ نے اسے پورا بھی کر دیا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

پس ہر قسم کے چندے ان لوگوں کو جو میرے مبائعین ہیں میرے پاس بھیجنے چاہئیں۔

سوم۔ جب تک انجمن کا قطعی طور پر فیصلہ نہ ہو اشاعتِ اسلام اور زکوٰۃ کا روپیہ میرے ہی پاس آنا چاہئے۔ جو واعظین کے اخراجات اور بعض دوسری وقتی ضرورتوں کے لئے خرچ ہوگا۔ جو اشاعتِ اسلام سے تعلق رکھتی ہیں یا مصارفِ زکوٰۃ سے متعلق ہیں۔

چہارم۔ مجلس شوریٰ کی ایسی حالت ہو کہ ساری جماعت کا اس میں مشورہ ہو۔ آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں ایسا ہی ہوتا تھا کیا وجہ ہے کہ روپیہ تو قوم سے لیا جائے اور اس کے خرچ کرنے کے متعلق قوم سے پوچھا بھی نہ جائے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ بعض معاملات میں تخصیص ہو۔ وَاِلَّا ساری جماعت سے مشورہ ہونا چاہئے۔ سوچنا یہ ہے کہ اس مشورہ کی کیا تدبیر ہو۔

پنجم۔ فی الحال اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ انجمن میں دو ممبر زائد ہوں کیونکہ بعض اوقات ایسی دقّتیں پیدا ہو جاتی ہیں کہ ان کا تصفیہ نہیں ہوتا۔ اور اب اختلاف کی وجہ سے ایسی دقّتوں کا پیدا ہونا اور بھی قرینِ قیاس ہے علاوہ ازیں مجھے بھی جانا پڑتا ہے اور وہاں دقّتیں پیدا ہو جاتی ہیں اس لئے دو بلکہ تین ممبر اور ہونے چاہئیں اور یہ دو ممبر عالم ہونے چاہئیں۔

ششم۔ جہاں کہیں فتنہ ہو ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ وہاں جا کر دوسروں کو سمجھائیں اور اس کو دور کریں۔ اس کے لئے اپنی عقلوں اور علموں پر بھروسہ نہ کریں بلکہ خدا تعالیٰ کی توفیق اور فضل کو مقدم کریں اور اس کے لئے کثرت سے دعائیں کریں اپنے اپنے علاقوں میں پھر کر کوشش کرو اور حالاتِ ضروریہ کی مجھے اطلاع دیتے رہو۔

یہ وہ امور ہیں جن پر آپ لوگوں کو غور کرنا چاہئے۔ ان میں فیصلہ اس طرح پر ہو کہ مولوی سید محمد احسن صاحب یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح بھی آپ

کا اعزاز فرماتے تھے اور وہ اپنے علم و فضل اور سلسلہ کی خدمات کی وجہ سے اس قابل ہیں کہ ہم ان کی عزت کریں وہ اس جلسہ شوریٰ کے پریذیڈنٹ ہوں میں اس جلسہ میں نہ ہوں گا تا کہ ہر شخص آزادی سے بات کر سکے جو بات باہمی مشورہ اور بحث کے بعد طے ہو وہ لکھ لی جائے اور پھر مجھے اطلاع دو۔ دعاؤں کے بعد خدا تعالیٰ جو میرے دل میں ڈالے گا اس پر عمل درآمد ہو گا۔ تم کسی معاملہ پر غور کرتے وقت اور رائے دیتے وقت یہ ہرگز خیال نہ کرو کہ تمہاری بات ضرور مانی جائے بلکہ تم خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے سچے دل سے ایک مشورہ دے دو اگر وہ غلط بھی ہو گا تو بھی تمہیں ثواب ہو گا۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کی بات ضرور مانی جائے تو پھر اس کو کوئی ثواب نہیں۔

میری ان تجاویز کے علاوہ نواب صاحب کی تجاویز پر غور کیا جائے شیخ یعقوب علی صاحب نے بھی کچھ تجاویز لکھی ہیں۔ ان میں سے تین کے پیش کرنے کی میں نے اجازت دی ہے ان پر بھی فکر کی جائے۔

پھر میں کہتا ہوں کہ مولوی صاحب کا جو درجہ ان کے علم اور رُتبہ کے لحاظ سے ہے وہ تم جانتے ہو حضرت صاحب بھی ان کا ادب کرتے تھے پس ہر شخص جو بولنا چاہے وہ مولوی صاحب سے اجازت لے کر بولے۔ ایک بول چکے تو پھر دوسرا پھر تیسرا بولے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک وقت میں دو تین کھڑے ہو جائیں جس کو وہ حکم دیں وہ بولے۔ نواب صاحب یا منشی فرزند علی صاحب اس مجلس کے سیکرٹری کے کام کو اپنے ذمہ لیں وہ لکھتے جائیں اور جو گفتگو کسی امر پر ہو اُس کا آخری نتیجہ سنا دیا جائے۔ اگر کسی امر پر دو تجویزیں ہوں تو دونوں کو لکھ لیا جائے۔ اب آپ سب دعا کریں۔ میں بھی دعا کرتا ہوں کیونکہ پھر دوستوں نے کھانا کھانا ہے قادیان کے دوست ساتھ مل کر کھانا کھلائیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو پانی کا انتظام اچھی طرح سے ہو۔ خود بھی دعا کریں۔ مہمان بھی کریں۔ سفر کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس مشورہ اور دعا کے ساتھ جو کام ہو گا خدا کی طرف سے ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

# شکریہ اور اعلان ضروری

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# شکریہ اور اعلان ضروری

اللہ تعالیٰ کی عجیب در عجیب حکمت ہے کہ ابھی مشکل سے تین ماہ گزرے ہوں گے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح استاذی المکرم مولانا مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول کے حکم کے ماتحت مجھے ایک اعلان شکریہ لکھنا پڑا تھا۔ اور آج پھر ایک اعلان شکریہ لکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے موقعہ دیا ہے۔ اس پہلے اعلان کا سبب یہ تھا۔ کہ ۱۹۱۲ء کی آخری سہ ماہی میں جماعت میں کچھ آثار تفرقہ تھے۔ اور بعض گمنام لوگوں نے اظہار حق نامی ٹریکٹ شائع کر کے جماعت کو خلیفہ کے خلاف بھڑکانا چاہا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل نے حضرت استاذی المکرم کی دستگیری فرمائی۔ اور بجائے جماعت میں تفرقہ ہونے کے جماعت آگے سے بھی زیادہ مضبوط ہو گئی اور اس کا اخلاص اور بھی ترقی کر گیا۔ چنانچہ پچھلے سالانہ جلسہ نے یہ بات ثابت کر دی کہ خدا تعالیٰ کے کام کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اس تائید ایزدی کو دیکھ کر حضرت مرحوم و مغفور نے مجھے حکم دیا۔ کہ میں آپ کی طرف سے ایک اعلان شکریہ شائع کر دوں۔ تاکہ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ: ۱۲) کے حکم کی تعمیل ہو جائے اس اعلان کے لکھتے وقت میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ وہی اظہار حق والا فتنہ پھر بھی کبھی اٹھے گا۔ اور اس دفعہ گمنام نہیں بلکہ شہرۂ آفاق نام ان خیالات کی تائید کرنے والے ہوں گے۔ اور یہ کہ دوبارہ یہ فتنہ پہلے سے ہزاروں درجہ بڑھ کر اپنا اثر دکھائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت پورا ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ فتنہ اٹھا۔ اور پورے زور سے اٹھا۔ حتّٰی کہ کمزور طبائع سلسلہ حقہ کی سچائی میں بھی متردد ہو گئیں۔ اور ہمارے سلسلہ کے دشمنوں نے خیال نہیں بلکہ یقین کر لیا۔ کہ اب یہ سلسلہ تباہ اور برباد (نعوذ باللہ من ذلک) ہو جائے گا۔ نور الدین کی آنکھوں کا بند ہونا تھا کہ نور کی جگہ ظلمت نے لے لی اور احمدی جماعت کے

گھروں پر تاریک بادل منڈلانے لگے۔ اور ہم نے ایک دفعہ پھر اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھا۔ کہ کس طرح بھائی بھائی سے جدا ہو جاتا ہے۔ اور بیوی خاوند سے علیحدگی اختیار کر لیتی ہے ہمارے لئے اس معلم کی جدائی جو رات دن ہماری تعلیم و تربیت میں کوشاں رہتا تھا کچھ کم غم و اندوہ کا باعث نہ تھی کہ جماعت کے تفرقہ کی مہیب شکل نے اور بھی دل کو بے چین کر دیا۔ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رات دن کی کوششوں اور برسوں کی آہ و زاری سے تیار کی ہوئی جماعت کا ایک ایک فرد پراگندگی کی حالت میں پھرتا ہوا دیکھنا ایسا نظارہ نہیں جس کے دوبارہ دیکھنے کی آنکھیں کبھی آرزو کریں یا دل خواہش کریں جہازوں کی تباہی کا نظارہ نہایت عبرتناک ہوتا ہے۔ لیکن اس جہاز کی تباہی دنیا کی تباہی تھی۔ کیونکہ ہر ایک جہاز اپنے اندر کے مسافروں کو ساتھ لے کر ڈوبتا ہے۔ مگر اس جہاز کا نقصان صرف اس میں سوار مسافروں کا نقصان ہی نہ تھا۔ بلکہ کل دنیا کی تباہی تھی ہر ایک ذی روح کی ہلاکت تھی۔ کیونکہ احمدی جماعت ہی ایک ایسی جماعت ہے۔ جسے خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنے کام کے لئے چن لیا ہے اور صراط مستقیم پر صرف اسی جماعت کا قدم ہے اور خود خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو الہام کے ذریعہ سے اس جماعت کی نسبت یہ خبر دی کہ اَللّٰھُمَّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا اے خدا اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا۔ تو پھر اس کے بعد اس زمین پر تیری پرستش کبھی نہ ہوگی (مئی ۱۹۰۲ء تذکرہ صفحہ ۴۳۰ ایڈیشن چہارم) پس جب کہ کل دنیا کی ہدایت اور شفاء صرف اس جماعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ تو اس جماعت میں کسی قسم کا خلل گویا کل دنیا کے امن میں خلل کا پیدا ہونا تھا۔ پس اس خطرناک تفرقہ کو دیکھ کر جو آخر مارچ و اوائل اپریل میں اس جماعت میں نمودار تھا۔ ہر ایک دردمند دل اندر ہی اندر بیٹھا جاتا تھا۔ اور بہت تھے جو موت کو زندگی پر ترجیح دیتے تھے اور ان کے دل بے اختیار اس بات کی آرزو کرتے تھے کہ کاش زندوں کی بجائے ہم وفات یافتہ گروہ میں شامل ہوں۔

یہ تفرقہ جس طرح دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہا تھا اسی طرح چشم بصیرت رکھنے والوں کے لئے ایک خوشی کا باعث بھی تھا۔ کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ یہ افتراق کسی عظیم الشان اتحاد کا پیش خیمہ ہے اور یہ جدائی بہت بڑے ملاپ کی خبر دے رہی ہے اور خدا نے ایسا ہی کیا۔ اس کے فضل نے پھر ہماری دستگیری کی اور ایک دفعہ پھر اپنے زندہ اور موجود ہونے کا ثبوت ہمیں دے دیا۔ دلوں کا درست کرنا کسی انسان کا کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو آنحضرت ﷺ کی نسبت بھی فرماتا ہے کہ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ اِنَّہٗ عَزِیْزٌ

حَکِیْمٌ (الانفال: ۶۴) اگر تو دنیا کا سب مال و متاع خرچ کر دیتا۔ تو بھی ان لوگوں کو متحد نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو متحد کر دیا۔ اور اس پر کیا مشکل تھا وہ تو غالب اور حکمت والا خدا ہے۔

پس میری کچھ ہستی نہ تھی۔ کہ میں اس طوفان بے تمیزی کو روک سکتا۔ اس قدر تفرقہ کو دور کرنا انسان کا کام نہیں۔ یہ تو عزیز و حکیم خدا ہی کر سکتا ہے اور اس نے ایسا کر دیا۔ میں جانتا ہوں کہ ابھی بعض جگہ تفرقہ باقی ہے۔ اور ایک قلیل حصہ جماعت کا اتحاد کی رسی میں ابھی تک پرویا نہیں گیا۔ اور کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ ابھی تک تو جماعت میں اتحاد نہیں ہؤا پس ابھی سے خوش ہونا اور خدا تعالیٰ کا شکر کرنا بے محل اور بے موقعہ ہے۔ مگر اس نادان کو کیا معلوم کہ بقیہ گروہ کو بھی ساتھ ملانے کا یہی طریق ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں کیونکہ خود وہی ذات پاک یوں فرماتی ہے۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَ زِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (ابراھیم: ۸) قسم ہے مجھے اپنی ذات کی کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں اور بھی دوں گا۔ اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی بہت سخت ہے (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِہٖ)

پس اے میرے دوستو! اور پیارو! آؤ ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا شکریہ ادا کریں۔ کہ جدائی کے بعد اس نے ہمیں ملا دیا۔ پراگندگی کے بعد جمع کر دیا۔ تاکہ اس سے اور بھی زیادہ مانگنے کے مستحق ہوں۔ اور عرض کر سکیں کہ الٰہی اب اپنے وعدہ کے مطابق بقیہ بھیڑوں کو بھی اس گلہ میں لا کر ملا دیجئے۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن۔ خدا تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں اور وہ جھوٹے وعدے نہیں کرتا۔ اور جو شخص اس کے وعدوں پر ایمان نہیں لاتا اور اس کا دل یقین سے نہیں بھرتا وہ اپنے ایمان کی خبر لے کہ اس کا دل شیطان کے پنجہ میں مبتلاء ہے۔ جب خدا تعالےٰ نے وعدہ کیا ہے کہ شکر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اور بھی دیتا ہے۔ تو آؤ ہم اپنے مولیٰ کا شکر کریں۔ اور اس کی حمد و ثناء کے گیت گائیں۔ اور اس کے حضور میں سجدہ کریں تا اس کا فضل جوش مارے اور رہے سہے غم بھی جاتے رہیں۔

میں اپنے مولیٰ کے احسانات کا شکریہ کس منہ سے ادا کروں۔ اور اس کے احسانات کو کس زبان سے گنوں کہ میرا منہ اور میری زبان اس کام کو پورا نہیں کر سکتے میرے جسم کا ذرہ ذرہ بھی اگر گویا ہو تو اس کے بحر عطایا کے ایک قطرہ کا شکریہ ادا نہ ہو سکے۔

ایسے خطرناک متلاطم سمندر میں سے جماعت کا جہاز گزرے۔ اور میرے جیسے ناتجربہ کار اور ناواقف اور کمزور ملاح کے ہاتھوں میں اس کی پتوار ہو اور پھر بھی کشتی سلامت گزر جائے۔ یہ کس

کا کام ہو سکتا ہے صرف خدا کا۔ خلیفہ اول ایک شان رکھتا تھا۔ اور اس کے کاموں کو اس کی طرف منسوب کیا بھی جا سکتا تھا۔ مگر میں کیا ہوں کہ کسی کو یہ خیال بھی گزر سکے۔ کہ اس فتنہ کے دور کرنے میں کچھ میرا بھی ہاتھ تھا۔ یہ طاقت نمائی شرک کے تمام شائبوں سے پاک تھی۔ اور انبیاء و اولیاء کا محبوب بے نقاب اس وقت دنیا پر ظاہر ہؤا۔ تاکہ ان شرک کے ایام میں لوگوں کو بتادے کہ ایک مٹی کے ڈلے اور لکڑی کے کندہ سے بھی میں وہ کام لے سکتا ہوں جو دنیا کے بادشاہ نہیں کر سکتے۔

میرے پیارے رب! تُو آپ ہی بتا کہ ہم کس طرح تیرے ان احسانات کا شکریہ ادا کریں۔ کیونکہ ہماری عقلیں کوتاہ اور ہمارے فہم کمزور ہیں۔ ہم تیرے پہلے بھی محتاج تھے۔ اور اب بھی محتاج ہیں۔ اور آئندہ بھی تیرے ہی محتاج ہوں گے۔ پھر ہمیں اے بادشاہ تجھ سے سوال کرنے میں کیا شرم ہو۔ وہ شخص جس نے کبھی سوال نہ کیا ہو شرماتا ہے لیکن جو ہر وقت مجسم سوال بنا رہے اسے سوال کرتے ہوئے کیا شرم آسکتی ہے۔ پس اے میرے رب! تیرے حضور میں عاجزانہ عرض کرتا ہوں اسے قبول فرما کہ بادشاہوں کے دروازوں پر سے گداگر خالی ہاتھ نہیں لوٹا کرتے۔ جس طرح تُو نے اس جماعت کے کثیر حصہ کو مجتمع اور متحد کر دیا ہے قلیل کو بھی ہمارے ساتھ ملا دے۔ میرے پیارے رب تُو جانتا ہے کہ مجھے اپنی بڑائی کی خواہش نہیں مجھے حکومت کا شوق نہیں لیکن جماعت کا اتحاد مجھے مطلوب ہے۔ اور تفرقہ کو دیکھ کر میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔ پس خدایا اپنا فضل کیجئے میرے زخمی دل پر مرہم کافور لگایئے مجھے جو کچھ بھی حضور نے دیا امیدوں سے بڑھ کر دیا۔ مگر مولیٰ مجھے اس معاملہ میں حرص سے معذور رکھئے۔ ابھی میری حرص کی آگ نہیں بجھی اور میرے دل میں تڑپ ہے کہ کسی طرح سب کی سب جماعت پھر ایک سلک میں پروئی جائے اور ہم سب مل کر تیرے نام کو دنیا پر روشن کریں۔ طاقتور شہنشاہ یہ تیرے لئے کچھ مشکل نہیں۔ احمد کے نام کو دو ٹکڑے ہونے سے بچالے۔ پیارے یہ جماعت تیری پیاری جماعت ہے اور کون چاہتا ہے کہ اپنے پیاروں کے دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھے۔

میرے دوستو! خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بہت زبردست ہے تم اپنے مولیٰ کے سامنے گر کر آہ و زاری کرو اور دعاؤں میں لگ جاؤ تا یہ بادل سورج کے سامنے سے ہٹ جائیں۔ اور وہ پہلے سے بھی زیادہ دنیا کو روشن کرے۔ میں اس موقعہ پر اخبارات کے ایڈیٹران کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ وہ آئندہ منکران خلافت کے متعلق سخت کلامی کو ترک کر دیں۔ میں جانتا ہوں کہ جس کے ہاتھ پر انسان بیعت کر چکا ہو اس کے خلاف بات سننا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن آپ لوگ نرمی سے کام

لیں اور سختی کو ترک کردیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اسی طرح نازل ہوگا۔ ہر ایک اعتراض کا جواب نہایت نرمی سے دیں۔ اور گالیاں دینا اور ٹھٹھا کرنا ان کے لئے چھوڑ دیں جن کو خدا نے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے ورنہ یہ کیونکر معلوم ہوگا کہ حق پر کون ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں جماعت کو ایک اور بات کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ لوگ ضرور اس پر غور کریں گے اور جس طرح ایک پیاسا پانی کے چشمہ کو دیکھ کر اس کی طرف دوڑتا ہے اسی طرح آپ لوگ اس بات کے قبول کرنے کے لئے جلدی کریں گے۔ اور وہ یہ کہ کوئی قوم کبھی ترقی نہیں کرتی جب تک پورے زور سے تبلیغ کے کام کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور قرآن شریف نے تو مبلّغین کے لئے اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ فرما کر فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی کا راز تبلیغ ہی ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کرکے دیکھ لو کہ جب سے مسلمانوں نے تبلیغ کے فرض کو بھلا دیا ہے اسی وقت سے ان کی حکومت، عزت، دولت سب کچھ برباد ہونا شروع ہؤا ہے۔ پس آپ لوگ قطعاً اس کام سے غافل نہ ہوں تا ایسا نہ ہو کہ آپ کا قدم بھی پستی کی طرف چل پڑے۔

میں نے ۱۲/ اپریل کے جلسہ میں جماعت احمدیہ کے قائم مقاموں کے سامنے بیان کیا تھا کہ میرے دل میں تبلیغ کا ایسا جوش ہے کہ جس کی حدود میرے بیان میں نہیں آسکتیں اور یہ بھی بتایا تھا کہ انبیاء اور خلفاء کا پہلا کام ہی اللہ تعالیٰ نے یہ مقرر فرمایا ہے۔ اسی طرح مؤمنین کو حکم دیا ہے کہ ہر ایک جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہے۔ لیکن میں نے اس وقت تک اس تحریک کے متعلق اس لئے کوئی اعلان شائع نہیں کیا کہ میں دعا میں مشغول تھا اور چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے پہلے استخارہ کرلوں۔ بعد میں اس کام کے لئے آپ لوگوں کو بلاؤں گا۔ سو آج دعاؤں اور استخارہ کے بعد میں آپ لوگوں کو وہ پیغام حق پہنچاتا ہوں جو دنیا کے ابتداء سے اللہ تعالیٰ کے بندے پہنچاتے آئے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ

مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ

کون ہے جو خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت میں میرا مددگار اور معاون ہو۔

خوب یاد رکھو کہ جو شخص اس آواز کا جواب دے گا وہ اپنے رب سے اجر عظیم کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ یہ میرا کام نہیں بلکہ خدا کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کا احسان اپنے ذمہ نہیں رکھتا اگر تم ایک پیسہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کروگے تو اس کے بدلہ میں وہ تمہیں وہ کچھ دے گا جس کو تم گن بھی نہ سکوگے۔

دین اسلام اس وقت ایک خطرناک مصیبت میں ہے۔ اور اپنے اور پرائے سب اس کے دشمن ہو رہے ہیں۔ جو لوگ مسلمان کہلا رہے ہیں ان کے دل خود شکوک و شبہات کے پردوں میں لپٹے ہوئے ہیں اور وہ خود تیغ و سنان سے اسلام پر حملہ کر رہے ہیں۔ جو دشمن ہیں وہ تو دشمن ہی ہیں۔ جو کچھ بھی وہ کریں اسے کم سمجھنا چاہئے۔ اور اس خطرناک مصیبت میں اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کام پر مقرر کیا ہے کہ دین اسلام کی حفاظت کرو اور اندرونی اور بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کرو۔ پس اپنے فرض کو پہچانو اور غفلت کو ترک کردو۔ مال پھر بھی مل سکتا ہے لیکن یہ وقت پھر نہ ملے گا۔ بے شک آپ لوگوں پر چندوں کا بہت بوجھ ہے لیکن جو ثواب آپ جمع کرسکتے ہیں وہ ایسی بیش بہا چیز ہے۔ کہ آنے والی نسلیں اس پر رشک کریں گی اور بہت ہوں گے جو اپنی بادشاہتوں کو ترک کرنا بخوشی قبول کریں گے بشرطیکہ ان کو آپ کے ثوابوں میں سے ایک ہزارواں حصہ بھی دے دیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ بادشاہ اس مذہب کو قبول کریں گے اور سلطنتیں اپنے سر احمدیت کے آگے جھکائیں گی۔ لیکن جو رُتبہ اور مرتبہ آپ کے حصہ میں آیا ہے وہ ان کو نصیب نہ ہو گا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ بڑے بڑے زبردست بادشاہ ابو بکرؓ اور عمرؓ بلکہ ابو ہریرہؓ کا نام لے کر بھی رضی اللہ عنہ کہہ اٹھتے رہے ہیں اور چاہتے رہے ہیں کہ کاش ان کی خدمت کا ہی ہمیں موقعہ ملتا۔ پھر کون ہے جو کہہ سکے کہ ابو بکر اور عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے غربت کی زندگی بسر کرکے کچھ نقصان اٹھایا۔ بے شک انہوں نے دنیاوی لحاظ سے اپنے اوپر ایک موت قبول کرلی۔ لیکن وہ موت ان کی حیات ثابت ہوئی اور اب کوئی طاقت ان کو مار نہیں سکتی۔ وہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔ پس تمہارے لئے بھی وہ دروازے کھولے گئے ہیں۔ اخلاص اور ثواب کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے دین کی تائید میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لو۔ کیونکہ جو جس قدر موت اپنے لئے قبول کرے گا اسی قدر زندگی اس کو دی جائے گی۔ خدا کے قرب کے دروازے کھلے ہیں اور کوئی قوم نہیں جو ان کے اندر داخل ہونے کی خواہشمند ہو۔ ایک تم ہی تم ہو۔ پس ایک جست کرو اور اندر داخل ہو جاؤ۔

اسلام اور احمدیت کی اشاعت خدا کا کام ہے مگر وہ اپنے بندوں کو موقعہ دیتا ہے کہ وہ بھی ثواب حاصل کرلیں۔ آپ لوگوں نے کل دنیا کے مقابلہ میں اپنے اخلاص اور نیک نیتی کو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بالا ثابت کرکے دکھا دیا۔ پھر خلیفہ اول کے وقت میں تمہارا قدم آگے سے بھی زیادہ تیز پڑنے لگا۔ کیونکہ تم نے دیکھا۔ کہ دشمن ہم پر خوش ہے اور ہماری تباہی کا منتظر ہے۔ پس تم نے نہ چاہا کہ اسے تم پر ہنسنے کا موقعہ ملے۔ اب ایک تیسرا عہد آپ نے باندھا ہے اور میں امید

کرتا ہوں کہ اب آپ اور بھی زیادہ جوش سے کام لیں گے۔ میرا خدا میرا مددگار ہے۔ جو کام اس نے میرے سپرد کیا ہے وہ اس کے پورا کرنے کے لئے خود ہی سامان پیدا کر دے گا اور مجھے یقین ہے کہ اگر زمین میری مدد نہ کرے گی تو آسمان میرا ہاتھ بٹائے گا اور اللہ تعالیٰ سعید روحوں کو خود الہام کر دے گا کہ وہ میری آواز پر لبیک کہیں۔

اس وقت دشمن کہہ رہا ہے کہ اب احمدیت گئی لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آگے سے بھی زیادہ اسے ترقی دے اور اسلام کے شیدا خوش ہو جائیں کہ اب خزاں کے بعد بہار آنے والی ہے اور مسیح موعودؑ کے وعدوں کے پورے ہونے کے دن آ گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے مأمور اور اس کے اول خلیفہ کی دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور ضرور اسلام کی مصیبت کو دور کر دے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کام کو پورا کرنے کے لئے میرے دل میں ڈالا ہے کہ میں اب اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے خاص جدوجہد کروں۔ اور میں نے فی الحال اندازہ لگایا ہے کہ اس کام کا ایک سال کا خرچ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) روپیہ ہوگا میں نے روپیہ کے انتظام کیلئے ایک کمیٹی مقرر کی ہے جس میں مجلس معتمدین کے کل وہ ممبران شامل ہوں گے جو بیعت کر چکے ہیں اور ان کے علاوہ کچھ اور دوست بھی شامل کئے جائیں گے لیکن ان کے نام بعد میں شامل کروں گا۔ اس انجمن کا کام اشاعت اسلام کے روپیہ کا انتظام کرنا' اس کا حساب و کتاب رکھنا اور اشاعت اسلام پر اس روپیہ کو میری ہدایات کے ماتحت خرچ کرنا ہوگا۔ زکوٰۃ کا روپیہ بھی اسی انجمن کے پاس جمع ہوگا۔ اور میں اس انجمن کا سیکرٹری مولوی شیر علی صاحب بی اے کو مقرر کرتا ہوں۔ انہیں کے دستخطوں سے روپیہ بھیجنے والوں کو رسیدیں ملیں گی۔ اس انجمن کا نام ایک پرانی خواب کی بناء پر انجمن ترقی اسلام رکھا جاتا ہے۔

میں نے بہت دعاؤں کے بعد اس بات کا اعلان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ میری دعاؤں کو ضرور قبول کرے گا اور خود اشاعت اسلام کے لئے سامان کر دے گا اور جو لوگ اس کام میں میرا ہاتھ بٹائیں گے ان پر خاص فضل فرمائے گا۔

میرے دوستو! بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) روپیہ سالانہ کی رقم بظاہر بہت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جس رب نے مجھے اس کام پر مقرر کیا ہے اس کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ وہ بڑے خزانہ والا ہے۔ وہ خود آپ لوگوں کے دل میں الہام کرے گا۔ اور آپ ہی اسکے لئے سامان کر دے گا۔ میں نے اس کام میں حصہ لینے والوں کے لئے بہت دعا کی ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ جو شخص جس جوش اور اخلاص سے آگے بڑھے گا خدا تعالیٰ کا فضل بھی اسی مقدار میں اپنے ساتھ دیکھے گا۔ یہ مال و متاع اسی جگہ رہ

جائے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے سامنے تو نیک اعمال ہی جائیں گے پس دین اسلام کے لئے اپنے اموال کی کچھ پرواہ نہ کرو۔ کیا آج تک اللہ تعالیٰ نے آپ سے بخل کیا ہے کہ آئندہ کرے گا۔

تمام جماعتوں کے سکرٹریوں کو اور ان لوگوں کو جن کو خدا تعالیٰ اس کام کے لئے ہمت دے چاہئے کہ فوراً اس اعلان کے پہنچتے ہی دوستوں کو سنائیں اور خاص طور پر تحریک کر کے چندہ بھجوائیں تاکہ فوراً کام شروع کر دیا جائے۔ روپیہ براہ راست میرے نام بھیجیں۔ کیونکہ اس سے دعا کی تحریک ہوتی ہے ہاں رسید اس انجمن کے سیکرٹری مولوی شیر علی صاحب بی اے کے دستخط سے روانہ ہوگی۔ کیونکہ حساب و کتاب انہیں کے زیر نگرانی ہوگا۔

جماعت کے مخلصین کے لئے یہ ایک امتحان کا موقعہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ غیر معمولی اخلاص کا نمونہ دکھائیں گے۔ ہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ انجمن کے ماہوار چندوں پر اس چندہ کا کوئی اثر نہ پڑے۔ اور جو شخص ان چندوں میں کمی کر کے اس طرف چندہ دے گا وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک زیر مؤاخذہ ہوگا کیونکہ وہ وعدہ خلافی کرے گا اور یہ دانائی سے بعید ہے۔ کہ ایک بچہ کو بچانے کے لئے دوسرے بچہ کو قتل کیا جائے۔ پس جو کچھ دو ماہوار چندوں سے زائد دو اور اس بات کو مدنظر رکھو کہ خدا تعالیٰ کبھی اس ایثار کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ آپ دیکھیں گے کہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ آپ کے اندر کام کرتا ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ انصار اللہ کہلانا کچھ چھوٹا سا انعام نہیں پس آؤ تم سب انصار اللہ بن جاؤ اور اپنے اموال اور اپنی جانوں سے اشاعت اسلام میں لگ جاؤ۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

نوٹ:- جس قدر تجاویز ۱۲ اپریل کے جلسہ میں ہوئی تھیں ان سب کا انتظام مَیں اس انجمن کے سپرد کرتا ہوں جس کے ممبر تا اطلاع ثانی یہ اصحاب ہوں گے۔

حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب۔ نواب محمد علی خان صاحب۔ سید حامد شاہ صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب بی اے۔ مرزا بشیر احمد صاحب۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ ڈاکٹر رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن پنشنر۔ سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب۔ حاجی اللہ رکھا مدراس اور اسی وقت تک اس انجمن کی علیحدہ ضرورت ہوگی جب تک کہ مجلس معتمدین کا انتظام باقاعدہ نہ ہو۔ جب انشاء اللہ مجلس معتمدین کی مناسب اصلاح ہو جائے گی تو پھر اس انجمن کی علیحدہ ضرورت نہ ہوگی بلکہ یہ کام بھی اسی کے سپرد کر دیا جائے گا۔

آخر میں مَیں سب مبائعین کو پھر ہدایت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کر کے اس

رقم کو جلد مہیا کرنے کی کوشش کریں۔ اور دشمنان سلسلہ پر ثابت کردیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے جوش کم نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اخلاص میں اور بھی زیادہ کردیا ہے

یہ بھی یاد رہے کہ اشاعت اسلام کے اس خاص چندے کے علاوہ جو رقوم آپ لوگ اشاعت اسلام میں ماہوار یا کبھی کبھی صدر انجمن میں دیتے تھے اس کو بھی اس مد میں منتقل کردیں تاکہ یکجائی طور پر اس کام کو پورا کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ اور اس کی تائیدات اور نصرتیں آپ کے شامل حال ہوں والسلام۔

خاکسار

**مرزا محمود احمد**

نوٹ:۔ انجمن ترقی اسلام کے قیام کے بعد کسی الگ تحریک کی ضرورت نہیں اس لئے میں دعوت الی الخیر کا روپیہ بھی جو اس کام کے لئے جمع ہو رہا تھا اس انجمن کے سیکرٹری کو سپرد کردوں گا۔ جو چھ سو سے کچھ زائد ہے اور جو دوست اس فنڈ میں کچھ رقم بھیجا کرتے تھے۔ وہ ان رقموں کو اب انجمن ترقی اسلام ہی کی طرف منتقل کردیں۔ تاکہ سب کام یکجائی طور پر ہو۔ مرزا محمود احمد

# غموں کا ایک دن اور چار شادی

## فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

یہ اعلان شکریہ کاتب کو دینے سے پہلے میں نے عصر کے بعد درس قرآن کے وقت جماعت قادیان کو سنا دیا تھا تا وہ بھی اس تحریک میں حصہ لینے کے لئے تیار ہو جائیں سو اللہ تعالیٰ نے قادیان کی غریب جماعت کے دلوں میں وہ اخلاص اور جوش بھر دیا اور ان کے دل اپنے خالق اور رازق کے نام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ایسے بیتاب ہو گئے کہ دوسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد انہوں نے ایک عام جلسہ کیا اور تین ہزار (۳۰۰۰) روپیہ کے قریب چندہ کے وعدے لکھوائے گئے اور ابھی تک برابر کوشش ہو رہی ہے اور قادیان کے دوست چاہتے ہیں کہ اول تو میری اعلان کردہ رقم یعنی بارہ ہزار روپیہ کُل کا کُل ضلع گورداسپور کی طرف سے پیش کیا جائے یا کم سے کم نصف یعنی چھ ہزار تو ضرور وہ مہیا کریں اور میں اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہوں کہ وہ ان کی کوششوں کو بار آور فرمائے گا۔ اور وہ دونوں رقموں میں سے ایک کو ضرور جمع کر لیں گے۔ اس وقت تک پانچ سو روپیہ سے زائد وصول بھی ہو چکا ہے اور ہر روز چندہ میں ترقی ہو رہی ہے قادیان کی غریب جماعت کا یہ نمونہ ایک ایسا نمونہ ہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ باہر کی جماعتیں بھی اسی نمونہ پر چلیں گی میں نے دیکھا کہ بعض لوگوں نے اپنی کل کی کل زمین تبلیغ اسلام کے لئے دے دی اور بعض نے اپنا کل اندوختہ اس کام کے لئے نذر کر دیا اور میں اس ایثار کو دیکھ کر اس بات سے باز نہیں رہ سکتا کہ اپنے مولیٰ کا پھر شکریہ ادا کروں جس نے اپنے فضل سے میری تحریر میں اس قدر اثر رکھا کہ ابھی وہ شائع بھی نہیں ہوئی کہ مطلوبہ رقم کے چوتھائی حصہ کے وعدے پہلے ہی ہو گئے اور صرف ایک ضلع کے لوگ اس کو پورا کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور پھر اس کام کے کرنے والی وہ جماعت ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ روٹیوں کے لئے قادیان میں آپڑے ہیں کاش اس ایثار کے لوگ اور بھی کثرت سے ہوں تا سلسلہ احمدیہ جلد جلد ترقی کی شاہ راہ پر قدم مارے۔

میرے پیارے رب نے اس وقت مجھے ایک سبق دیا ہے اور وہ یہ کہ میں نے جماعت کے فتنہ کو دیکھ کر خوف کیا تھا کہ بارہ ہزار روپیہ بھی وہ دے سکے گی یا نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ جب اس سب کام کے ہم خود ذمہ دار ہیں تو فتنہ کا ہونا یا نہ ہونا کیا اثر رکھتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا تھا کہ ہم چندہ بند کر دیں گے اور خود بخود یہ سب کام آپ بند ہو جائیں گے اور خلافت کے ماننے والوں کو

ہوش آجائیں گے اور بعض نے اعلان کر بھی دیا کہ قادیان میں کوئی چندہ نہ بھیجا جائے لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایسے لوگوں کا جھوٹ ثابت کرے اور وہ ہمیں اپنی بے انتہاء قدرت کا ایک روشن نشان دکھانا چاہتا ہے مبارک وہ جو اس سے فائدہ اٹھائے۔

دنیاوی حکومتوں کی ساکھ ان کے قرضہ سے پتہ لگتی ہے کیونکہ جب ان میں ضعف پیدا ہو جائے تو ان کو قرضہ مشکل سے ملتا ہے۔ لیکن جب وہ طاقتور ہوں تو وہ اگر ایک کروڑ کا اعلان کرتی ہیں تو ان کو دس کروڑ روپیہ دینے کو لوگ تیار ہو جاتے ہیں۔ اور اس وقت بھی جبکہ اس الٰہی سلسلہ کی ساکھ پر لوگ معترض تھے اور کہتے تھے کہ اب یہ سلسلہ گیا۔ اور بعض اپنے لوگ ہی اس بات کے مدعی تھے کہ ہمارے علیحدہ ہوتے ہی یہ سب کام تباہ ہو جائے گا۔ خدا تعالیٰ اس جماعت کی ساکھ قائم کرنا چاہتا ہے اور اس غریب جماعت کے ہاتھوں سے جسے نادان اور جاہل اور کم فہم کہہ کر ہنسی اور ٹھٹھا کیا جاتا ہے اپنی شان دکھانا چاہتا ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ خود جماعت کے دلوں میں تحریک کرے گا اور میری اعلان کردہ رقم سے بھی پانچ چھ گنا زیادہ روپیہ فراہم کر دے گا اور میرا ارادہ ہے کہ انشاء اللہ زائد رقم سے ہم تبلیغ کے کام کو اور بھی وسیع پیمانہ پر جاری کریں۔ اور اسے غیر مترقبہ ضروریات کے لئے علیحدہ کر دیں اور آئندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے امید ہے کہ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) روپیہ سالانہ سے بھی زیادہ کا انتظام بغیر کسی زائد بوجھ کے ہو جائے گا مگر میں اس امر کی تفصیل کہ کس طرح معمولی چندوں میں سے یہ کام بھی پورا ہو جائے گا یا صرف ایک قلیل رقم زائد کرنی پڑے گی جس سے انشاء اللہ تعالیٰ سب کام چل جائیں گے کسی آئندہ وقت شائع کرونگا ہاں اس وقت صرف اتنا کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کا حامی ہے اور وہ خود ہماری سب ضروریات کا کفیل ہو گا ہمارے بعض دوست ہم سے الگ ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کوئی روپیہ نہ دیں گے مگر وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نئے آدمی دے گا جو یُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ والی جماعت ہوگی اور وہ اس باغ میں ایک درخت کے بدلے ہزار درخت لگائے گا بلکہ اس سے بھی زیادہ جن کے پھل ان مقطوعہ درختوں کے پھلوں سے بہت زیادہ شیریں ہوں گے۔

آخر میں بطور تحدیث نعمت یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ مردوں کے علاوہ قادیان کی عورتوں نے بھی اس تحریک میں خاص حصہ لیا ہے قریباً پچیس روپیہ ماہوار کے وعدے کئے ہیں جو امید ہے اور بھی زیادہ ترقی کریں گے آئندہ بارہ ہزار سالانہ کی رقم میں سے علاوہ اس یکمشت چندہ کے جو ضلع گورداسپور کی جماعت انشاء اللہ قریباً اس سال دے گی قریباً اڑھائی ہزار روپیہ سالانہ وہ ہمیشہ

ادا کرتی رہے گی اور جماعت کی ترقی پر یہ رقم بھی زیادہ ہوتی رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

والسلام

خاکسار خادم سلسلہ احمدیہ

**مرزا محمود احمد**

# جماعت احمدیہ

کا

حکومت وقت کی اطاعت کے بارے میں صحیح مؤقف

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# جماعت احمدیہ

پچھلے چند روز سے متواتر خبریں آرہی ہیں کہ ترکی حکومت بھی اس عظیم الشان جنگ میں شامل ہو گئی ہے جس میں اس سے پہلے سات طاقتیں مشغول تھیں اور اس کا شامل ہونا بالکل بے سبب اور بے وجہ معلوم ہوتا ہے اور اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ ترکوں کو ان کی بداعمالیوں اور ظلموں کی پوری سزا دینا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس وقت تک جو وہ اپنے ملک اور اپنی رعایا کے فوائد سے بے خبر رہ کر عیش و عشرت اور آپس کے لڑائی اور جھگڑوں میں مبتلاء رہے ہیں اس کی ان کو پوری سزا دے کیونکہ جن طاقتوں کے مقابلہ کے لئے اس نے تلوار اٹھائی ہے ان سے عہدہ برآ ہونا اس کا کام نہیں اور وہ اس میدان کا جوان نہیں اس کا ان کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہونا ایسا ہی ہے جیسا ایک چوہے کا پہاڑ سے سر ٹکرانا یا ایک چیونٹی کا سمندری لہروں کا مقابلہ کرنا۔ انہوں نے اپنی حماقت اور جہالت کی وجہ سے باوجود ایک بکروٹہ ہونے کے شیر پر ہاتھ ڈالا ہے اور ایک چڑیا ہو کر باز پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی ہے کاش وہ اتنا خیال کر لیتے کہ ہم جن طاقتوں سے مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں ان کے متعلق رسول کریم ﷺ نے لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ فرمایا ہے۔ اس جنگ میں جس قدر خون ہوں گے ان کا گناہ ترکوں کے سر پر ہو گا اور بقیہ اسلامی عظمت کے ضائع کرنے کا الزام بھی انہیں کے ذمہ لگے گا کیونکہ انہوں نے وقت کو نہ پہچانا اور نہ منشائے الٰہی کو سمجھا کاش وہ بجائے انگلستان سے جنگ کرنے کے اپنے نفس سے جنگ کرتے اور بجائے تلوار کھینچنے کے انصاف و عدل کی طرف متوجہ ہوتے اور بجائے دوسروں کو کافر قرار دے کر ان سے جہاد کرنے کے اپنے دل کے کفر کو دور کرتے کیونکہ یہ ان کے لئے بہتر اور مبارک ہوتا انہوں نے باوجود آنکھوں کے خدائے تعالیٰ کی قضاء و قدر کو نہ دیکھا اور باوجود کانوں کے اس کے

احکام کو نہ سنا اور باوجود دل ہونے کے اس کے منشاء کو نہ سمجھا اور اپنے ساتھ اپنی رعایا کو بھی تباہ کر دیا کیوں کہ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً۔

چونکہ ترکی حکومت بظاہر ایک اسلامی حکومت کہلاتی ہے اس لئے مسلمانوں کے دلوں میں قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر ان کو کیا کرنا چاہئے اور جبکہ ایک طرف وہ سلطنت ہے جو مکہ اور مدینہ کی محافظ ہے اور دوسری طرف وہ جو ہمارے اموال اور جانوں کی محافظ ہے تو ہم کس سے ہمدردی کریں اس لئے میں اس اعلان کے ذریعہ اپنی تمام جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ان کا طریق عمل واضح ہے اور ان کو بجائے خود فکر کرنے کے اپنے امام کی طرف نگاہ کرنی چاہئے کہ وہ کیا فیصلہ کرتا ہے اور وہی ہمارا حقیقی ہادی اور رہنما ہے کیونکہ وہ خدا کا مسیح اور مہدی ہے اور اس کے حکم ہم سب کے لئے خواہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے واجب التعمیل ہیں۔ممکن ہے کہ بعض بیوقوف سلطانِ روم کو اپنا سردار اور آقا خیال کرتے ہوں لیکن ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ ایسا نہیں سمجھ سکتے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں: "مجھے نہ سلطان روم کی طرف کچھ حاجت ہے۔ اور نہ اس کے کسی سفیر کی ملاقات کا شوق ہے۔میرے لئے ایک سلطان کافی ہے جو آسمان اور زمین کا حقیقی بادشاہ ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے کہ کسی دوسرے کی طرف مجھے حاجت پڑے اس عالم سے گذر جاؤں۔ آسمان کی بادشاہت کے آگے دنیا کی بادشاہت اس قدر بھی مرتبہ نہیں رکھتی جیسا کہ آفتاب کے مقابل پر ایک کیڑا مرا ہوا پھر جبکہ ہمارے بادشاہ کے آگے سلطانِ روم ہیچ ہے تو اس کا سفیر کیا چیز۔میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکرگزاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی میں کر رہا ہوں۔ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہ شامتِ اعمال بُھگت رہی ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ اس کے زیر سایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔شاید بہت سے لوگ اس فقرہ سے ناراض ہوں گے مگر یہی حق ہے۔" (اشتہار "حسین کامی سفیر سلطان روم" صفحہ ۱-۲)

آگے چل کر اسی اشتہار کے صفحہ دو پر ترکی گورنمنٹ کی ردی حالت کی نسبت تحریر فرماتے ہیں اس ترکی سفیر کے سامنے جو قادیان آیا تھا۔ "میں نے کئی اشارات سے اس بات پر بھی زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصوروار ہے اور خدا سچے تقویٰ اور طہارت اور نوعِ انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔مگر میں اس کے دل کی طرف خیال کر رہا تھا کہ وہ ان باتوں کو بہت ہی برا مانتا تھا اور یہ ایک

صریح دلیل اس بات پر ہے کہ سلطنت روم کے اچھے دن نہیں ہیں اور پھر اس کا بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہے کہ زوال کی علامات موجود ہیں"۔ تین سطر آگے لکھتے ہیں کہ "میں نے یہ بھی اس کو کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اس کو لگتی تھیں اور میں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعہ فرمایا تھا وہی کہا تھا"۔ پھر اس امر کے متعلق کہ ترکی حکومت سے سلسلہ احمدیہ کو بجائے فائدہ کے نقصان ہے تحریر فرماتے ہیں کہ "اور پھر ان تمام باتوں کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کا بھی ذکر آیا اور جیسا کہ میرا قدیم سے عقیدہ ہے میں نے اس کو بار بار کہا کہ ہم اس گورنمنٹ سے دلی اخلاص رکھتے ہیں اور دلی وفادار اور دلی شکر گذار ہیں کیونکہ اس کے زیر سایہ اس قدر امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہرگز امید نہیں کہ وہ امن حاصل ہو سکے۔ کیا میں اسلام بول (استنبول) میں امن کے ساتھ اس دعوے کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں اور یہ کہ تلوار چلانے کی سب روایتیں جھوٹ ہیں کیا یہ سن کر اس جگہ کے درندے مولوی اور قاضی حملہ نہیں کریں گے۔ اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کرے گا کہ ان کی مرضی کو مقدم رکھا جائے پھر مجھے سلطان روم سے کیا فائدہ"۔ اسی طرح اس کے انجام کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ "سلطانِ روم کی سلطنت کی حالت اچھی نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں"۔ اسی معاملہ کے متعلق ایک دوسرے اشتہار میں تحریر فرماتے ہیں "سلطان کا خلیفۃ المؤمنین ہونا صرف اپنے منہ کا دعویٰ ہے۔ لیکن وہ خلافت جس کا آج سے سترہ برس پہلے براہین احمدیہ اور نیز ازالہ اوہام میں ذکر ہے حقیقی خلافت وہی ہے کیا وہ الہام یاد نہیں؟ اَرَدْتُ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ۔ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ السُّلْطَانُ۔ ہاں ہماری خلافت روحانی ہے اور آسمانی ہے۔ نہ زمینی"۔ پھر اسی اشتہار کے آخر میں انگریزی گورنمنٹ کی تعریف کی نسبت تحریر فرماتے ہیں "رہی یہ بات کہ اشتہار مذکور میں انگریزی سلطنت کی تعریف کی گئی ہے۔ سو یاد رہے کہ یہ ہرگز منافقانہ تعریف نہیں لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی مَنْ نَافَقَ. بلکہ ہم سچے دل سے کہتے ہیں اور صحیح کہتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم نے بہت امن پایا ہے۔ اس لئے اس کا شکر ہم پر واجب ہے۔ اور مجھے ان شریر انسانوں کی حالت پر نہایت تعجب ہے کہ اب تک وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جزاءِ احسان احسان ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ"۔

(الرحمٰن:۶۱)- (اشتہار جلسہ شکریہ جشن جوبلی۔شصت سالہ حضرت قیصرہ ہند۔ ۷ جون ۱۸۹۷ء)

اسی طرح سلطانِ روم کے خلیفۃ المسلمین کہلانے اور پھر دین سے غافل ہونے کی نسبت فرماتے ہیں "آج بھی اگر کسی انسان میں فراست موجود ہے تو دیکھ سکتا ہے کہ کیا اسلام کی حالت اس خطرناک حالت تک پہنچی ہے یا کہ نہیں جس وقت خدا اس کی خبر گیری کرے زمانہ خود پکار پکار کر زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ مصلح کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ معمولی مسلمان تو کسی شمار میں ہی نہیں۔ جو لوگ مسلمان کہلاتے ہیں اور خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین ہیں خود ان کا حال ایسا ہے کہ باوجود بادشاہ ہونے کے ان کو اتنی جرأت نہیں کہ ان کی سلطنت میں کوئی شخص جرأت اور آزادی سے اظہار حق بھی کر سکے سلطان روم کی سلطنت میں کوئی چار سطر بھی مذہب عیسوی کے خلاف نہیں لکھ سکتا۔ شاید یہ خیال ہو گا کہ تمام عیسائی سلطنتیں ناراض ہو کر سلطنت چھین لیں گی۔ مگر خدا کی سلطنت کا ذرا بھی خیال نہیں اور نہ ہی خدا کی طاقت پر پورا بھروسہ ہے۔ خودداری بھی ایک حد تک اچھی ہوتی ہے۔ مگر جہاں ایمان جائے وہاں ایسی باتوں کا کیا خیال۔"

"حالانکہ ہمارا تجربہ بتلاتا ہے کہ گورنمنٹ کو مذہب سے تعلق ہی کوئی نہیں۔ دیکھو ہم نے عیسائیوں کے خلاف کتنی کتابیں لکھی ہیں۔ اور کس طرح زور سے ان کے عقائد باطلہ کا ردّ کیا ہے۔ مگر گورنمنٹ میں یہ بڑی خوبی ہے کہ کوئی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا گیا۔ اصل وجہ اپنی ہی کمزوری ہوتی ہے۔ ورنہ گورنمنٹ دین کے معاملات میں کبھی بھی دست اندازی نہیں کرتی"۔ (اقتباس از تقریر بر مقام لاہور)

آگے چل کر سلطان روم کے محافظ حرمین شریفین ہونے کے خیال کو غلط قرار دیتے ہوئے انگریزی گورنمنٹ کی یوں تعریف فرماتے ہیں۔ "بادشاہ اور خلیفۃ المسلمین اور امیر المؤمنین کہلا کر بھی خدا کی طرف سے بے پرواہی اچھی بات نہیں۔ مخلوق سے اتنا ڈرنا کہ گویا خدا کو قادر ہی نہیں سمجھنا۔ یہ ایک قسم کی سخت کمزوری ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ خادم الحرمین ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ حرمین اس کی حافظ ہیں۔ حرمین کی برکت اور طفیل ہے کہ اب تک وہ بچا ہؤا ہے۔ جو مذہبی آزادی اس ملک میں ہمیں نصیب ہے وہ مسلمان ممالک میں خود مسلمانوں کو بھی نصیب نہیں دیکھو کس آزادی سے ہم کام کر رہے ہیں۔ اور پھر کیسا اثر ہماری تالیفات کا ملک پر ہؤا ہے۔ قادیان میں ہمیشہ پادری لوگ آیا کرتے تھے۔ ان کے خیمے ہمیشہ قادیان کے باہر کی طرف نصب کئے جاتے تھے۔ اور وہ پھر کر اپنا وعظ کیا کرتے تھے۔ مگر اب عرصہ پندرہ برس کا ہوتا ہے کہ کبھی کسی پادری کی شکل بھی نظر

نہیں آئی۔ ہمیشہ کہا کرتے تھے اور مسلمانوں کو دعویٰ سے بلایا کرتے تھے کہ کوئی ان سے مباحثہ کرے۔ اور کہتے تھے کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ سے کوئی بھی معجزہ ظاہر نہیں ہوا۔ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ زندہ نبی کے مضمون پر بحث کی جاوے۔ مگر اب یہ معاملہ ہے کہ ہم بلاتے ہیں۔ انعام دیتے ہیں۔ مگر کوئی ادھر آتا ہی نہیں "۔ (ایضاً)

پھر کتاب الھُدیٰ کے صفحہ ۳۹ (روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۸۳) پر ان نام نہاد خلفاء کی نسبت یوں تحریر فرماتے ہیں کہ " وَفُوِّضَ اِلَیْھِمْ خِدْمَۃٌ فَمَا اَدَّوْھَا حَقَّ الْاَدَاءِ۔ اَتَزْعَمُوْنَ اَنَّھُمْ خُلَفَاءُ الْاِسْلَامِ۔ کَلَّا بَلْ ھُمْ اَخْلَدُوْا اِلَی الْاَرْضِ وَاَنّٰی لَھُمْ حَظٌّ مِّنَ التَّقْوَی التَّامِّ۔ وَلِذٰلِکَ یَنْھَزِمُوْنَ مِنْ کُلِّ مَنْ نَھَضَ لِلْمُخَالَفَۃِ۔ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ مَعَ کَثْرَۃِ الْجُنْدِ وَالدَّوْلَۃِ وَالشَّوْکَۃِ۔ وَمَا ھٰذَا اِلَّا اَثَرُ السُّخْطِ الَّذِیْ نَزَلَ عَلَیْھِمْ مِنَ السَّمَاءِ ترجمہ: اور جو خدمت ان کے سپرد ہوئی تھی اس کا کوئی حق ادا نہیں کیا۔ کیا تم دعویٰ کرتے ہو کہ وہ اسلام کے خلیفے ہیں۔ ایسا نہیں بلکہ وہ زمین کی طرف جھک گئے ہیں اور پورے تقویٰ سے انہیں کہاں حصہ ملا ہے۔ اس لئے ہر ایک سے جو ان کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑا ہو شکست کھاتے ہیں اور باوجود کثرت لشکروں اور دولت اور شوکت کے بھاگ نکلتے ہیں۔ اور یہ سب اثر ہے اس لعنت کا جو آسمان سے ان پر برستی ہے "۔ آگے چل کر ان کے برے حال اور بد انجام کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ " وَکَیْفَ یُعْضَدُوْنَ بِالنُّصْرَۃِ وَالْاِعَانَۃِ۔ مَعَ ھٰذِہِ الْغَوَایَۃِ وَالْخِیَانَۃِ۔ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُبَدِّلُ سُنَّتَہُ الْمُسْتَمِرَّۃَ۔ وَمِنْ سُنَّتِہٖ اَنَّہٗ یُؤَیِّدُ الْکَفَرَۃَ وَلَا یُؤَیِّدُ الْفَجَرَۃَ۔ وَلِذٰلِکَ تَرٰی مُلُوْکَ النَّصَارٰی یُؤَیَّدُوْنَ وَیُنْصَرُوْنَ۔ وَیَاْخُذُوْنَ ثُغُوْرَھُمْ وَیَتَمَلَّکُوْنَ۔ ترجمہ: اور ایسی خیانت اور گمراہی کے ہوتے ہوئے انہیں کیونکر خدا سے مدد ملے۔ اس لئے کہ خدا اپنی دائمی سنت کو تبدیل نہیں کرتا اور اس کی سنت ہے کہ کافر کو تو مدد دیتا ہے پر فاجر کو ہرگز نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ نصرانی بادشاہوں کو مدد مل رہی ہے اور وہ ان کی حدوں اور مملکتوں پر قابض ہو رہے ہیں اور ہر ایک ریاست کو دباتے چلے جاتے ہیں"۔ الھدیٰ ص۴۲ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۸۶) پھر ان کے محافظ حرمین شریفین ہونے کا انکار کرتے ہوئے اس طرح ان کی تباہی کی خبر دیتے ہیں: " اَتَخَالُوْنَ اَنَّھُمْ یَحْفَظُوْنَ حَرَمَ اللّٰہِ وَحَرَمَ رَسُوْلِہٖ کَالْخُدَّامِ۔ کَلَّا بَلِ الْحَرَمُ یَحْفَظُھُمْ لِاِدِّعَاءِ الْاِسْلَامِ وَادِّعَاءِ مَحَبَّۃِ خَیْرِ الْاَنَامِ۔ وَقَدْ حَقَّتِ الْعُقُوْبَۃُ لَوْ لَمْ یَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ الْمُقْتَدِرِ الْعَلَّامِ۔ ترجمہ: کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ حرمین شریفین کے خادم اور محافظ ہیں ایسا نہیں بلکہ حرم انہیں بچا رہا

ہے اس لئے کہ وہ اسلام اور رسول خدا کی محبت کے مدعی ہیں۔ اور اگر وہ سچی توبہ نہ کریں تو سزا سر پر کھڑی ہے"۔(الہدیٰ صفحہ ۵۶ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۰۰)

ان تحریروں سے یہ باتیں صاف ظاہر ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ سلطان کے ادعائے خلافت کو غلط قرار دیتے ہیں اس کی حکومت سے انگریزوں کی حکومت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کی سلطنت کے بدانجام کی خبر دیتے ہیں اور انگریزی حکومت کی مخالفت کو نہایت مکروہ اور گناہ قرار دیتے ہیں۔ اور ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احکام اور فیصلوں پر دل و جان سے کاربند ہو۔ پس میں تمام جماعت کو اس اعلان کے ذریعہ سے اطلاع دیتا ہوں کہ اپنے امام کے حکم کے ماتحت ہر طرح سے گورنمنٹ برطانیہ کے خیر خواہ رہیں اور ہر ممکن طریق سے اس کی مدد و اعانت کرتے رہیں اور اگر کسی جگہ کسی آدمی یا جماعت کے خیالات ان کو نادرست معلوم ہوں تو اس کی اصلاح کی کوشش کریں۔ اور اپنی جماعت کے علاوہ غیروں کو بھی سمجھاتے رہیں کہ گورنمنٹ برطانیہ کی فرمانبرداری ان کا مذہبی فرض ہے۔ پس چاہئے کہ اپنے ذاتی خیالات کو مذہب پر قربان کر دیں۔ ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہئے کہ جس امن سے ہم گورنمنٹ برطانیہ کے ماتحت زندگی بسر کر رہے ہیں ہرگز وہ امن ہم کو اور کسی سلطنت میں نہیں مل سکتا خواہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی۔ خصوصاً اس زمانہ کی اسلامی کہلانے والی حکومتوں کے حلم اور بردباری کا نظارہ ہم امیر کابل کے سلوک سے دیکھ چکے ہیں جس نے بلاوجہ ہمارے ایک بھائی کو نہایت بے دردی سے سنگسار کروا دیا۔

آخر میں مَیں اپنی جماعت کو اس امر کی بھی تاکید کرتا ہوں کہ وہ آج کل دعاؤں اور آہ و زاری پر بہت زور دیں اور اپنے نفوس میں تبدیلی پیدا کریں اور اللہ تعالیٰ کے آگے گر جائیں تا اسلام کی ترقی کی صورت نکلے اور اس کے زوال کے اسباب دور ہوں اور اسلام ایک دفعہ پھر اپنی اصل شان میں دنیا کے چاروں کونوں میں پھیلنا شروع ہو اور شرک و بدعت کی جگہ توحید اور سچی اطاعت کی ترقی ہو۔ آمین ثم آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

خاکسار

میرزا محمود احمد خلیفہ دوم

جماعت احمدیہ قادیان۔ پنجاب

۹ نومبر ۱۹۱۴ء

# القول الفصل

(خواجہ کمال الدین صاحب کے رسالہ
"اندرونی اختلافات سلسلہ کے اسباب" کامدلّل جواب)

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

# القول الفصل

مجھے آج اکیس ۲۱ جنوری ۱۹۱۵ء کی شام کو خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک رسالہ جو پچھلے دسمبر میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے چھاپ کر شائع کیا گیا ہے اور تمام احمدی جماعت میں مفت تقسیم کیا گیا ہے پڑھنے کا موقعہ ملا ہے۔ گو اس میں وہی باتیں دُہرادی گئی ہیں جن کا جواب بارہا ہماری طرف سے دیا جاچکا ہے لیکن چونکہ خواجہ صاحب بحث مباحثہ کے ایام کے بعد آئے ہیں اور ہندوستان آکر ان کا یہ پہلا وار ہے جو انہوں نے ہماری جماعت پر کیا ہے یا کم سے کم یہ ٹریکٹ اس لحاظ سے پہلا ہے کہ اس میں انہوں نے دلائل دینے کی بھی کوشش کی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مختصراً اس ٹریکٹ کا جواب دے دیا جائے۔ گو مجھے اس رسالہ کے پڑھنے کا دیر سے موقع ملا ہے اور اب ایک ماہ کے قریب اس کی اشاعت پر گذر گیا ہے لیکن چونکہ خواجہ صاحب اور ان کے دوست اس مضمون پر خاص فخر محسوس کرتے ہیں جو اس رسالہ میں درج ہے اس لئے محققین کو اصل واقعات سے واقف کرنے کے لئے میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ اس کا جواب لکھ دوں۔ مزید تاخیر کو روکنے کے لئے میں نے اسی تاریخ کو صبح سے شام تک بیٹھ کر سارے رسالے کا جواب لکھ دیا ہے اور میں نے اس وقت تک کسی اور غیر ضروری کام کو ہاتھ نہیں لگایا جب تک اس کو پورا نہ کرلیا ہو۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ صداقت کی طالب روحیں اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گی۔

اس ٹریکٹ کے ۷۵ صفحات ہیں اور عام طور پر سارے ٹریکٹ میں اعتراض ہی اعتراض ہیں اور مختصر سے اعتراض کا جواب بھی اعتراض سے کسی قدر لمبا ہی ہوتا ہے لیکن چونکہ ان مباحث پر جن پر خواجہ صاحب نے قلم اٹھایا ہے پہلے کافی بحث ہو چکی ہے اس لئے میں یا تو انہی اعتراضات کا

جواب دوں گا جو کسی قدر جدت رکھتے ہوں یا جن کے بیان کرنے میں خواجہ صاحب نے کوئی جدت پیدا کر دی ہو اور باقی مضامین کا مختصر جواب دے کر ان کتب و اخبارات و رسالہ جات کی طرف اشارہ کر دوں گا جن میں اس مسئلہ کے متعلق پہلے بحث ہو چکی ہو۔ میں اس ٹریکٹ کا جواب خود اس لئے لکھتا ہوں کہ خواجہ صاحب نے اس میں بارہا مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ میں خود ان کے سوالات کا جواب دوں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا حوالہ دیا ہے کہ آپ بھی خود جواب دیا کرتے تھے۔ اس لئے مجھے بھی آپ کی پیروی کرنی چاہئے مجھے اس بحث سے سروکار نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مخالفین کے اعتراضوں کا کس حد تک خود جواب دیا کرتے تھے اور کس حد تک اپنی جماعت پر اس کام کو چھوڑ دیتے تھے اور پھر کس حد تک مخالفین کے اعتراضوں کو نظر انداز ہی کر جایا کرتے تھے کیونکہ ان باتوں میں پڑنے سے اصل مضمون خبط ہو جاتا ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ خواجہ صاحب کے اس مطالبہ کو بھی پورا کر دوں اور پھر دیکھوں کہ خواجہ صاحب کہاں تک اس بات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

خواجہ صاحب نے اس ٹریکٹ کے پہلے اور دوسرے صفحہ پر اپنے بعض اعتقاد لکھے ہیں اور چونکہ ان میں سے بعض خود حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں ہیں۔ کسی احمدی کو ان سے انکار کرنے کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ جب کسی اختلافی مسئلہ پر انسان کچھ لکھے تو اس کے دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھنا چاہئے ہم مانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ "حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوئی"۔ "ہمارے نبی کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا ہو اور قرآن کریم کا ایک شد شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہو گا۔ ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جلشانہ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کے بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں"۔ "جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے۔ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور اس کے فیض کا اپنے تئیں محتاج جانتا ہے پس ایسا شخص خدا کی جناب میں پیارا ہو جاتا ہے اور خدا کا پیار یہ ہے کہ اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اس کی حمایت میں اپنے نشان ظاہر

کرتا ہے اور جب اس کی پیروی کمال کو پہنچتی ہے تو ایک ظلی نبوت اس کو عطا کرتا ہے جو نبوت محمدیہ کا ظل ہے یہ اس لئے کہ تا اسلام ایسے لوگوں کے وجود سے تازہ رہے اور تا اسلام ہمیشہ مخالفوں پر غالب رہے "لیکن ساتھ ہی حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس تمام کلام کی تشریح خود ہی کردی ہے اور متکلم سے زیادہ کس شخص کا حق ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے کلام کی تشریح کرے جب خود حضرت مسیح موعودؑ اپنے کلام کی ایک تشریح فرماتے ہیں تو اب کسی دوسرے کو اس پر قلم اٹھانے کی اجازت نہیں۔ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔ آپ نے جو معنے اپنے کلام کے کئے ہیں وہی درست اور راست ہیں اور جو معنے آپ کے کلام کے خلاف ہوں ان کو آپ کی طرف منسوب کرنا ایک ظلم عظیم ہے یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کہہ دے کہ جو کچھ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے وہ غلط اور نادرست ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کہہ دے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کے تحریر کردہ مضمون کے علاوہ کچھ اور معارف بھی سمجھائے ہیں لیکن یہ نہیں ہو سکتا اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے ایک کلام کی خود ہی تفسیر فرمادیں اور کوئی شخص آپ کے اسی کلام سے آپ کی تفسیر و تشریح کے خلاف ایک اور ہی معنے لے کر اس تحریر کو اپنے کسی مطلب کے لئے سند کے طور پر پیش کرے۔ کوئی عقلمند انسان اس منشائے مصنف کے خلاف تفسیر و تشریح کو قبول نہیں کر سکتا اور اسی لئے ہم بھی اس نتیجہ سے خواجہ صاحب سے متفق نہیں ہو سکتے جو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بعض تحریروں سے نکالا ہے کیونکہ دوسرے مقامات پر خود حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی ان تحریرات کی ایک تشریح فرمادی ہے اور وہ قاعدہ کلیہ کے طور پر بیان فرمائی ہے اور لکھ دیا ہے کہ جہاں کہیں بھی میں نے اپنی نبوت سے انکار کیا ہے وہاں میری مراد ایسی نبوت سے تھی جس کا مدعی نئی شریعت لائے یا آنحضرت ﷺ کی اتباع کے بغیر نبوت کا درجہ حاصل کرے ورنہ غیر تشریعی اور ایسے نبی ہونے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا جو آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع سے نبی بن جائے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر

کے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا"
(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶، ۷، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۰، ۲۱۱)

آپ کی ان تحریرات سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ نے اپنے نبی ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ جب انکار کیا ہے لوگوں کی اس خود ساختہ اصطلاح سے کیا ہے جو آج کل کے مسلمانوں میں عام طور پر رائج ہو گئی ہے اور وہ یہ کہ نبی وہی ہوتا ہے جو شریعت لائے یا جس کی نبوت بلاواسطہ ہو اور جو کسی کی امت میں نہ ہو پس خود حضرت مسیح موعودؑ کی تشریحات کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ اس قسم کے اصطلاحی نبی ہونے سے انکار کرتے ہیں جو عوام کے خیالات کے مطابق نبی کہلا سکتا ہے اور اس کی وجہ یہ پیش آئی کہ اگر آپ بغیر تشریح کے نبی کا دعویٰ کرتے تو عوام میں جو غلط خیالات پھیلے ہوئے تھے کہ نبی یا تو شریعت لائے یا یہ کہ ہر ایک پہلے نبی سے اس کی نبوت آزاد ہو ان کے مطابق وہ لوگ آپ کے دعویٰ کا مفہوم سمجھ لیتے اور اس طرح ان کو خواہ مخواہ دھوکا لگتا۔ پس آپ نے تشریح کر کے بتایا کہ میں تمہارا اصطلاحی نبی تو نہیں ہوں۔ مگر خدا تعالیٰ کی اصطلاح کے مطابق نبی ہوں۔ جیسا کہ آپ اپنی نبوت کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"ہر ایک شخص اپنی گفتگو میں ایک اصطلاح اختیار کر سکتا ہے لِكُلٍّ اَنْ يَّصْطَلِحَ سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے" (چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۶، روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۴۱)

اسی طرح فرماتے ہیں کہ نبیوں کی اصطلاح کے رو سے بھی میں نبی ہوں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

"اور جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے"۔ (الوصیت صفحہ ۱۲، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۱)

اسی طرح فرماتے ہیں کہ میں قرآن کریم کی اصطلاح کے مطابق نبی ہوں:۔

"جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرور اس پر مطابق آیت فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ (الجن: ۲۷) کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔ اسی طرح جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا اسی کو ہم رسول کہیں گے" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۸)

اسی طرح آپ کی تحریرات سے ثابت ہے کہ پہلے انبیاء بھی اسی لحاظ سے نبی اور رسول

کہلاتے تھے جس لحاظ سے آپ اپنے آپ کو نبی کہتے ہیں:-

"یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے ہیں۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جنکے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے"۔(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵ حاشیہ 'روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۹)

اسی طرح اسلام کی اصطلاح میں نبی جس شخص کا نام ہوتا ہے اس کی نسبت فرماتے ہیں:-

"خدا نے قدیم سے اور جب سے کہ انسان کو پیدا کیا ہے یہ سنت جاری کی ہے کہ وہ پہلے اپنے فضل عظیم سے جس کو چاہتا ہے اس پر روح القدس ڈالتا ہے اور پھر روح القدس کی مدد سے اس کے اندر اپنی محبت پیدا کرتا ہے اور صدق وثبات بخشتا ہے اور بہت سے نشانوں سے اس کی معرفت کو قوی کر دیتا ہے اور اس کی کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ سچ مچ اس کی راہ میں جان دینے کو تیار ہوتا ہے... اور ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک عشق ہوتا ہے اسی وجہ سے ایک طرف تو خدا کے ساتھ اس کا ایسا ربط ہوتا ہے کہ اس کی طرف ہر وقت کھینچا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف نوع انسان کے ساتھ بھی اس کو ایسا تعلق ہوتا ہے جو انکی مستعد طبائع کو اپنی طرف کھینچتا ہے جیسا کہ آفتاب زمین کے تمام طبقات کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور خود بھی ایک طرف کھینچا جا رہا ہے۔ یہی حالت اس شخص کی ہوتی ہے ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدثؒ کہتے ہیں اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خوارق ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں اور اپنی دعاؤں میں خدا تعالیٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲۲ - ۲۳، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۲۴'۲۲۵)

اس بات پر مزید روشنی ڈالنے کے لئے اس امر کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ گو آپ رسول اور نبی کو ایک ہی خیال فرماتے تھے اور ان دونوں ناموں میں فرق نہ فرماتے تھے لیکن آج کل کے مسلمانوں میں سے ایک جماعت میں چونکہ یہ غلط خیال بھی پھیلا ہوا ہے کہ نبی اور رسول میں فرق ہوتا ہے اور رسول وہ ہے جو شریعت لائے اور نبی وہ جو ہر ایک پہلے نبی کی اطاعت سے آزاد ہو۔ اس لئے آپ نے کبھی کبھی لوگوں کے اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ میں رسول نہیں ہوں لیکن وجہ وہی بتائی ہے کہ میں کوئی کتاب نہیں لایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

اس مصرعہ سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آپ نے رسالت کا انکار کس لحاظ سے کیا ہے اسی مفہوم کے لحاظ سے جو لوگوں میں غلط طور پر رسول کی نسبت پایا جاتا ہے جیسا کہ اس مصرعہ کی تشریح میں آپ خود فرماتے ہیں:۔

"میرا یہ قول کہ "من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب"۔ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۷، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۱)

پس اس انکار سے فائدہ اٹھا کر یہ اعلان کرنا کہ حضرت مسیح موعودؑ مجدّدوں میں سے ایک مجدّد ہیں اور ماموروں میں سے ایک مامور ہیں اور ایسے ہی نبی ہیں جیسے کہ اور بزرگ نبی کہلا سکتے ہیں سخت ظلم اور تعدی ہے جس کا نشانہ اور بھی کوئی نہیں وہ خدا کا مسیح ہے جس کے ہم پر اس قدر احسانات اور انعامات ہیں کہ ہم ان کا شکریہ ادا کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ حضرت مسیح موعودؑ تو صاف لکھتے ہیں کہ اس امت میں میرے سوا اور کوئی شخص نبی کہلانے کا مستحق نہیں جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں" (حقیقۃ الوحی ــــــ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۰۶، ۴۰۷)

اور آپ لکھتے ہیں کہ ایسی نبوت میں حضرت مسیح موعودؑ کے شریک سید عبد القادر جیلانی، جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہما اور دیگر بزرگ بھی ہیں ہم یہ مانتے ہیں کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے پچھلے مجدّدین اور مأمورین کمالاتِ نبوتِ محمدیہ سے حصہ پا سکتے تھے لیکن وہ نبی نہیں کہلا سکتے کیونکہ کمالات سے حصہ پانا ایک اور شئے ہے اور وہ درجہ حاصل کرنا ایک اور شئے ہے خواب بھی نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے ایک شخص کو اگر سچی خوابیں یا الہام ہوتے ہوں تو اس کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسے کمالات نبوت سے حصہ ملا ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ نبی ہو گیا۔ کیونکہ نبی وہی ہو گا جو ان کمالات میں سے اس قدر حصہ پائے جس پر اس کا نام نبی رکھا جا سکے سو ہم مسیح موعودؑ کے ہم زبان ہو کر اقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں ایسے بہت سے مجددین کا وعدہ تھا جو کمالات نبوت سے حصہ پائیں گے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اور خلیفہ کے لفظ کو اشارہ کے لئے اختیار کیا گیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے جانشین ہوں گے اور اس کی برکتوں میں سے حصہ پائیں گے جیسا کہ پہلے زمانوں میں ہوتا رہا"

(شہادت القرآن صـــ۴۳ـــ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۳۹)

لیکن جیسا کہ میں ابھی بتا چکا ہوں کمالات سے حصہ پانا اور شئے ہے اور نبی کہلانا ایک اور شئے ہے۔ جب کسی چیز کا کوئی نام رکھا جاتا ہے تو اس کے لئے ایک حد مقرر ہوتی ہے جب تک انسان اس حد تک نہ پہنچ جائے وہ اس نام سے موسوم نہیں ہو سکتا جیسا کہ ایک شخص مثلاً ایم اے کی سب کتابوں میں سے تھوڑا تھوڑا پڑھ لے اور امتحان میں شریک ہو کر ہر پرچہ میں سے کچھ کچھ نمبر بھی حاصل کرلے تو وہ ایم اے اس دلیل کی بناء پر نہیں کہلا سکتا کہ اس نے ہر پرچہ میں سے کچھ کچھ نمبر حاصل کرلئے ہیں اسی طرح نبوت کے کمالات اور برکات و انعامات ہیں جب انسان ولایت کے اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے جس کے آگے نبوت کا درجہ شروع ہوتا ہے تو ایسا شخص بوجہ مقام نبوت کے قرب کے نبوت کے تمام کمالات اور برکات اور انعامات میں سے حصہ پاتا ہے۔ لیکن وہ حصہ اس قدر نہیں ہوتا کہ اس کو نبی کہہ سکیں اور یہی درجہ صدیقوں کا درجہ کہلاتا ہے جیسا کہ پہلے مجددین نے اس امر پر بحث کی ہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب ؒ لکھتے ہیں کہ صدیق وہی ہوتا ہے جو نبوت کے کمالات حاصل کرلیتا ہے لیکن اس قدر حصہ نہیں پاتا کہ اسے نبی کہا جاسکے۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کے اس حوالہ سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے اشخاص جو صدیقیت کے رتبہ پر پہنچ جائیں۔ اسلام میں بہت سے گذرے ہیں لیکن نبی کہلانے والا صرف مسیح موعودؑ ہی ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۴۰۷ میں فرماتے ہیں:۔

"اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پالیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے۔ تو اس صورت میں آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے"۔ (روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۰۷)

پس ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ پہلے خلفاء بھی کمالات نبوت سے حصہ پانے والے تھے۔ لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں وہ نبی نہیں کہلا سکتے تھے۔

"اگر تمام خلفاء کو نبی کے نام سے پکارا جاتا تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا۔ اور اگر کسی ایک فرد کو بھی نبی کے نام سے نہ پکارا جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا۔ کیونکہ موسیٰؑ کے خلفاء نبی ہیں۔ اس لئے حکمت الٰہیہ نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جائے اور

ان کا نام نبی نہ رکھا جائے۔ اور یہ مرتبہ ان کو نہ دیا جائے تا ختم نبوت پر یہ نشان ہو۔ پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جائے تا خلافت کے امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ہو جائے" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۵، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۵)

امت محمدیہ میں اب تک کوئی انسان خواہ اس نے کتنا ہی بڑا درجہ کیوں نہ پایا ہو خواہ وہ صحابہؓ میں سے ہو یا غیر صحابہ میں سے۔ نبی نہیں کہلا سکتا۔ سوائے حضرت مسیح موعودؑ کے۔ کہ صرف ان کو خدا تعالیٰ نے اس عہدہ پر مأمور کیا ہے اور آنحضرت ﷺ کی امت میں سے کوئی شخص اب تک اس انعام میں ان کا شریک نہیں ہوا۔

اس تحریر کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ امت محمدیہ میں سے وہ کون سا انسان ہے جس کی نسبت پہلے انبیاء نے خبریں دی ہیں وہ کون سا انسان ہے جس کی بعثت کی نسبت مسیح ناصری سا اولوالعزم نبی کہتا ہے کہ وہ میری ہی بعثت ہو گی۔ جس کا نام خود آنحضرت ﷺ نے نبی رکھا۔ حالانکہ جس قدر اولیاء اب تک گذرے ہیں۔ ان میں سے کسی کا نام بھی نبی نہیں رکھا وہ کون سا انسان ہے جس کو خدا تعالیٰ نے بار بار الہامات میں نبی اور رسول کہا اور جس نے اس نام کو دنیا میں پیش کر کے اعلان کیا کہ میں خدا کا نبی ہوں۔ ہاں میری نبوت آنحضرت ﷺ کے فیضان سے ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ ایسا انسان صرف مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور اس امت میں اب تک ایک انسان بھی ایسا نہیں گذرا جس میں یہ صفات جمع ہوں۔

خواجہ صاحب اپنے اس مضمون میں ایک طرف تو یہ تحریر فرماتے ہیں کہ غیر معتبر باتوں پر اعتبار نہیں ہونا چاہئے۔ غیر ذمہ دار لوگوں کی باتوں کو روکنا چاہئے۔ آرام سے فیصلہ کرنا چاہئے۔ لیکن اسی رسالہ میں خود ہی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ جن سے لوگوں کو ہوشیار کرتے تھے اور خیالی اور سنی سنائی باتوں پر بہت زور دیا ہے گو کہیں کہیں ڈر کر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ میں نے یہ باتیں سنی ہیں۔ لیکن کیا انصاف یہی چاہتا تھا کہ وہ ایسی احتیاط کی لوگوں کو تاکید کرتے ہوئے خود ایسی بے احتیاطی سے کام لیتے۔ آپ ہی اپنے قول پر عمل پیرا نہ ہوئے تو دوسرے پر آپ کے کلام کا کیا اثر پڑے گا۔ کیا یہ بات قابل تعجب نہیں کہ ایک طرف تو خواجہ صاحب نیتوں پر حملہ کرنے سے روکتے ہیں۔ اور دوسری طرف خود ہی تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ سمجھ لینا کوئی مشکل امر نہیں کہ کیوں یہ عقائد وجود میں آئے۔ جب حضرت میاں صاحب کے مریدین نے آیت استخلاف کا مصداق آپ کو سمجھا تو پھر یہ بھی ضروری ہوا کہ آپ کو کسی مستقل نبی کا خلیفہ قرار دیا جاوے قدرتاً ذہن اس طرف منتقل ہوئے کہ

مرزا صاحب مستقل نبی ہونے چاہئیں- بات یہ ہے کہ میاں صاحب کی خلافت سے انکار کرنے والے تب ہی فاسق بن سکتے ہیں- جب میاں صاحب کو کسی مستقل نبی کا خلیفہ قرار دیا جاوے اور وہ ہو نہیں سکتا- جب تک ختم نبوت سے انکار کر کے حضرت مرزا صاحب کو مستقل نبی نہ بنایا جاوے" (صفحہ ۶۵) اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ جس احتیاط کی خواجہ صاحب دوسروں کو تاکید کر رہے تھے- اس پر خود عامل نہیں ہوئے- اور ہمارے سب اعتقادات کی بنیاد صرف خود غرضی پر رکھ دی- گویا ان کے خیال میں جس قدر مسائل میں ہمیں ان سے اختلاف ہے اس کی اصل وجہ اپنی خلافت کو ثابت کرنا ہے اور ہمارے دل میں اس قدر بھی ایمان نہیں کہ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دین کو بھی اپنی خود غرضیوں کی لپیٹ سے باہر رکھ سکیں جو کہ حد درجہ کی شقاوت پر دلالت کرتا ہے مگر مجھے اس بات کے جواب دینے کی ضرورت نہیں- اس کا جواب وہی دے گا جو دلوں کا حال جانتا ہے- کیونکہ دلی خیالات پر جب بحث ہو تو انسان اس موقعہ پر کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا- اس وقت خدا تعالیٰ ہی فیصلہ کر سکتا ہے-

مگر میں پوچھتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول بھی اسی آیت سے اپنی خلافت کا استدلال کیا کرتے تھے اور بیسیوں بار آپ نے ایسا فرمایا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ نے بھی ان سے ایسا سنا ہو گا- اگر نہیں سنا تو بعض غیر مبائعین میں سے آپ کے سامنے ضرور یہ شہادت دے سکتے ہوں گے کہ انہوں نے حضرت خلیفہ اول کو اس آیت سے اپنی خلافت کے متعلق استدلال کرتے ہوئے سنا ہے- اس سوال کو چھوڑ کر کہ وہ بھی انسان تھے غلطی کر سکتے تھے- لوگوں کا حق ہے کہ وہ آپ سے دریافت کریں کہ آپ کے مقرر کردہ قاعدہ کے لحاظ سے کیا وہ بھی حضرت مرزا صاحب کو مستقل نبی مانتے تھے کیونکہ بقول آپ کے اس آیت سے انہی خلفاء کی خلافت کی تائید میں استدلال ہو سکتا ہے جو مستقل نبی کے جانشین ہوں اور حضرت خلیفہ اول اس آیت سے اپنی خلافت پر استدلال کیا کرتے تھے- پس اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت خلیفہ اول بھی (آپ کے پیش کردہ اصل کے ماتحت) حضرت مسیح موعودؑ کو مستقل نبی مانتے تھے- نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ۔

پھر ایک یہ بھی سوال ہے کہ قرآن کریم کی وہ کون سی آیت ہے- جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء صرف مستقل نبی کے ہؤا کرتے ہیں یہ تو ایک دعویٰ ہے جو دلیل کا محتاج ہے- اگر آپ اس آیت کو پیش کریں تو اس پر غور ہو سکتا ہے ورنہ خود ہی ایک دعویٰ کرنا اور اس کو دلیل کے طور پر پیش کرنا انصاف سے بعید ہے قرآن کریم میں کہیں نہیں آیا کہ خلافت صرف حقیقی نبی یا مستقل نبی

کے بعد ہوتی ہے۔ اور اس نبی کے بعد جو کسی دوسرے نبی کی اتباع سے نبوت حاصل کرے یا نئی شریعت نہ لائے خلافت نہیں ہوتی۔ پس ہمیں خلافت کے ثبوت کے لئے اس مصیبت میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ جس کی طرف آپ کی توجہ گئی ہے آپ نے ایک ایسے خیال کو پیش کیا ہے۔ جس تک ہمارے ذہنوں کو کبھی بھی رسائی نہیں ہوئی۔

پیشتر اس کے کہ میں خواجہ صاحب کے اس حوالہ سے آگے گذروں۔ میں خواجہ صاحب سے یہ بھی پوچھتا ہوں کہ آپ نے میری یا میرے مبائعین کی کسی تحریر میں یہ بات لکھی دیکھی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نئی شریعت لائے تھے یا یہ کہ آپ کو آنحضرت ﷺ کی اتباع سے باہر نبوت کا خلعت عطا ہؤا ہے۔ اگر آپ ایسا کوئی حوالہ پیش نہیں کر سکتے۔ تو کیا یہ بات قابل افسوس نہیں کہ آپ ایسا الزام مجھ پر اور میری جماعت پر لگاتے ہیں جو واقعات کے صریح خلاف ہے۔ دوسرے لوگ اگر اس بات کی جرأت کر لیتے تو کر لیتے۔ لیکن آپ تو اپنے سارے رسالہ میں اپنی ذمہ داری اور حضرت مسیح موعودؑ اور خلیفہ اولؓ کے قرب کے ثبوت پیش کرتے رہے ہیں۔ آپ کی شان سے یہ بات بالکل بعید تھی کہ ایک بات بلا ثبوت پیش کر دیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقی نبی کے خود یہ معنی فرمائے ہیں کہ جو نئی شریعت لائے۔ پس ان معنوں کے لحاظ سے ہم ان کو ہرگز حقیقی نبی نہیں مانتے۔ اور ایسی کوئی تحریر آپ پیش نہیں کر سکتے جس میں مَیں نے یا کسی مبائع نے یہ بات لکھی ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ جدید شریعت لانے والے اور سارے قرآن کریم یا اس کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصے کو منسوخ کرنے والے تھے۔ اور اگر ہمارا ایسا خیال ہوتا تو چاہئے تھا کہ ہماری نمازوں اور ہمارے روزوں میں فرق ہوتا۔ اور وہ شریعت ہم دنیا کے سامنے پیش کرتے جس پر اب ہمارا عمل ہے لیکن کیا کوئی ایسا اعلان میری طرف سے یا میرے مبائعین کی طرف سے ہؤا ہے۔ اگر ہؤا ہے تو مہربانی فرما کر آپ اسے پیش کریں۔ اور اگر حقیقی نبی کے معنی ان معانی کے علاوہ جن کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں لئے جائیں تو پہلے ہمارے سامنے وہ معنی پیش کئے جائیں۔ پھر ہم رائے دے سکیں گے کہ آیا حضرت صاحب کو ان معنوں کے لحاظ سے ہم نبی مانتے ہیں یا نہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص حقیقی نبی کے یہ معنی کرے کہ وہ نبی جو بناوٹی یا نقلی نہ ہو بلکہ درحقیقت خدا کی طرف سے خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ اصطلاح کے مطابق قرآن کریم کے بنائے ہوئے معنوں کے رو سے نبی ہو اور نبی کہلانے کا مستحق ہو۔ تمام کمالات نبوت اس میں اس حد تک پائے جاتے ہوں جس حد تک نبیوں میں پائے جانے ضروری ہیں تو میں کہوں گا کہ ان معنوں کے رو سے حضرت مسیح موعودؑ حقیقی نبی تھے گو ان

معنوں کی رو سے کہ آپ کوئی نئی شریعت لائے حقیقی نبی نہ تھے۔

اسی طرح مستقل نبی کے معنی خود حضرت مسیح موعودؑ نے یہ کئے ہیں کہ جس کو بلاواسطہ نبوت عطا ہو۔ اور جو کسی اور نبی کی اتباع سے انعام نبوت نہ حاصل کرے۔ ان معنوں کے لحاظ سے ہم حضرت مسیح موعودؑ کو ہرگز مستقل نبی نہیں مانتے۔ اور اگر میں نے یا میرے مریدوں میں سے کسی نے ایسا لکھا ہے تو آپ اس تحریر کو پیش کریں۔ ورنہ آپ غلط الزام لگانے کے الزام کے نیچے آجائیں گے۔ انصاف چاہتا ہے کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں اس کا ثبوت دیں۔ اگر تحریر نہیں تو کم سے کم آپ ویسی ہی حلف اٹھا جائیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے تریاق القلوب میں بیان فرمائی ہے کہ آپ نے مجھ سے ایسا سنا ہے یا کسی میرے مبائع سے ایسا سنا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کو بلاواسطہ مانتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کو نبوت آنحضرت ﷺ کی اتباع کے بغیر ملی تھی اور آپ پر آنحضرت ﷺ کی اتباع فرض نہ تھی یا یہ کہ آپ کی وفات تک کوئی ایسی گھڑی آپ پر آئی تھی۔ جس میں آپ آنحضرت ﷺ کی اطاعت سے آزاد ہو گئے تھے۔ اگر آپ ایسی حلف میرے متعلق اٹھائیں گے تو میں مقابل پر ویسی ہی حلف اٹھاؤں گا کہ میں نے ایسا نہیں کہا۔ پھر خدا تعالیٰ فیصلہ کرے گا۔ اور اگر آپ میرے کسی مرید کی نسبت یہ بات ثابت کر دیں اور وہ اس الزام کو مان لے تو میں اس شخص کو اگر توبہ نہ کرے فوراً اپنی بیعت سے خارج کر دوں گا۔ اور اگر وہ اس الزام سے انکار کرے تو میں اسے مجبور کر دوں گا کہ وہ بھی آپ کے مقابلہ میں تریاق القلوب والی قسم کھا جائے۔ اور اس کے بعد میں الٰہی فیصلہ کا منتظر رہوں گا۔ اور اگر آپ ایسا نہ کریں تو مجھے پھر افسوس سے کہنا پڑے گا کہ آپ نے ایک نہایت لطیف مشورہ دیا تھا کہ ہمیں احتیاط سے اس جھگڑے کا فیصلہ کرنا چاہئے لیکن خود احتیاط سے کام نہ لیا۔

خواجہ صاحب نے اپنے اس رسالہ میں میرے ایک خط کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ جو میں نے برادرم محمد عثمان صاحب لکھنوی کی طرف لکھا ہے لیکن مجھے تعجب ہے کہ جب خواجہ صاحب کو کسی نے اس خط کے واقعہ سے آگاہ کیا تو آگے یہ نہ بتایا کہ اس خط کی اشاعت پر جب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے یہ اعلان کیا تھا کہ شکر ہے میاں صاحب نے اپنے پہلے عقیدہ سے توبہ کر لی تو ان کے اس اعلان پر میں نے ایک اشتہار شائع کیا تھا۔ جس میں مَیں نے ان سے مطالبہ کیا تھا کہ اگر وہ سچے ہیں تو میرا وہ پہلا عقیدہ شائع کریں۔ جو اس خط میں ظاہر کردہ عقیدہ کے خلاف ہو یا حلف اٹھا جائیں کہ میں نے آپ کی تحریر میں پڑھا نہیں۔ لیکن اپنے کانوں سے یہ بات سنی ہے تو چھ سو روپیہ انعام بھی

دوں گا۔ اگر اس نے آپ کو یہ واقعہ بتادیا تھا تو پھر آپ نے ایسی جرأت کیوں کی کہ جھوٹے اقوال کو میری طرف منسوب کیا۔ اور اگر اس نے آپ سے یہ بیان نہیں کیا تو آپ مرزا یعقوب بیگ صاحب سے اس کا جواب دلوا دیں۔ ممکن ہے آپ یہ کہہ کر ٹال دیں کہ خیر مرزا صاحب سے غلطی ہو گئی۔ اور مجھ سے بھی سہو ہو گیا۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ کیا شرافت اس بات کی مقتضی نہیں کہ جو غلط الزام ڈاکٹر صاحب موصوف نے مجھ پر لگایا تھا۔ اس کی تردید بھی اسی قلم سے کرتے جس سے انہوں نے حملہ کیا تھا۔ اور اگر وہ سچے تھے تو میری تحریر پیش کرتے یا اگر خود سنا تھا تو حلف اٹھاتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس بات کو دبا گئے کہ خود آپ کے سامنے بھی وہ واقعہ بیان نہیں کیا تا کہ آپ بے فائدہ اپنے ٹریکٹ کے بہت سے صفحات کو اس فیصل شدہ مسئلہ کی بحث میں سیاہ نہ کرتے۔

خواجہ صاحب بار بار دلائل پر زور دیتے ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ دلائل کس چیز کا نام ہے۔ ایک شخص جو ان لوگوں میں سے ہے جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے معتمدین میں سے ایک معتمد کے طور پر پیش کرتا ہے۔ ایک بات بیان کرتا ہے اور بیان ہی نہیں کرتا اس کا اعلان کرتا ہے اور پھر تحریر میں اعلان کرتا ہے لیکن جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ بات کس تحریر میں ہے یا کس تقریر میں ایسا بیان ہوا ہے تو وہ نہ تحریر پیش کرتا ہے اور نہ اپنی سماعت کی حلفی شہادت دیتا ہے۔ اور اس کے دوست برابر اس غلط بیانی کو پھیلا رہے ہیں تو اب وہ کون سا طریق ہے جس سے فیصلہ ہو سکے؟ آپ ہی ان کو تین باتوں میں سے ایک پر مجبور کریں یا تو وہ میری تحریر پیش کریں یا اپنی سماعت کو حلف سے مؤکد کر کے (جیسی حلف حضرت مسیح موعودؑ نے تریاق القلوب میں لکھی ہے) شائع کریں یا یہ اعلان کریں کہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مَیں اپنے بیان کو واپس لیتا ہوں۔ اس کے سوا اور کون سا طریق فیصلہ ہے؟۔

میں پھر بڑے زور سے اعلان کرتا ہوں جیسا کہ پہلے متعدد بار اعلان کر چکا ہوں کہ میں مرزا صاحب کو نبی مانتا ہوں۔ لیکن نہ ایسا کہ وہ نئی شریعت لائے ہیں۔ اور نہ ایسا کہ ان کو آنحضرت ﷺ کی اتباع کے بغیر نبوت ملی ہے۔ اور ان معنوں سے آپ کو حقیقی نبی نہیں مانتا۔ ہاں اگر حقیقی نبی کے یہ معنے ہوں کہ وہ نبی ہے یا نہیں تو میں کہوں گا کہ اگر حقیقی کے مقابلہ میں نقلی یا بناوٹی یا اسمی نبی کو رکھا جائے تو میں آپ کو حقیقی نبی مانتا ہوں۔ بناوٹی نقلی یا اسمی نہیں مانتا۔ میں نبیوں کی تین اقسام مانتا ہوں۔ ایک جو شریعت لانے والے ہیں دوسرے جو شریعت تو نہیں لاتے لیکن ان کو بلا واسطہ نبوت ملتی ہے۔ اور کام وہ پہلی امت کا ہی کرتے ہیں۔ جیسے سلیمان، زکریا، یحییٰ علیہم السلام اور ایک

وہ جو نہ شریعت لاتے ہیں۔ اور نہ ان کو بلاواسطہ نبوت ملتی ہے۔ لیکن وہ پہلے نبی کی اتباع سے نبی ہوتے ہیں۔ اور سوائے آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی اس شان کا نہیں گذرا کہ اس کی اتباع میں ہی انسان نبی بن جائے۔ لہٰذا اس قسم کی نبوت صرف اس مکمل انسان کے اتباع میں ہی پائی جاسکتی تھی۔ اس لئے پہلی امتوں میں اس کی نظیر نہیں۔ اور اس امت میں سے بھی صرف مسیح موعود کو اس وقت تک یہ درجہ عطا ہوا ہے۔ اور پہلی امتوں میں اس کی نظیر نہ ملنے کی یہ وجہ نہیں کہ پہلے حقیقی نبی آسکتے تھے۔ اس لئے ایسے نبی کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ پہلے نبیوں میں سے کوئی نبی ایسا استاد نہیں ہوا جس کی شاگردی میں نبوت مل سکے اس لئے پہلے نبیوں کی امت کے لوگ ایک حد تک پہلے نبی کی تربیت کے نیچے ترقی پاتے پاتے رک جاتے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر نظر فرماتا تھا اور جن کو اس قابل پاتا کہ وہ نبی بن سکیں ان کو اپنے فضل سے بڑھاتا اور براہ راست نبی بنا دیتا لیکن ہمارے آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے بلند مقام پر کھڑا کیا اور آپ نے استادی کا ایسا اعلیٰ درجہ حاصل کر لیا کہ آپ اپنے شاگردوں کو اس امتحان میں کامیاب کرا سکتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بعض لوگ خود ایم اے ہوتے ہیں لیکن ان کی لیاقت ایسی اعلیٰ نہیں ہوتی کہ ایم اے کی جماعت کو پڑھا سکیں اور بعض ایم اے ایسے لائق ہوتے ہیں اور ان کا علم اور درجہ استادی ایسا بڑھا ہوا ہوتا ہے کہ وہ ایم اے کی جماعت کو خوب پڑھا سکتے ہیں۔ اسی طرح پچھلے نبیوں کی مثال سمجھ لو وہ اپنے اپنے رنگ میں کامل تھے بزرگ تھے نبی تھے۔ لیکن ان میں سے ایک نے بھی آنحضرت ﷺ کی عظمت کے مقام کو نہیں پایا۔ اس لئے ان کے مدرسہ کا آخری امتحان نبوت نہ تھا بلکہ ولایت تھا پھر نبوت بلاواسطہ موہبت سے ملتی تھی لیکن ہمارے آنحضرت ﷺ کو ایسا درجہ استادی ملا کہ آپ کے مدرسہ کو کالج تک بڑھا دیا گیا اور آپ کی شاگردی میں انسان نبی بھی بن سکتا ہے۔ اور اگر آپ سے پہلے نبیوں میں سے کوئی ایسا استاد کامل ہو جاتا تو وہی خاتم النبیین ہوتا کیونکہ جس استاد کی شاگردی میں نبوت حاصل ہو سکتی ہو اس کے بعد کسی اور استاد کی ضرورت نہ تھی کیونکہ نبوت کے بعد اور کوئی انعام نہیں۔ اسی طرح اگر قرآن کریم سے پہلے کوئی اور کتاب ایسی کامل ہوتی کہ اس پر چل کر انسان نبی بن سکتا تو وہ دنیا کی آخری کتاب ہوتی۔ کیونکہ اس کتاب کے بعد اور کسی کتاب کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ جو کتاب نبی بنا سکتی وہ کامل ترین کتاب ہوتی اور کامل ترین کے بعد اور کسی کتاب کی حاجت نہ تھی۔ پس پہلے بلاواسطہ غیر تشریعی نبی اس لئے آتے تھے کہ اس وقت تک کوئی نبی خاتم النبیین ہونے کے لائق نہ تھا۔ اور کوئی کتاب خاتم الکتب ہونے

کے درجہ پر نہ تھی وہ آنحضرت ﷺ ہی تھے جن کی نسبت فرمایا گیا کہ دَنَا فَتَدَلّٰی ○ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (النجم: ۹-۱۰) وہ آپ ہی تھے جن کی نسبت فرمایا گیا کہ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعَا ۨ الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الاعراف: ۱۵۹) پھر وہ قرآن کریم ہی ایک کتاب ہے جس کی نسبت فرمایا گیا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (المائدہ: ۴) اور قرآن ہی ایک کتاب ہے جس کی نسبت فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: ۱۰) پس ضرور تھا کہ جب وہ نبی اور وہ کتاب آجائے جس کی شاگردی میں اور جس پر عمل کرکے انسان نبی ہو سکتا ہو تو اس نبی کو خاتم النبیّن بنا دیا جائے اور اس کتاب کو خاتم الکتب قرار دیا جائے اور یہی سچے معنی ہیں خاتم النبیّن کے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں وَ نُؤْمِنُ بِاَنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اِلَّا الَّذِیْ رُبِّیَ مِنْ فَیْضِہٖ وَاَظْھَرَہٗ وَعْدُہٗ (مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۹، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۸۵) یعنی ہم مانتے ہیں کہ آپ خاتم الانبیاء تھے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی کہ جس کی تربیت آپ کے فیض سے ہوئی۔ اور جس کو آپ کے وعدہ نے ظاہر کیا۔ پس ظلّی اور بروزی نبوت کوئی گھٹیا قسم کی نبوت نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مسیح موعود کس طرح ایک اسرائیلی نبی کے مقابلہ میں یوں فرماتے کہ:-

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلامِ احمدؐ ہے

بلکہ یہ نبوت اس شخص کی عزت میں ایک شمّہ بھر بھی فرق کرنے کے بغیر جس کو یہ نبوت عطا ہو آنحضرت ﷺ کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے اور بجائے ظلّی نبی کی عظمت کو حقیقی نبیوں سے کم کرنے کے اس کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو سب نبیوں سے بڑا ثابت کرے۔ پس یہ مت خیال کرو کہ حضرت مسیح موعود کو چونکہ ظلّی نبوت ملی اس لئے آپ کا معاملہ پہلے نبیوں سے مختلف ہے نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ آپ کو نبوت حقیقی اس لئے نہیں ملی کہ اب براہ راست موہبت کی ضرورت نہ تھی بلکہ دنیا میں وہ استاد ظاہر ہو چکا تھا جو اپنے علم اور عقل کے زور سے اعلیٰ سے اعلیٰ امتحانوں میں لوگوں کو پاس کرا سکتا تھا۔

اور الٰہی یونیورسٹی کی تعلیم ایسی اعلیٰ پیمانہ پر ترقی پا چکی تھی اور قرآن کریم جیسی ہر زمانہ کے لئے یکساں مفید کتاب تیار ہو چکی تھی اس لئے اب پرائیویٹ امتحان سے دنیا کو روک دیا گیا لیکن کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس نے کالج میں پڑھ کر امتحان پاس کیا وہ اس سے ادنیٰ ہے جس نے پرائیویٹ

طور پر امتحان پاس کیا۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ پس کیونکر ممکن ہے کہ وہ نبوت جو آنحضرت ﷺ کی شاگردی میں ملے وہ اس نبوت سے ادنیٰ ہو جو پرائیویٹ اپیر (Apear) ہونے والے طلباء کو مل چکی ہو۔ ممکن ہے کہ ایک پرائیویٹ امتحان دینے والا کالج میں امتحان دینے والے سے لائق ہو اور ممکن ہے کہ ایک کالج کا سٹوڈنٹ پرائیویٹ طور پر تیاری کرنے والے سے لیاقت میں اعلیٰ ہو۔ یہی حال یہاں ہے مسیح موعودؑ بعض پہلے نبیوں سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے اور بعض سے کم۔ اور میں نے خود اپنے کانوں سے حضرت مسیح موعودؑ سے سنا ہے کہ میں وہی ہوں جس کی نسبت ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ ابوبکرؓ سے بڑھ کر ہوگا تو اس نے جواب دیا کہ وہ تو کئی پہلے نبیوں سے بھی شان میں بڑا ہوگا۔ پس اس کے ظلی نبی ہونے کے صرف یہی معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ دنیا کے تمام انسانوں سے خواہ وہ غیر نبی ہوں یا نبی بڑھ کر ہیں۔ اور اسی مضمون کی طرف حضرت مسیح موعودؑ کا مندرجہ ذیل الہامی شعر اشارہ کرتا ہے۔

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(تذکرہ صفحہ ۶۹۰)

اس الہامی شعر میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عظمت شان کا ثبوت یہ ہے کہ مسیح الزمان اس کا غلام ہے اب تم جس قدر بھی مسیح موعود کی عزت کرو گے اتنی ہی آنحضرت ﷺ کی عزت ہوگی کیونکہ جس کا غلام بڑا ہو آقا ضرور اس سے بڑا ہوگا۔ اور جتنی شان مسیح موعودؑ کی کم کرو گے اتنی ہی گویا نبی کریمؐ کی شان کم کرو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آنحضرت ﷺ کی شان کے سمجھنے کے لئے مسیح موعود کی شان کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائی ہے پس مسیح موعود کی شان کے بڑھنے سے آنحضرت ﷺ کی شان بڑھتی ہے اور ہم پر خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس بات کے سمجھنے کی توفیق دی ہے کہ مسیح موعود ویسا ہی مکرم نبی ہے جیسے کہ پہلے نبی تھے اور یہ سب درجہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت اور غلامی سے ملا ہے۔ پس کیا ہی مبارک ہے وہ نبی۔ ہاں کیا ہی معزز ہے وہ نبی جس کی غلامی میں ایسا عظیم الشان انسان پیدا ہؤا۔

اب میں یہ بات بتا چکا ہوں کہ ہمارے اعتقاد کے مطابق مسیح موعود کی ظلی اور بروزی نبوت کے صرف اس قدر معنی ہیں کہ آپ کو نبوت آنحضرت ﷺ کی شاگردی اور اطاعت میں ملی ہے اور پہلے نبیوں کو براہ راست نبوت ملتی تھی۔ اور اس کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ آپ کی نبوت کوئی

آنریری خطاب تھا جس کی کوئی اصل یا حقیقت نہیں اور جس نبوت سے وہ حقوق حاصل نہیں جو نبیوں کو حاصل ہوتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کو ایک لاکھ روپیہ کوئی بڑا امیر دے دے۔اور ایک شخص اپنی محنت سے ایک لاکھ روپیہ کمائے۔اب ہم کہیں گے کہ ان میں سے ایک شخص تو خود امیر بنا ہے اور دوسرے کو کسی اور نے امیر بنا دیا ہے لیکن کیا ہمارے اس قول کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ شخص جس نے ایک لاکھ روپیہ کمایا ہے زیادہ امیر ہے اس سے جس کو کسی بڑے امیر نے ایک لاکھ روپیہ دے دیا ہے؟ آپس میں یہ دونوں ایک ہی درجہ کے سمجھے جائیں گے۔ہاں فرق صرف یہ ہوگا کہ ہمارے اس قول سے کہ فلاں شخص فلاں دوسرے شخص کے طفیل سے امیر ہوگیا ہے اس کی عظمت ظاہر ہوگی جس نے ایک لاکھ روپیہ دیا اور ایک شخص کو امیر بنایا۔اسی طرح ہمارے اس قول سے کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت ظلی اور بروزی تھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے آنحضرت ﷺ سب نبیوں کے سردار تھے وہ نبی ہی نہ تھے بلکہ نبی گر تھے لیکن اس قول سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کوئی گھٹیا قسم کی نبوت تھی یا یہ کہ آپ پر وہ احکام نہیں لگتے جو پہلے نبیوں کی نسبت قرآن کریم میں مذکور ہیں خوب یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود کو نبوت آنحضرت ﷺ کے خزانہ سے ملی ہے پس اگر کوئی شخص اس نبوت کو پہلی نبوتوں سے ادنیٰ قسم کی نبوت خیال کرتا ہے تو وہ خود آنحضرتؐ پر اعتراض کرتا ہے کیونکہ جو پانی کے گلاس پر جس میں باہر سے کوئی گند نہیں ملا اعتراض کرتا ہے وہ دراصل کنویں پر اعتراض کرتا ہے اور جو اس موتی کی قیمت جو موتیوں کے کھیت کے اعلیٰ موتیوں میں سے ہے کم لگاتا ہے وہ درحقیقت اس موتیوں کے کھیت کی قیمت کم لگاتا ہے جس سے وہ نکالا گیا اور جو اس لعل کو جو لعلوں کی کان کے اعلیٰ لعلوں میں سے ہے ادنیٰ قرار دیتا ہے وہ درحقیقت اس کان کی حیثیت پر اعتراض کرتا ہے جس سے وہ نکالا گیا ہے۔پس مسیح موعود کی نبوت کو ایسی نبوت قرار دینے والا کہ وہ ایک آنریری عہدہ ہے درحقیقت اس سے وہ حقوق حاصل نہیں ہوتے جو قرآن کریم میں انبیاء کے بیان ہوئے ہیں آنحضرت ﷺ پر حملہ کرتا ہے گو ممکن ہے کہ وہ خود بھی نہ سمجھتا ہو کہ میں کیا کر رہا ہوں کیا یہ درست نہیں کہ جو شخص کسی شخص کو بادشاہ اس لئے کہتا ہے کہ وہ سیدھا سادہ انسان ہے (اور ہنسی سے ہمارے ملک میں ایسے آدمی کو بادشاہ کہہ دیتے ہیں) وہ درحقیقت بادشاہوں کی ہتک کرتا ہے اور جو شخص کسی شہنشاہ کو اس بناء پر شہنشاہ کہتا ہے کہ اس کے ماتحت مذکورہ بالا قسم کے چند بادشاہ ہیں وہ اس شہنشاہ کی ہتک کرتا ہے پس اسی طرح جو شخص ایک نئی قسم کی نبوت (جس میں سارے

ولیوں[۱] اور بزرگوں کو شامل کرلیتا ہے جن کو خدا تعالیٰ نے نبی نہیں کہا) ایجاد کرکے اسے مسیح موعود کی طرف منسوب کرتا ہے وہ ایک طرف تو مسیح موعود کے درجہ کو کم کرتا ہے۔ اور دوسری طرف آنحضرت ﷺ پر بھی حملہ کرتا ہے۔

میں اس مضمون کے ختم کرنے سے پہلے یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ مسئلہ نبوت کے متعلق حضرت مسیح موعود پر دو زمانے گذرے ہیں ایک تو وہ زمانہ تھا کہ آپ کو جب اللہ تعالیٰ کی وحی میں نبی کہا جاتا تو آپ اس پرانے عقیدہ کی بناء پر جو اس وقت کے مسلمانوں میں پھیلا ہؤا تھا اپنے آپ کو نبی قرار دینے کی بجائے ان الہامات کے یہ معنی کرلیتے تھے کہ نبی سے مراد صرف ایک جزوی نبوت ہے۔ اور بعض دوسرے انبیاء پر جو مجھے فضیلت دی گئی ہے وہ بھی ایک جزوی فضیلت ہے اور جزوی فضیلت ایک غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ ہر امر میں کسی نبی پر اپنے آپ کو افضل سمجھ لیتے تو اس سے یہ بھی لازم آتا کہ آپ نبی ہیں کیونکہ یہ ممکن نہ تھا کہ آپ ایک نبی سے کمالات میں بڑھ جاتے لیکن پھر بھی نبی نہ بنتے۔ پس آپ عام مشہور عقیدہ کے ماتحت اپنی نبوت جزوی نبوت اور اپنی فضیلت جزوی فضیلت قرار دیتے رہے۔ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی نے آپ کو اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور آپ نے اپنے پہلے عقیدہ کو ترک کر دیا۔

چنانچہ آپ پر جب کسی شخص نے یہ اعتراض کیا کہ آپ پہلے تو لکھتے تھے کہ میں نبی نہیں اور مسیح نبی ہے اس لئے مجھے اس پر صرف جزوی فضیلت ہے اب اس کے خلاف کیوں لکھتے ہیں تو آپ نے اس کا جو جواب دیا۔ اسے میں ذیل میں درج کر دیتا ہوں بلکہ معترض کا اعتراض بھی درج کر دیتا ہوں تاکہ اس جواب کے سمجھنے میں زیادہ آسانی ہو۔

**سوال نمبر (۱)** تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵۷[۲] میں (جو میری کتاب ہے) لکھا ہے "اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ میں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے"۔ پھر ریویو جلد اول نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ میں مذکور ہے "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے" پھر ریویو[۳] صفحہ ۴۷۸ میں لکھا ہے "مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا۔ اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا"۔ خلاصہ اعتراض یہ کہ ان دونوں عبارتوں میں تناقض ہے۔

---

[۲] روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۸۱ [۳] جلد ۱ نمبر ۱۲

**الجواب:** یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں- خدا نے میرے ضمیر کی اپنی اس پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے- قُلْ اُجَرِّدُ نَفْسِیْ مِنْ ضُرُوْبِ الْخِطَابِ یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا تو یہ حال ہے کہ میں کسی خطاب کو اپنے لئے نہیں چاہتا- یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے میرا اس میں دخل نہیں ہے- رہی یہ بات کہ ایسا کیوں لکھا گیا اور کلام میں یہ تناقض کیوں پیدا ہو گیا- سو اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں مَیں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہو گا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں- اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا- اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا- اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر سے نازل ہوں گے اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور وہ اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا- لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے- اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا- اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آخری خلیفہ مسیح موعود کے نام پر اسی امت میں سے آئے گا- اور جیسا کہ جب دن چڑھ جاتا ہے تو کوئی تاریکی باقی نہیں رہتی اسی طرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کے لئے مجبور کر دیا کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں- میرے لئے یہ کافی تھا کہ وہ میرے پر خوش ہو- مجھے اس بات کی ہرگز تمنا نہ تھی- میں پوشیدگی کے حجرہ میں تھا اور کوئی مجھے نہیں جانتا تھا اور نہ مجھے یہ خواہش تھی کہ کوئی مجھے شناخت کرے- اس نے گوشہ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا- میں نے چاہا کہ میں پوشیدہ رہوں اور پوشیدہ مروں مگر اس نے کہا کہ میں تجھے تمام دنیا میں عزت کے ساتھ شہرت دوں

گا۔ پس یہ اس خدا سے پوچھو کہ ایسا تو نے کیوں کیا؟ میرا اس میں کیا قصور ہے؟ اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اور جیسا کہ میں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدا تعالیٰ کی وحی کی اس رسالہ میں بھی لکھی ہیں ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدا تعالیٰ میری نسبت کیا فرماتا ہے" (حقیقۃ الوحی ــــــــ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۴)

اس حوالہ کو پڑھ کر ہر ایک شخص تین باتیں معلوم کر سکتا ہے۔(۱) اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود اس تناقض کو جو آپ کی دو تحریروں میں پایا جاتا ہے۔ اس تناقض سے مشابہ قرار دیتے ہیں جو مسئلہ حیات و وفات مسیح کے متعلق آپ کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ نے براہین احمدیہ میں لکھا تھا کہ مسیح ناصری ہی دوبارہ دنیا میں آئے گا۔ اور بعد میں لکھا کہ وہ فوت ہو چکا ہے اور میں ہی وہ مسیح ہوں جس کی خبر دی گئی تھی اور اس تناقض کی وجہ یہ تھی کہ پہلے آپ کا وہی اعتقاد تھا جو اس وقت کے مسلمانوں میں رائج ہے مگر بعد میں اللہ تعالیٰ کی وحی سے آپ کو یہ عقیدہ بدلنا پڑا۔ پس اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ مسئلہ نبوت کے متعلق بھی آپ کے خیال میں تغیر ہوا ہے اور پہلے آپ کا اپنے نبی ہونے کے متعلق اور کسی نبی پر اپنی فضیلت کے متعلق اور مذہب تھا۔(۲) بعد میں خدا تعالیٰ کی وحی نے اس کو بدلا دیا۔ اور آپ پر روشن ہو گیا کہ آپ حضرت مسیح سے ہر رنگ میں افضل ہیں اور یہ کہ آپ نبی ہیں۔ ہاں ایسے نبی نہیں کہ پہلے کسی نبی کے متبع نہ ہوں بلکہ ایسے نبی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں ہو کر پھر نبی ہیں۔

اس حوالہ پر بعض لوگ یہ اعتراض کر دیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے جو یہاں لکھا ہے کہ اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ اس اوائل سے مراد دعویٰ مسیحیت سے پہلے کا زمانہ ہے اور اس تحریر سے آپ نے صرف اپنے اس عقیدہ کو غلط قرار دیا ہے جو دعویٰ مسیحیت سے پہلا تھا اور نہ دعویٰ مسیحیت کے بعد آپ جو کچھ کہتے رہے اسے غلط قرار نہیں دیا۔ اس لئے وہ تمام تحریریں جو دعویٰ مسیحیت کے بعد مسئلہ نبوت پر آپ نے تحریر فرمائیں ان سے اس مسئلہ پر استدلال کیا جا سکتا ہے اور بعض لوگوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کی تقریر میں جو انہوں نے ایام

دسمبر میں لاہور میں کی اس پر خاص زور دیا گیا تھا اور ان کے لیکچر کا یہ ایک خاص نکتہ تھا جسے بہت پسند کیا گیا اور جس سے حقیقۃ الوحی کے مذکورہ بالا حوالہ کی وہ اہمیت جاتی رہتی ہے جو حضرت مسیح موعود کو نبی قرار دینے والے اسے دینا چاہتے ہیں۔

مگر مجھے تعجب اور سخت تعجب ہے ان لوگوں پر جو حضرت صاحب کے ان الفاظ سے کہ اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ عقیدہ دعویٰ مسیحیت سے پہلے کا ہے کیونکہ اگر سوال کرنے والا اپنے سوال میں جن دونوں مضمونوں میں تناقض ظاہر کرتا ہے ان کا حوالہ نہ دے دیتا تو بیشک ایک شخص کہہ سکتا تھا کہ اوائل کے مذہب سے مراد دعویٰ مسیحیت سے پہلے کا زمانہ ہے نہ کہ دعویٰ مسیحیت کے بعد کا زمانہ۔ لیکن جب معترض تریاق القلوب کا حوالہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تریاق القلوب میں آپ نے لکھا ہے کہ میں چونکہ امتی ہوں اور حضرت مسیح نبی۔اس پر مجھے صرف جزوی فضیلت ہو سکتی ہے اور بعد میں رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں اس کے خلاف لکھا ہے (جس کے ایڈیٹر اس وقت خود مولوی محمد علی صاحب تھے) اور حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ ان دونوں حوالوں میں تناقض نہیں بلکہ تریاق القلوب کے وقت میرا اپنا اجتہاد تھا اور بعد میں خدا تعالیٰ نے الہام سے مجھے اس عقیدہ سے پھیر دیا تو اب اوائل کے معنی یہ کرنے کہ اس سے مراد دعویٰ مسیحیت سے پہلے کا زمانہ ہے اور اس طرح تریاق القلوب کے ان حوالوں سے فائدہ اٹھانا کس قسم کی دیانت اور امانت ہے اور کیا مؤمنانہ شان ایسی بات کی مقتضی ہے کہ انسان ایسے عظیم الشان مسائل پر قلم اٹھاتے ہوئے صرف ایک فقرہ کو دیکھ کر اس پر رائے زنی کرنی شروع کر دے۔اگر اوائل کے معنی زمانہ مسیحیت سے پہلے کا زمانہ کرنے والے لوگ سائل کے سوال کو دیکھ لیتے کہ وہ کن دو تحریروں میں تناقض ظاہر کرتا ہے تو ان کو یہ غلطی نہ لگتی۔ اور اس کے لئے کسی دوسری کتاب یا کسی لمبی تحقیقات کی ضرورت نہ تھی بلکہ صرف ایک صفحہ پہلے نظر مارنے کی ضرورت تھی لیکن افسوس کہ جس احتیاط کی طرف دوسروں کو بلایا جاتا ہے اس پر خود عمل نہیں کیا جاتا۔ہم نے سوال اور جواب دونوں اوپر نقل کر دیئے ہیں اور ان کو پڑھ کر ہر ایک صحیح الدماغ انسان سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود نے تسلیم کیا ہے کہ تریاق القلوب میں آپ نے نبوت کے متعلق اور لکھا ہے اور ریویو آف ریلیجنز میں اس کے بعد اور خیال ظاہر فرمایا ہے لیکن اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اسے تناقض نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ میں نے براہین احمدیہ میں ظاہر کیا تھا کہ مسیح زندہ ہے اور بعد میں ظاہر کیا کہ نہیں وہ فوت ہو گیا ہے اور تریاق القلوب کے اس حوالہ اور

ریویو آف ریلیجنز کے مضمون کا اختلاف بھی اسی وجہ سے ہؤا ہے کہ بعد میں مجھے وحی الٰہی نے اپنا عقیدہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔

اگر حضرت مسیح موعود کا منشاء اوائل سے دعویٰ مسیحیت سے پہلے کا زمانہ تھا اور تریاق القلوب کا زمانہ نہ تھا تو بجائے تریاق القلوب اور ریویو میں اختلاف کو تسلیم کرنے کے آپ یہ جواب دیتے کہ دعویٰ مسیحیت سے پہلے کے عقیدہ کا تو بیشک بعد کے عقیدہ سے اختلاف ہے لیکن یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ تریاق القلوب اور ریویو کے مضامین میں اختلاف ہے۔ یہ بالکل باطل ہے۔ اور دونوں کا مضمون ایک ہی ہے۔ اور ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن آپ معترض کے اعتراض کو قبول کرتے ہیں اور یہ جواب دیتے ہیں کہ تریاق القلوب کی تحریر تک میرا اور عقیدہ تھا بعد میں متواتر وحی نے اس عقیدہ کو بدل دیا۔ پس اس صراحت کے ہوتے ہوئے اوائل کے معنی دعویٰ مسیحیت سے پہلے کا زمانہ کرنا ایک ایسی دلیری ہے جس کا مرتکب اگر غلطی سے ایسا نہیں کرتا تو دنیا کو سخت دھوکا دینے والا ہے۔

غرض کہ مذکورہ بالا حوالہ سے ثابت ہے کہ تریاق القلوب کی اشاعت تک (جو کہ اگست ۹۹ء سے شروع ہوئی اور ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی) آپ کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ کو حضرت مسیحؑ پر جزوی فضیلت ہے۔ اور یہ کہ آپ کو جو نبی کہا جاتا ہے تو یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے اور ناقص نبوت ہے لیکن بعد میں جیسا کہ نقل کردہ عبارت کے فقرہ دو اور تین سے ثابت ہے آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہؤا کہ آپ ہر ایک شان میں مسیحؑ سے افضل ہیں اور کسی جزوی نبوت کے پانے والے نہیں بلکہ نبی ہیں ہاں ایسے نبی جن کو آنحضرت ﷺ کے فیض سے نبوت ملی۔ پس ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت مسیح موعود نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تریاق القلوب میں جو آپ نے اپنا عقیدہ نبوت کے متعلق لکھا ہے بعد کی وحی نے اس سے آپ کو بدلا دیا۔

اس جگہ اگر کوئی شخص کہہ دے کہ نبی تو وہی ہوتا ہے جو شریعت لائے یا کسی دوسرے نبی کی اتباع سے اسے نبوت نہ ملے اور چونکہ حضرت مسیح موعود میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتی تھیں اس لئے آپ کو نبی نہیں کہہ سکتے تو اسے یاد رکھنا چاہئے کہ بے شک عوام میں یہ عقیدہ پھیلا ہؤا ہے لیکن جیسا کہ ہم شروع مضمون میں لکھ آئے ہیں۔ خدا اور قرآن کریم کی اصطلاح میں نبی کے لئے یہ شرائط لازمی نہیں ہیں۔ اور اگر ابتدائے دعویٰ مسیحیت کے وقت حضرت مسیح موعودؑ نے کبھی ان

امور کے خلاف کچھ لکھا ہو تو وہ خود آپ کے بیان کے مطابق اسی وجہ سے تھا کہ لوگوں میں یہی عقیدہ رائج تھا۔ اور آپ نے اسے اس وقت تک ترک کرنا پسند نہ فرمایا۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو بار بار وحی کے ذریعہ سے اس کی غلطی سے آگاہ نہ فرمایا۔ [۳]

ہم حضرت مسیح موعود کو نبی کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں؟ کیا محدّث اور مجدّد؟ ہاں ہم بے شک یہ بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود محدث اور مجدد بھی تھے۔ لیکن محدّث اور مجدّد تو آنحضرت ﷺ بھی تھے۔ لیکن جب کوئی آنحضرت ﷺ کا دعویٰ پوچھے تو ہم کبھی نہیں کہہ سکتے کہ بس آپ کا دعویٰ تو صرف مجدّد اور محدّث ہونے کا تھا۔ نہیں ایسے موقع پر ہم کہیں گے کہ آپ کا دعویٰ نبی ہونے کا تھا۔ بلکہ خاتم النبیّین ہونے کا تھا۔ اسی طرح اگر حضرت مسیح موعود کے دعاوی اور آپ کے درجہ کے متعلق سوال ہو تو ہم مجبور ہونگے کہ بتائیں کہ آپ کا آخری درجہ نبی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آنحضرت ﷺ کا ظلّی نبی ہونا تھا۔ چنانچہ جو لوگ آپ کا آخری درجہ مجددیت اور محدثیت کو قرار دیتے ہیں۔ ان کی غلطی خود حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے۔

"اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے"۔ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۰۹)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صاحب کو جو درجہ ملا وہ محدثیت کا درجہ نہ تھا بلکہ اس سے بڑھ کر تھا اور بڑے درجہ میں چھوٹے درجے آپ آجاتے ہیں۔ غرض کہ حضرت مسیح موعود نبی تھے۔ اور جہاں آپ نے نبوت سے انکار کیا ہے۔ انہی معنوں سے انکار کیا ہے جو لوگوں میں غلط طور پر رائج ہیں۔ اور وہ یہ کہ نبی صرف وہ ہو سکتا ہے جو شریعت لائے۔ یا یہ کہ پہلے کسی نبی کی اتباع سے اسے نبوت نہ ملے۔ چنانچہ آپ اس عقیدہ کو باطل قرار دے کر نبی کے حقیقی معنے براہین میں یوں درج فرماتے ہیں۔

"یہ تمام بدقسمتی دھوکا سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو"۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ـــــ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۰۶)

اب میں آخر میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک ڈائری کا مضمون ذیل میں درج کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے ان لوگوں کو کس طرح ڈانٹا ہے جو دوسروں سے ڈر کر آپ کی نبوت سے انکار کرتے ہیں۔ اور اس کی غلط تاویلات کرنی شروع کر دیتے ہیں:-

"ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو۔ دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہئے۔ اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں۔ صحابہ کرامؓ کے طرز عمل پر نظر کرو۔ وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ ان کا عقیدہ تھا وہ صاف صاف کہہ دیا اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے۔ جب ہی وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ کے مصداق ہوئے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ دراصل یہ نزاع لفظی ہے خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو۔ اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں۔ اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے۔ اور نئی کتاب لائے ایسے دعویٰ کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت و صداقت کا اظہار ہو۔ پس وہ نبی کہلائے۔ یہی حال اس سلسلہ میں ہے۔ بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کے لئے اور کون سا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے۔"

"........ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو۔ وہ مردہ ہے۔ یہودیوں' عیسائیوں' ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے۔ کس لئے اس کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں۔ ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اسی لئے ہم نبی ہیں۔ امر حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفاء نہ رکھنا چاہئے"۔ (بدر نمبر ۹ جلد ۷۔ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

اس حوالہ کے بعد میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو نبی کہہ کر پکارا بھی ہے۔ چنانچہ پگٹ کے مقابلہ میں جو اشتہار دیا تھا۔ اس کے آخر میں جہاں مشتہر کا نام لکھا جاتا ہے یہ الفاظ تھے:- "The Prophet Mirza Ghulam Ahmad"

یعنی النبی مرزا غلام احمد

اسی طرح دافع البلاء میں قادیان کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے۔

اب میں خواجہ صاحب کے ایک اور اعتراض کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ میاں صاحب کی خلافت ثابت کرنے کے لئے مسیح موعود کو مستقل نبی ثابت کیا جاتا ہے۔ اور پھر آپ کو مستقل نبی ثابت کرنے کے لئے آپ کو احمد ثابت کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا نام احمدؐ کسی نے نہیں رکھا۔ اور یہ ایک غلطی سے دوسری غلطی نکلی ہے۔ اور لکھتے ہیں کہ یہ بات مسیح موعود کے بیان کے بھی خلاف ہے۔ افسوس کہ خواجہ صاحب نے پھرپورے مطالعہ کے بغیر یہ بات لکھ دی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو احمد لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اصل مصداق اس پیشگوئی کا میں ہی ہوں۔ کیونکہ یہاں صرف احمد کی پیشگوئی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ احمدؐ اور محمدؐ دونوں تھے۔ چنانچہ آپ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں۔

"اور اس آنے والے کا نام جو احمدؐ رکھا گیا ہے۔ وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمدؐ جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمدؐ بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے۔ بھیجا گیا"

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۴۶۳، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۶۳)

اسی طرح اعجاز المسیح میں لکھتے ہیں۔

"وَاَشَارَ عِیْسٰی بِقَوْلِہٖ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ اِلٰی قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ وَاِمَامُھُمُ الْمَسِیْحُ بَلْ ذَکَرَ اسْمَہٗ اَحْمَدَ بِالتَّصْرِیْحِ وَاَشَارَ بِھٰذَا الْمَثَلِ الَّذِیْ جَآءَ فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ اِلٰی اَنَّ الْمَسِیْحَ الْمَوْعُوْدَ لَا یَظْھَرُ اِلَّا کَنَبَاتٍ لِیْنٍ لَا کَالشَّیْءِ الْغَلِیْظِ الشَّدِیْدِ. ثُمَّ مِنْ عَجَائِبِ الْقُرْاٰنِ الْکَرِیْمِ اَنَّہٗ ذَکَرَ اسْمَ اَحْمَدَ حِکَایَۃً عَنْ عِیْسٰی وَ ذَکَرَ اسْمَ مُحَمَّدٍ حِکَایَۃً عَنْ مُوْسٰی. لِیَعْلَمَ الْقَارِیْ اَنَّ النَّبِیَّ الْجَلَالِیَّ اَعْنِیْ مُوْسٰی اِخْتَارَ اِسْمًا یُشَابِہُ شَانَہٗ اَعْنِیْ مُحَمَّدَنِ الَّذِیْ ھُوَ اسْمُ الْجَلَالِ. وَکَذٰلِکَ اخْتَارَ عِیْسٰی اِسْمَ اَحْمَدَ نِ الَّذِیْ ھُوَ اسْمُ الْجَمَالِ بِمَا کَانَ نَبِیًّا جَمَالِیًّا وَمَا اُعْطِیَ لَہٗ شَیْئٌ مِّنَ الْقَھْرِ وَالْقِتَالِ فَحَاصِلُ الْکَلَامِ اَنَّ کُلًّا مِّنْھُمَا اَشَارَ اِلٰی مَثِیْلِہِ التَّامِ. فَاحْفَظْ ھٰذِہِ النُّکْتَۃَ فَاِنَّھَا تُنْجِیْکَ مِنَ الْاَوْھَامِ وَتَکْشِفُ عَنْ سَاقِی الْجَلَالِ وَالْجَمَالِ وَتَرَی الْحَقِیْقَۃَ بَعْدَ رَفْعِ الْفِدَامِ. وَاِذَا

قَبْلَتَ هٰذَا فَدَخَلْتَ فِی حِفْظِ اللّٰہِ وَ کَلَاءِ ہٖ مِنْ کُلِّ دَجَّالٍ وَ نَجَوْتَ مِنْ کُلِّ ضَلَالٍ" (اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۵-۱۲۶، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۱۲۷-۱۲۸)

(ترجمہ) اور عیسیٰ نے کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ الآیہ میں وَ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ والی جماعت اور ان کے امام کی طرف اشارہ کیا ہے بلکہ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ کہہ کر صریح طور پر اس امام کا نام بھی بتا دیا ہے۔ اور اس مثال میں (یعنی کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ میں) جو قرآن کریم میں مذکور ہوئی ہے۔ حضرت عیسیٰ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسیح موعود کا ظہور نرم و نازک پودے کے مشابہ ہو گا سخت چیز سے مشابہت نہیں رکھتا ہو گا۔ پھر منجملہ قرآنی لطائف کے ایک یہ نکتہ ہے کہ احمد نام کا تو عیسیٰ کی پیشگوئی میں ذکر کیا ہے اور محمدؐ کا حضرت موسیٰ کی پیشگوئی میں تاکہ پڑھنے والے کو یہ نکتہ معلوم ہو جائے کہ جلالی نبی یعنی موسیٰ نے ایسا نام پیشگوئی میں اختیار کیا جو اس کے اپنے حال کے موافق تھا۔ یعنی محمد جو جلالی نام ہے اور اسی طرح حضرت عیسیٰ نے اسم احمد کو پیشگوئی میں ظاہر کیا جو جمالی نام ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ جمالی نبی تھے اور قہر و قتال سے انہیں کچھ حصہ نہیں دیا گیا تھا۔ خلاصہ کلام یہ کہ (موسیٰ و عیسیٰ میں سے) ہر ایک نے اپنے مثیل تام کی طرف اشارہ کیا۔ اس نکتہ کو یاد رکھو کیونکہ یہ تمام اوہام سے نجات دینے والا ہے۔ اور جلال اور جمال دونوں کو خوب واضح کرتا ہے۔ اور پردہ اٹھا کر اصل حقیقت دکھا دیتا ہے اور جب تم اس کو تسلیم کر لو گے اور اسے مان لو گے تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں داخل ہو کر ہر ایک دجال سے بچ جاؤ گے اور ہر ایک گمراہی سے نجات پا جاؤ گے"۔

ان حوالوں سے آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس پیشگوئی کا مصداق حضرت نے اپنے آپ کو قرار دیا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ پھر آپ نے اس آیت کو آنحضرت ﷺ پر کیوں چسپاں کیا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ جس قدر پیشگوئیاں آپ کی امت کی ترقی کی نسبت ہیں ان کے پہلے مظہر تو آنحضرت ﷺ ہی ہیں اگر آپ احمد نہ ہوتے تو مسیح موعود کیونکر احمد ہو سکتا تھا۔ مسیح موعود کو تو جو کچھ ملا ہے وہ آنحضرت ﷺ کے طفیل ملا ہے۔ اگر ایک صفت کی نفی آنحضرت ﷺ سے کی جائے تو ساتھ ہی اس کی نفی حضرت مسیح موعود سے ہو جائے گی۔ کیونکہ جو چیز چشمہ میں نہیں وہ گلاس میں کہاں سے آسکتی ہے۔ پس آنحضرت ﷺ احمد تھے اور اس پیشگوئی کے اول مظہر وہ تھے۔ لیکن چونکہ اس میں ایک ایسے رسول کی پیشگوئی ہے جس کا نام احمد ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کی صفت احمد تھی نام احمد نہ تھا۔ اور دوسرے جو نشان اس کے بتائے گئے ہیں۔ وہ اس زمانہ میں پورے ہوئے ہیں۔ اور مسیح موعود پر پورے ہوئے ہیں۔ اور آپ کا نام احمد تھا اور آپ احمد کے

نام پر ہی بیعت لیا کرتے تھے۔ اور خدا نے بھی آپ کا نام احمد رکھا اور آپ نے اپنے نام کا یہی حصہ اپنی اولاد کے ناموں کے ساتھ ملایا۔ اس لئے سب باتوں پر غور کرتے ہوئے وہ شخص جس کی نسبت خبر دی گئی تھی مسیح موعود ہی ہے۔ ہاں اس لحاظ سے کہ آپ کے کل کمالات آنخضرت ﷺ سے لئے ہوئے تھے۔ اولین مصداق آنخضرت ﷺ کو قرار دینا ضروری ہے۔ مگر اس لئے کہ آپ صفت احمدیت کے سب سے بڑے مظہر تھے نہ اس لئے کہ آپ کا نام احمد تھا۔ کیونکہ آپ کا نام درحقیقت احمد نہ تھا۔ اور ہم جھوٹ نہیں بول سکتے۔ بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں احمد ہوں' اور ماحی ہوں' اور عاقب ہوں' اور ماحی اور عاقب آپ کے نام نہیں بلکہ صفات ہیں اسی طرح احمد بھی آپ کی صفت ہے۔ نام نہیں۔ قرآن کریم میں اور احادیث میں آپ کا ذکر جہاں کہیں ہے۔ اسم محمد ﷺ سے آپ کو یاد کیا گیا ہے کلمہ شہادت میں بھی اسم محمد ہی داخل ہے۔ آپ ؐ کی والدہ نے ہرگز آپ کا نام احمد نہیں رکھا۔ یہ بات کسی کی بنائی ہوئی ہے۔ اور آپ کو چونکہ تاریخ اسلام سے ایسی واقفیت نہیں۔ اس لئے آپ نے اس کو صحیح تسلیم کر لیا۔ آپ کی والدہ کو رؤیا میں محمدؐ نام بتایا گیا تھا۔ جو صحیح روایات سے ثابت ہے۔ پس آپ کی بات قابل پذیرائی نہیں۔ ابو طالب نے کوئی ایسے شعر نہیں کہے۔ جن میں آپ کا نام احمد ہو۔ ابو طالب کے اشعار انہی لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے حضرت علیؓ کا دیوان اور ابن عباسؓ کی تفسیر لکھی ہے۔ آپ کسی مؤرخ سے دریافت کریں کہ آیا یہ روایات درست بھی ہیں یا نہیں۔ بخاری اصح الکتب ہے۔ اس کی حدیث پر بھی جرح ہوتی ہے۔ پھر عام روایات کیونکر بلا تحقیق مان لی جاسکتی ہیں۔ ہمارے مفسرین جو اکثر اوقات غلط و صحیح روایات میں فرق نہیں کرتے بلکہ جو قول ان کی تائید میں مل جائے نقل کر دیتے ہیں۔ ان کی کتب کو اگر آپ دیکھیں تو اعلیٰ درجہ کی تفاسیر اس مضمون سے خالی ہیں۔ یا تو یہ لکھ دیا ہے کہ یہ صفت احمدیت کی پیشگوئی تھی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّ اَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا مَاحِی وَاَنَا عَاقِبٌ اور اسی طرح اَنَا نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ وَالتَّوْبَۃِ وَالْمَلْحَمَۃِ۔ اور یا یہ لکھ دیا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ آسمان پر آپ کا نام احمد تھا۔ اور چونکہ حضرت مسیح نبی تھے۔ انہوں نے آسمانی نام کے مطابق پیشگوئی کی تھی۔ پس آپ ان حوالہ جات کی مزید تحقیقات فرمائیں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ کیسی کچی اور ناقابل اعتبار روایات ہیں۔ جو صرف عیسائیوں کے اس اعتراض سے بچنے کے لئے وضع کر لی گئی تھیں۔ کہ تم تو احمدؐ کی پیشگوئی انجیل میں کہتے ہو۔ مگر تمہارے نبی کا نام تو احمد نہیں۔ اگر آنخضرت ﷺ اس آیت کو اپنے اوپر چسپاں فرماتے تو بھی

کوئی بات تھی۔ لیکن آپ نے نہیں فرمایا کہ یہ آیت مجھ پر چسپاں ہوتی ہے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اَنَا بَشَارَۃُ عِیْسٰی میں عیسیٰ کی بشارت ہوں۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح نے دو خبریں دی تھیں۔ ایک اپنی دوبارہ بعثت کی۔ اور ایک عظیم الشان نبی کی۔ جسے "وہ نبی" کرکے پکارا ہے اور ہمارے آنحضرت ﷺ "وہ نبی" تھے۔ اور مسیح موعودؑ کی آمد حضرت مسیح کی دوبارہ بعثت تھی۔ اور جو کام دوبارہ ہو اسے عربی کے محاورہ میں احمد کہتے ہیں جیسے کہ کہتے ہیں کہ اَلْعَوْدُ اَحْمَدُ پس اَنَا بَشَارَۃُ عِیْسٰی سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔ انجیل میں صاف الفاظ میں دو الگ الگ پیشگوئیاں موجود ہیں۔ ایک آپ کی نسبت اور ایک مسیح موعود کی نسبت۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا یہی عقیدہ تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود ہی احمد ہیں۔ اور ہم نے بارہا ان سے سنا ہے۔ بلکہ سینکڑوں نے سنا ہے۔ چنانچہ اخبار بدر میں آپ کا یہ مذہب بھی شائع ہوچکا ہے۔ وھو ھٰذا۔

"۱۰ دسمبر ۱۹۱۲ء۔ آج بعد ظہر مسجد اقصیٰ میں سورۃ صف کے پڑھنے سے قبل کسی نے کہا کہ اس سورۃ کو کھول کر بیان کرو۔ حالانکہ حضرت صاحب تمام ضروری باتوں کو کھول کر بیان کرتے ہیں۔ اور عام تراجم سے جہاں اختلاف ہو۔ وہ بھی خصوصیت سے بتلا دیتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ نادان لوگ بے فائدہ سوالات سے باز نہیں آتے۔ اس سورۃ کی تفسیر میں آپ نے ثابت کیا۔ کہ جس احمدؐ کی بشارت اس سورۃ شریف میں ہے وہ مثیل مسیح ہے۔ حضرت موسیٰ نے اپنے مثیل کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ اور حضرت مسیح نے اپنے مثیل کے متعلق پیشگوئی کی ہے۔ فرمایا میں اپنی ذوقی باتیں کم بیان کیا کرتا ہوں۔ سائل تو صرف احمد کے متعلق کھول کر بیان چاہتا ہے یہاں تو خدا نے احمد کے بعد نور کی طرف بھی قرآن شریف میں اشارہ کردیا ہے۔ آگے دین کا لفظ بھی ہے اور اس نور کو نہ ماننے کے متعلق بھی کہا ہے۔ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ (کلام امیر ضمیمہ بدر بابت ۱۹ دسمبر ۱۹۱۲ء)

اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی ایک تحریر اس آیت کے متعلق ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری نے بھی شائع کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ "میں مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ (الصف:۷) کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق مانتا ہوں کہ یہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہی متعلق ہے۔ اور وہی احمد رسول ہیں"۔

پس آنحضرت ﷺ احمدؐ تھے۔ اور سب سے بڑے احمد تھے۔ کیونکہ آپ سے بڑا کوئی مظہر صفت احمدیت کا نہیں ہوا۔ لیکن آپ کا نام احمد نہ تھا۔ اور اِسْمُہٗ اَحْمَدُ کا مصداق مسیح موعود ہے۔

ہاں آنحضرت ﷺ کی طرف بھی یہ پیشگوئی بوجہ آقا اور استاد ہونے کے اشارہ کرتی ہے۔

خواجہ صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر حضرت مرزا صاحب احمد تھے تو پھر احمد رسول کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے مگر خواجہ صاحب نے اتنا نہیں سوچا کہ آپ بھی تو آنحضرت ﷺ کو احمد مانتے ہیں۔ اور آپ کا یقین ہے کہ ان کا نام احمد تھا۔ پھر کیا آپ کلمہ شہادت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَحْمَدُ رَسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا کرتے ہیں؟ اگر باوجود اس کے کہ آنحضرت ﷺ کا نام کلمہ شہادت میں داخل ہے آپ محمد رسولُ اللہ کی بجائے احمد رسول اللہ نہیں کہتے تو ہمیں کس طرح مجبور کر سکتے ہیں کہ ہم احمد رسولُ اللہ کا کلمہ پڑھیں اور مسیح موعود کو مراد لیں۔ اگر یہ کلمہ پڑھنا ضروری تھا تو پہلا فرض آپ کا تھا کہ آپ پڑھتے کیونکہ ہمارے لئے تو ابھی بہت سے مراحل طے کرنے باقی تھے۔ اول یہ کہ ہر نبی کے نام کا کلمہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں دوم یہ کہ جب شریعت آنحضرت ﷺ کی ہے تو پھر کسی اور نبی کا کلمہ پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں لیکن آپ کے لئے تو کچھ مشکل نہیں نبی کریم ﷺ کا نام کلمہ شہادت میں پڑھنا ہر مسلمان کا فرض ہے اور آپ کا نام آپ احمد مانتے بھی ہیں پھر کیوں آپ محمد رسول اللہ کی جگہ احمد رسول اللہ کہنا نہیں شروع کر دیتے پس یہ اعتراض تو آپ پر پڑتا ہے نہ مجھ پر پھر آپ وہ الفاظ تو قرآن کریم سے بتائیں کہ اس مبشر کا کلمہ بھی پڑھنا چاہئے۔ اِسْمُہٗٓ اَحْمَدُ والی آیت میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ اس کا کلمہ پڑھا جائے تاکہ اگر ہم مرزا صاحب کو احمد نبی مانیں تو اس سے کلمہ پڑھنا بھی ہم پر فرض ہو جائے اس آیت میں کوئی ایسے الفاظ ہیں جن سے یہ ثابت ہو کہ یہ احمد شریعت والا نبی ہو گا کہ ہمیں کہا جائے کہ ہم ایک نئی شریعت لائیں قرآن کریم کے الفاظ صاف ہیں۔ ان سے باہر جانے کا کسی کو حق نہیں اور اگر ہر رسول کا کلمہ پڑھنا ضروری ہوتا ہے تو چاہئے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ مُوْسٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ عِیْسٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ وَغَیْرُھُمْ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ کے نام کو بھی کلمہ شہادت میں شامل کیا جائے خواجہ صاحب یہاں گنجائش نہیں ورنہ میں آپ کو بتاتا کہ کلمہ شہادت میں صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے نام کے پڑھنے کی اجازت ہے اور کسی نبی کو یہ رتبہ نہیں دیا گیا خواہ نیا ہو یا پرانا یہ ایک خاص فضل ہے جس میں سوائے آپ کے اور کوئی شریک نہیں اور اگر یہ نہ بھی ہوتا تب بھی آپ کا نام ہم تب ترک کرتے اگر نعوذ باللہ آپ کی شریعت منسوخ قرار دیتے۔

خواجہ صاحب نے لکھا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا تسمہ کھولنے کے قابل بھی صحابہؓ نہ تھے ایسے کلمات منہ سے نکالنے والے کو میں جاہل سمجھتا ہوں بشرطیکہ خواجہ

صاحب اسکی صحت ثابت کردیں۔ مسیح موعود اپنی عظمت اور شان میں ایسا بلند ہے کہ اس کی عظمت ثابت کرنے کے لئے کسی صحابی کی نسبت ہتک آمیز الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ آنحضرت ﷺ کی شان کا مقابلہ صحابہؓ سے کرتے وقت بھی کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال کرے کیونکہ گو آنحضرت ﷺ اپنی شان میں نبیوں سے بھی بڑے ہیں لیکن کیا ضروری ہے کہ آپ کی عظمت کے اظہار کے لئے ہم صحابہ کی نسبت سخت الفاظ استعمال کریں ہمیں ہر بزرگ کی عزت کرنی چاہئے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا باقی رہا درجوں کا تفاوت اس کی نسبت میں اپنا اعتقاد پہلے لکھ چکا ہوں اور وہ اعتقاد مسیح موعود کے منہ سے سنے ہوئے الفاظ کی بناء پر ہے۔

دوسرا مسئلہ کفر ہے جس پر خواجہ صاحب نے بحث کی ہے اس مسئلہ پر میں خود حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریریں شائع کر چکا ہوں۔ مزید تشریح کی ضرورت نہیں میرا وہی عقیدہ ہے اور جبکہ میں حضرت مرزا صاحب کی نبوت کی نسبت لکھ آیا ہوں کہ نبوت کے حقوق کے لحاظ سے وہ ویسی ہی نبوت ہے جیسے اور نبیوں کی۔ صرف نبوت کے حاصل کرنے کے طریقوں میں فرق ہے پہلے انبیاءؑ نے بلاواسطہ نبوت پائی اور آپ نے بالواسطہ۔ پس جو حکم نبی کے انکار کے متعلق قرآن کریم میں ہے وہی مرزا صاحب کے منکر کی نسبت ہے۔ قرآن کریم میں کہیں نہیں لکھا کہ یہ حکم فلاں فلاں قسم کے نبیوں کی نسبت ہے ہاں میں اس فرق کو ضرور تسلیم کرتا ہوں جو حضرت مسیح موعود نے تریاق القلوب میں لکھا ہے اور حقیقۃ الوحی میں اس کی مزید تشریح فرمائی ہے اور وہ یہ کہ صاحب شریعت نبی چونکہ شریعت کے لانے والے ہوتے ہیں اس لئے ان کا انکار بلاواسطہ انسان کو کافر بنا دیتا تھا۔ لیکن ہمارے حضرت مسیح موعودؑ کو چونکہ جو کچھ ملا ہے آنحضرت ﷺ کے طفیل اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے اس لئے آپ کا انکار بھی اسی واسطہ سے کفر ہوتا ہے یعنی آپ کا انکار آنحضرت ﷺ کا انکار ہے پس جس قدر فرق نبوت کے حصول کا ہے وہی فرق مخالفین کے انکار پر سزا کا ہے جو نبی کسی دوسرے نبی کے متبع نہیں ان کے مخالفین پر بھی کفر کا فتویٰ بلاواسطہ عائد ہوتا ہے لیکن مسیح موعودؑ چونکہ آنحضرت ﷺ کے دربار کا ایک عہدہ دار ہے اس لئے اس کے کفر کا فتویٰ دربار خاتم النبیین سے جاری ہوتا ہے اور اسی واسطہ سے مخالفوں کو پہنچتا ہے اسی کی طرف حضرت (صاحب) نے حقیقۃ الوحی میں اشارہ فرمایا ہے کہ جو میرا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت میرے سردار آنحضرت ﷺ کا انکار کرتا ہے۔

"علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسولؐ کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا

اور رسولؐ کی پیشگوئی موجود ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے خبردی تھی کہ آخری زمانہ میں میری امت میں سے ہی مسیح موعود آئے گا اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی خبردی تھی کہ میں معراج کی رات میں مسیح ابن مریم کو اور ان نبیوں کو دیکھ آیا ہوں کہ جو اس دنیا سے گزر گئے ہیں اور یحییٰ شہید کے پاس دوسرے آسمان میں انکو دیکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں خبردی کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اور خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے اور آسمان پر کسوف و خسوف رمضان میں ہؤا اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو ردّ کرتا ہے تو وہ مؤمن کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر وہ مؤمن ہے تو میں بوجہ افتراء کرنے کے کافر ٹھہرا کیونکہ میں ان کی نظر میں مفتری ہوں“

(حقیقۃ الوحی ــ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۶۸)

پس جب مسئلہ نبوت ثابت ہو چکا تو یہ مسئلہ کفر بھی خود بخود ثابت ہو چکا۔

طریقِ تبلیغ کے متعلق مجھے اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں جو کچھ حضرت مسیح موعودؑ نے خود فتویٰ دیا ہے میں اسی کو پیش کرتا ہوں آپ نے یورپ میں تبلیغ کے متعلق جو راہ بتائی ہے وہ یہ ہے۔

”۱۳؍فروری ۱۹۰۷ء مولوی محمد علی صاحب کو بُلا کر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ یورپ و امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنے کے واسطے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جاوے اور یہ آپ کا کام ہے۔ آج کل ان ملکوں میں جو اسلام نہیں پھیلتا اور اگر کوئی مسلمان ہوتا بھی ہے تو وہ بہت کمزوری کی حالت میں رہتا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ وہ لوگ اسلام کی اصل حقیقت سے واقف نہیں اور نہ ان کے سامنے اصل حقیقت کو پیش کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کا حق ہے کہ ان کو حقیقی اسلام دکھلایا جاوے جو خدا تعالیٰ نے ہم پر ظاہر کیا ہے وہ امتیازی باتیں جو کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ میں رکھی ہیں وہ ان پر ظاہر کرنی چاہئیں۔ اور خدا تعالیٰ کے مکالمات اور مخاطبات کا سلسلہ ان کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔ اور ان سب باتوں کو جمع کیا جاوے جن کے ساتھ اسلام کی عزت اس زمانہ میں وابستہ ہے۔ ان تمام دلائل کو ایک جگہ جمع کیا جاوے جو اسلام کی صداقت کے واسطے خدا تعالیٰ نے ہم کو سمجھائے ہیں۔ اس طرح ایک جامع کتاب تیار ہو جاوے تو امید ہے کہ اس سے ان لوگوں کو بہت فائدہ حاصل ہو۔“ (بدر جلد ۶ نمبر ۹ صفحہ ۴ ــ ۲۸ فروری ۱۹۰۷ء)

پھر اسی طرح ایک احمدی کے لئے بڑا کام آپ یہ بیان فرماتے ہیں:

”خان صاحب کے اس استفسار پر کہ ہم کو یہاں سے جاکر کیا بڑا کام کرنا چاہئے؟ فرمایا ہماری دعوت کو لوگوں کو سنایا جاوے ہماری تعلیم سے ان کو واقف کیا جاوے تقویٰ توحید اور سچا اسلام ان کو سکھایا جاوے۔“ (الحکم جلد ۷ نمبر ۵ صفحہ ۱۳ بابت ۷۔ فروری ۱۹۰۳ء)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود یورپ میں تبلیغ اسلام کے لئے اپنے الہاموں اور معجزات کا ذکر کرنا ضروری خیال فرماتے ہیں خود حضرت مسیح موعودؑ نے یورپ اور امریکہ میں تبلیغ کی ہے اور اشتہار ارسال فرمائے ہیں ان میں دیکھ لیں کیا طریق ہے اپنا ذکر کیا ہے یا نہیں۔ ملکہ معظمہ کو جو تبلیغی چٹھی لکھی ہے اسی کو پڑھ لیں آیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تعلیم دے کر چھوڑ دیا ہے یا آگے اپنے آپ کو بھی منوانے کی کوشش کی ہے آپ کا طریق عمل ظاہر ہے پھر ہم اس سے کیونکر منحرف ہوں خود آپ نے جب وطن کی تحریک پر مسلم انڈیا کی طرز پر ریویو کو چلانا چاہا تو حضرت (صاحب) نے یہی جواب دیا کہ کیا آپ لوگوں کے سامنے مردہ اسلام پیش کریں گے۔ کیا ریویو یورپ کے لئے جاری نہ ہؤا تھا کیا ایڈیٹر وطن اور ڈاکٹر عبدالحکیم کو یہی اعتراض نہ تھا کہ جو رسالہ یورپ کے لئے ہے اس میں صرف عام اسلامی مضامین ہوں سلسلہ کا ذکر کیوں کیا جاتا ہے اور عبدالحکیم کو جو کچھ جواب ملا وہ آپ سے پوشیدہ نہیں۔

حضرت خلیفہ اول نے اگر آپ کی تعریف کی تو اس سے کیا ثابت ہؤا آپ ان کو لکھ رہے تھے کہ میں بہت اچھا کام کر رہا ہوں انہوں نے لکھا کہ ہاں جزاکم اللہ۔ ہم اگر آپ کی تعریف کرتے تھے تو اس لئے کہ ہمارے پاس کوئی ایسا ثبوت نہ تھا جس سے معلوم ہو کہ آپ وہاں احمدیت کا ذکر نہیں کریں گے آپ ہندوستان میں فرمایا کرتے تھے کہ میں سڑک صاف کرلوں پھر سلسلہ کا ذکر کریں گے ہمارا خیال تھا کہ آپ جن کو مسلمان بناتے ہیں ان کو کچھ عرصہ کے بعد احمدی بنائیں گے یا کم سے کم ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ تھا حتّٰی کہ حضرت خلیفہ اول جب بیمار تھے تو آپ کا وہ خط آیا جس میں لکھا تھا کہ یہاں اسلام کے فرق کا ذکر سِمِّ قاتل ہے یا اسی قسم کے اور لفظ تھے اس کے بعد آپ سے ہمیں کوئی ہمدردی نہ رہی جس قدر ہمدردی تھی جاتی رہی کیونکہ ہمارا تعلق آپ سے مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے تھا جب آپ نے اس کے طریق کو چھوڑا ہم نے اسی وقت سے آپ کو چھوڑ دیا اور جب اس کے طریق کو اختیار کرلیں گے ہم بھی آپ سے اسی طرح ملیں گے جس طرح بھائی بھائی ملتے ہیں یا جس طرح ان کو ملنا چاہئے۔ پھر ایک اور فرق پیدا ہو گیا اور وہ یہ کہ آپ نے مرکز سے قطع تعلق کرلیا اور ہمارے خیال میں ترقی اسی وقت ہو سکتی ہے جب متحدہ کوشش سے کام ہو۔ پس آپ کو مدد دینا گویا دو مرکزوں کو تسلیم کرکے سلسلہ کی اتحادی طاقت کو توڑنا تھا اور پھر سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ کا کام بھی ولایت میں شروع کر دیا گیا تھا جس کی مدد کرنا ہمارا پہلا فرض تھا۔ پس یہ وجہ ہے کہ کل کچھ اور کہا جاتا تھا اور آج کچھ اور۔ آپ اس بات پر کیوں حیران ہیں کہ میری نسبت اور بعض

میرے دوستوں کی نسبت آج وہ الفاظ نہیں استعمال کئے جاتے جو پہلے کئے جاتے تھے کیونکہ واقعات کے تغیر سے خیالات بھی بدل جاتے ہیں کیا یہ سچ نہیں کہ ایک وہ دن تھا کہ مولانا سید محمد احسن صاحب کی تعریف میں آپ لوگ رطب اللسان تھے اور پھر وہ دن آیا کہ کسی لکھنے والے نے یہ بھی لکھ دیا کہ حضرت صاحب کا یہ الہام انہی مولوی صاحبان کی نسبت تھا کہ "مولوی ننگے ہو گئے" پھر وہی ام المؤمنین جس کی نسبت حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے آپ ایک برا لفظ بھی استعمال نہیں کر سکتے تھے آج اس کی نسبت بری سے بری باتیں منسوب کی جاتی ہیں اور میری نسبت تو مدت سے ایسے خیالات کا اظہار کیا جا تا رہا ہے کہ مجھے کوئی نیا اعتراض غمگین نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تعجب اور حیرت انسان کو اسی چیز پر ہوتی ہے جو نئی ہو جس چیز کو دیکھتے اور سنتے برسوں گذر گئے ہیں اس نے حیرت اور تعجب کیا پیدا کرنا ہے۔ پس حالات کے تغیر سے خیالات میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور یہ کوئی ایسی خلاف فطرت بات نہیں کہ اس پر آپ کو تعجب ہو عبدالحکیم اور عباس علی کی نسبت حضرت صاحب نے تعریفی کلمات لکھے پھر بعد میں جو کچھ لکھا وہ بھی آپ کی کتابوں میں موجود ہے مگر ہم حضرت صاحب پر اعتراض نہیں کر سکتے کہ آپ نے دو پہلو کیوں بدلے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ آپ نے دو مختلف تحریریں اس لئے شائع کیں کہ وہ دو مختلف حالات کے متعلق تھیں ایسا ہی اب ہے اگر حالات پھر پہلے سے ہو جائیں تو آراء بھی بدل جائیں گی۔

اپنی تبلیغ کے متعلق خواجہ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ دیکھو چوہدری فتح محمد بھی اسی رنگ میں کام کر رہا ہے جس میں مَیں کرتا تھا۔ میرا جواب یہ ہے کہ اگر چوہدری فتح محمد اسی طریق سے کام لیتے ہیں جو خواجہ صاحب کا ہے یعنی سلسلہ کا ذکر نہیں کرتے بلکہ ان کو چھپاتے ہیں تو میں ان کو بھی ویسا ہی قصوروار خیال کرتا ہوں جیسے خواجہ صاحب کو۔ مجھے تو افعال سے بحث ہے نہ کہ انسانوں سے۔ جس فعل کو میں برا خیال کرتا ہوں جو کوئی بھی اس فعل کا مرتکب ہو میں اسے خطاکار خیال کروں گا۔ لیکن میں اس قدر اور ضرور کہہ دینا چاہتا ہوں کہ چوہدری فتح محمد صاحب کے جو خطوط آتے رہتے ہیں ان سے خواجہ صاحب کے خیال کی تردید ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے خطوط میں برابر اس امر کا ذکر کرتے رہتے ہیں کہ وہ سلسلہ کی تبلیغ میں کوشاں ہیں اور چوہدری فتح محمد صاحب کا میں ایسی اچھی طرح سے واقف ہوں کہ ان کی نسبت جھوٹ منسوب نہیں کر سکتا۔ میں اور وہ ایک جماعت میں پڑھتے رہے ہیں اور بچپن سے ہم ایک دوسرے کے واقف ہیں میں نے اس واقفیت کے عرصہ میں ان کو جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا پس میں کس طرح ان کی تحریروں کو غلط سمجھ لوں اور خصوصاً

جبکہ ان کے بیانات پر الٰہی شہادت کی مہر صداقت بھی ہو اور وہ اس طرح کہ جس دن خواجہ صاحب کی لاہور میں تقریر تھی اس دن ان کا ایک تار آیا کہ وہاں ایک شخص احمدی مسلمان ہو گیا ہے اگر وہ اس طریق پر عمل کرتے جس پر آپ عمل کرتے تھے تو ان کے ہاتھ سے احمدی مسلمان کیونکر ہؤا کیوں نہ آپ کے ہاتھ پر کوئی انگریز احمدی ہؤا۔

خواجہ صاحب غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق جس اختلاف کا ذکر فرماتے ہیں مجھے اس پر بھی تعجب ہے کیونکہ اس مسئلہ میں خواجہ صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے فتویٰ کی طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا اور آپ کی تحریر سے بالکل ظاہر نہیں ہوتا کہ آیا حضرت مسیح موعودؑ نے اس مسئلہ پر کچھ فرمایا بھی ہے یا نہیں مؤمن انسان کا کام ہے کہ وہ اپنے اصول سے نہ پھرے۔ خواجہ صاحب نے اپنے مضمون میں بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کیا فرمایا ہے چنانچہ مسئلہ خلافت پر زیادہ زور اسی بات پر دیا ہے لیکن نماز کے متعلق اس بات کو نظر انداز کر گئے ہیں کہ آپ نے غیر ممالک میں غیروں کے پیچھے نماز پڑھنے کی نسبت کیا فتویٰ دیا ہے مگر مجھے امید ہے کہ جب خواجہ صاحب کو وہ فتویٰ معلوم ہو جائے گا تو وہ اپنے خیالات میں اصلاح کرلیں گے ان فتووں میں سے ایک تو وہ فتویٰ ہے جو عجب خاں صاحب کے سوال پر حضرت مسیح موعودؑ نے دیا تھا اور عجب خاں صاحب اس وقت مخالفین خلافت کے ایک اعلیٰ رکن ہیں اور خواجہ صاحب کے واقف ہیں ان سے دریافت کریں کہ مسیح موعود نے کیا فتویٰ دیا تھا مگر چونکہ وہ فتویٰ شائع ہو چکا ہے اس لئے میں اسے ذیل میں درج کر دیتا ہوں۔

(مؤرخہ ۱۰؍ جنوری ۱۹۰۳ء) "جناب خان عجب خان صاحب آف زیدہ کے استفسار پر کہ بعض اوقات ایسے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے جو اس سلسلہ سے اجنبی اور ناواقف ہوتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں یا نہیں فرمایا اول تو کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں لوگ واقف نہ ہوں۔ اور جہاں ایسی صورت ہو کہ لوگ ہم سے اجنبی اور ناواقف ہوں تو ان کے سامنے اپنے سلسلہ کو پیش کر کے دیکھ لیا۔ اگر تصدیق کریں تو ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو ورنہ ہرگز نہیں اکیلے پڑھ لو۔ خدا تعالیٰ اس وقت چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے۔ پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے منشاء الٰہی کے مخالف ہے" (الحکم جلد ۷ نمبر ۵ صفحہ ۱۳ ابابت ۷۔ فروری ۱۹۰۳ء)

اسی طرح سید عبداللہ صاحب عرب جب اپنے وطن کو چلے تو آپ نے اسی مسئلہ کے متعلق جو دریافت کیا اور جو جواب ملا وہ بھی ذیل میں درج ہے۔

(مؤرخہ ۱۰/ ستمبر ۱۹۰۱ء) "سید عبداللہ صاحب عرب نے سوال کیا کہ میں اپنے ملک عرب میں جاتا ہوں وہاں میں ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں۔ فرمایا مصدقین کے سوا کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ عرب صاحب نے عرض کیا وہ لوگ حضور کے حالات سے واقف نہیں ہیں اور ان کو تبلیغ نہیں ہوئی فرمایا ان کو پہلے تبلیغ کر دینا پھر یا وہ مصدق ہو جائیں گے یا مکذب۔ عرب صاحب نے عرض کیا کہ ہمارے ملک کے لوگ بہت سخت ہیں اور ہماری قوم شیعہ ہے۔ فرمایا تم خدا کے بنو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس کا معاملہ صاف ہو جائے اللہ تعالیٰ آپ اس کا متولّی اور متکفل ہو جاتا ہے"۔

(الحکم جلد پنجم نمبر ۳۵ مورخہ ۲۴/ ستمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۶ فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ ۱۸)

"سوال ہوا کہ اگر کسی جگہ امام نماز حضور کے حالات سے واقف نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں۔

فرمایا پہلے تمہارا فرض ہے کہ اسے واقف کرو۔ پھر اگر تصدیق کرے تو بہتر ورنہ اس کے پیچھے اپنی نماز ضائع نہ کرو۔ اور اگر کوئی خاموش رہے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب تو وہ بھی منافق ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو"۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ ۸۲)

ان تینوں حوالوں سے صاف ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس فتویٰ میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں اور بالکل صاف فتویٰ ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ حضرت خلیفہ اول نے اس کے خلاف کیوں فتویٰ دیا سو اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ فتویٰ معلوم نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کے بار بار کے اصرار پر اس خیال سے کہ آپ کسی زیادہ خطرناک ابتلاء میں نہ پڑیں اجازت دیدی ہو۔ مگر خواجہ صاحب آپ نے ولایت کی زمین کو ایسا مطہّر اور پاک کنندہ خیال کیا کہ خود آپ کے خیال کے مطابق جس ملک کے باشندوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہ تھی ولایت میں آپ نے ان کے پیچھے نماز پڑھ لی حالانکہ انگلستان کی زمین میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں جس سے ہندوستان کے لوگ جب ولایت میں جائیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہو جائے۔ آپ نے ۱۸۹۲ء کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لاہور میں غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھی اور کفرنامہ اس سے پہلے کا تیار تھا اس لئے معلوم ہؤا کہ مسئلہ کفر باعث نہ تھا غیر احمدیوں کے پیچھے نماز چھوڑنے کا۔ مجھے اس واقعہ سے انکار نہیں اور یہ واقعہ ہماری تائید میں ہے نہ کہ تردید میں۔ یہ واقعہ تو ان لوگوں پر حجت ہے جو کہتے ہیں کہ نماز صرف ان کے پیچھے حرام ہے جو مکفّر ہوں دوسروں کے پیچھے جائز ہے اور جو اپنی تائید میں لاہور میں حضرت مسیح موعود کی ایک بیرسٹر سے گفتگو کو سند پکڑا

کرتے ہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ صرف مکفّر کے پیچھے نماز ناجائز ہے کیونکہ خواجہ صاحب شہادت دیتے ہیں کہ مولوی رحیم بخش مکفّر کے پیچھے حضرت مسیح موعودؑ نے خود نماز پڑھی اس واقعہ سے تو صاف ثابت ہے کہ نماز غیر احمدیوں کے پیچھے نہ پڑھنے کا اصل باعث کچھ اور ہی ہے کیونکہ ایک وہ زمانہ تھا جب باوجود کفر کے فتویٰ کے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز حضرت مسیح موعود بھی پڑھ لیا کرتے تھے اور اس بات کے ثابت ہونے سے یہ بات بھی حل ہو گئی کہ غیر ممالک میں بھی غیروں کے پیچھے نماز جائز نہیں کیونکہ جو لوگ غیر احمدیوں کے پیچھے غیر ممالک میں نماز پڑھنا جائز بتاتے ہیں وہ اس کی وجہ یہی بتاتے ہیں کہ کافر کہنے والے تو ہندوستان کے لوگ ہیں غیر ممالک کے لوگوں کا کیا قصور ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے لیکن یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ نماز سے روکنے کا اصل باعث یہ تھا گو غیر احمدیوں کو ان کے اپنے مسلّمات کے رو سے بھی ملزم کرنے کے لئے یہ بھی پیش کیا جاتا رہا ہو لیکن اصل باعث کچھ اور ہی تھا خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اصل باعث مسجدوں کے چھوڑنے کا مسئلہ کفر نہ تھا بلکہ اصل باعث خلل امن تھا۔ احمدی جماعت تھوڑی تھی مخالف زیادہ تھے اور لڑائی جھگڑوں میں ضمانتوں تک نوبت پہنچ جاتی تھی اس لئے حضرت (صاحب) نے مساجد سے روک دیا یہ جواب بہت معقول ہوتا اگر اس سے مسجدوں سے ممانعت کا فتویٰ نکالا جاتا لیکن حضرت مسیح موعودؑ تو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی روکتے ہیں ہمیں ایسا فتویٰ تو کوئی نظر نہیں آتا جس میں آپ نے یہ حکم دیا ہو کہ احمدی غیر احمدیوں کی مساجد میں کبھی نہ گھسیں ہاں مساجد سے باہر جہاں فتنہ کا خوف نہ ہو ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں تو کچھ حرج نہیں۔ لیکن اس کے خلاف یہ حکم ہمیں ملتا ہے کہ غیروں کے پیچھے نماز نہ پڑھو حالانکہ اگر آپ کی بات درست ہے تو اصل حکم یوں چاہئے تھا کہ غیر احمدیوں کی مساجد میں مت گھسو لیکن یہ حکم ہمیں قطعی ممانعت کے رنگ میں کبھی نہیں ملا گو یہ حضرت صاحب کا ارشاد تھا کہ اگر دوسرے لوگ تمہیں نماز نہ پڑھنے دیں تو ان مساجد میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن حکم اگر ملا تو یہ کہ غیر احمدیوں کے پیچھے خواہ وہ کسی رنگ کے ہوں نماز نہ پڑھو حالانکہ اگر فساد باعث تھا تو کیوں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ اجازت نہ دے دی کہ اگر اپنے گھر پر کسی غیر کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقعہ مل جائے تو تم کو اجازت ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو کیونکہ اپنے گھر پر ایک غیر احمدی دوست کے پیچھے نماز پڑھنے میں کسی قسم کے فساد کا خطرہ نہیں ہو سکتا تھا مگر حضرت مسیح موعودؑ نے کوئی استثناء بیان نہیں فرمایا۔ پھر غیر ممالک میں جہاں لوگوں کو اطلاع نہ ہو کہ یہ نماز پڑھنے والا کون ہے۔ ایسی جگہ بھی غیروں کے پیچھے نماز

پڑھنے سے روک دیا۔ جیساکہ خان عجب خان صاحب کے فتوے سے ظاہر ہے اور پھر خاص کعبہ میں غیروں کے پیچھے نماز پڑھنے سے کیوں روک دیا۔ حالانکہ بیت اللہ میں تو ہر فرقہ کے لوگ جماعت میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اور ان پر کوئی گرفت نہیں۔ باہر شرارت کرنے والے بیشک شرارت کریں۔ مگر خود بیت اللہ میں کوئی کسی کو منع نہیں کرتا کہ جماعت میں کیوں شامل ہوتا ہے۔ ہاں الگ نماز پڑھنے پر بیشک فساد کا خطرہ ہوتا۔ لیکن حضرت صاحب نے وہاں بھی غیروں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روک دیا۔ جیساکہ فرماتے ہیں:

"حج میں بھی آدمی یہ التزام کر سکتا ہے کہ اپنے جائے قیام پر نماز پڑھ لیوے اور کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ بعض آئمہ دین سالہا سال مکہ میں رہے لیکن چونکہ وہاں کے لوگوں کی حالت تقویٰ سے گری ہوئی تھی۔ اس لئے کسی کے پیچھے نماز پڑھنا گوارا نہ کیا۔ اور گھر میں پڑھتے رہے۔"

(فتاویٰ احمدیہ جلد اوّل صـ۲۱)

پس ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ غیر احمدیوں سے نماز میں جدائی اختیار کرنے کے فتوے کا اصلی باعث نہ مسئلہ کفر تھا۔ جیساکہ خود خواجہ صاحب نے اس خیال کی تردید کی ہے اور نہ فساد جھگڑے کا خطرہ تھا۔ جیساکہ ان کا اپنا بیان ہے گو یہ دونوں وجوہات بھی احمدیوں کے لئے مشکل پیدا کرنے کا باعث ہوں۔ لیکن حرمت کی اصل وجہ کچھ اور ہونی چاہئے۔ اور وہ میں بیان کرتا ہوں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں:

"یاد رکھو کہ جیساکہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ یعنی جب مسیح نازل ہو گا۔ تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا۔ اور تمہارا امام تم میں سے ہو گا۔ پس تم ایسا ہی کرو کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو۔ اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حَکَم ٹھہراتا ہے اور ہر یک تنازعہ کا فیصلہ مجھ سے چاہتا ہے مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں۔ کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں دیکھتا۔ اس لئے آسمان پر اس کی عزت نہیں" (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۸ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۱۷)

اس فتوے سے ہمیں اصل غرض حرمت نماز کی معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ اور یہ وجہ وہ ہے جو نہ ہند سے خاص ہے اور نہ عرب سے نہ انگلستان سے خدا تعالیٰ کے حرام کو کوئی حلال نہیں کر سکتا۔ اور اس کے منع کئے ہوئے کو کوئی جائز نہیں کر سکتا۔ پس اصل وجہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو حرام کرنے کی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو ایک ہی مالک اور خالق ہے اس تمام جماعت کو جسے حضرت مسیح موعود کے دعاوی اور آپ کے الہاموں پر ایمان ہے حکم دیا ہے کہ وہ کبھی کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ اور اس اعلان کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے ہر ایک اس شخص کو جس نے غیروں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی اجازت نہیں دی۔ خواہ وہ کسی بہانہ سے ہی اجازت طلب کرتا رہا ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے مأمور اور مرسل جن چیزوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ ان کے متعلق بھی اس وقت تک کوئی قطعی فتویٰ نہیں دیتے۔ جب تک ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہ ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ مسلمانوں کو متعہ سے روکتے تھے۔ پھر بعض حالات کے ماتحت اسے جائز بھی کر دیتے کیونکہ اس حرمت کا باعث خدا تعالیٰ کا حکم نہ تھا۔ بلکہ آپ کا اپنا اجتہاد تھا۔ آپ جب منع فرماتے ہوں گے تب بھی کسی وجہ سے منع فرماتے ہوں گے مگر چونکہ حکم نہ تھا۔ جب دیکھتے کہ لوگ اس امر کے محتاج ہیں کہ انہیں متعہ کی اجازت دی جائے۔ آپ اجازت دے دیتے۔ چنانچہ شیعہ آج تک ان اجازتوں پر مصر ہیں۔ لیکن ایک وہ وقت آیا کہ آپ نے فرمایا کہ اعلان کر دو۔ کہ خدا تعالیٰ اور اس کا رسول اس کام کو حرام کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد متعہ جائز نہ ہُوا۔

اسی طرح نماز کو ابتداء میں حضرت مسیح موعودؑ نے بعض عقلی دلائل کی بناء پر اور بعض نقائص کی بناء پر چھڑوایا۔ اور ترک کرایا اور ان میں فتویٰ کفر بھی تھا۔ اور مساجد کا فساد بھی تھا۔ چنانچہ اول الذکر دلیل خود حضرت مسیح موعودؑ دیتے رہے ہیں۔ اور دوسری دلیل حضرت خلیفہ اول بیان فرمایا کرتے تھے۔ لیکن یہ دونوں اصل حرمت کے باعث نہیں ہو سکتے تھے۔ بلکہ یہ وقتی وجوہات تھیں جن کی وجہ سے غیروں کی مساجد میں جانا یا کافر کہنے والوں کے پیچھے نماز منع کر دی گئی۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کا حکم آیا۔ جس پر نماز غیروں کے پیچھے حرام کی گئی۔ اور اب صرف منع نہ تھی بلکہ حرام تھی۔ اور حقیقی حرمت صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے۔ پس غیروں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنے والا اصل باعث خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ گو ابتداء نمازوں میں غیروں کو امام بنانا یا ان کی مساجد میں جانا ترک کرنا ایک حد تک مسئلہ کفر یا مساجد کے فساد ہی کے باعث تھا مگر پھر خدا تعالیٰ کے حکم نے

ہمارے استدلال سے اس فتویٰ کو باہر نکال دیا- اور خدا تعالیٰ نے اپنے ناطق فیصلہ سے ظاہر فرما دیا کہ وہ احمدیوں کا کس راہ پر قدم زن ہونا پسند فرماتا ہے- پس اصل وجہ یہی ہے جو ہر جگہ یکساں قائم ہے- اللہ تعالیٰ نے اپنے فیصلہ میں کسی قوم یا ملک کو مستثنیٰ نہیں فرمایا- پس کون ہے جو اس فتوے کے علم کے باوجود اس کے خلاف عمل کرے- حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے فتووں میں اس حکم کی تشریح فرما دی ہے- اور غیر ممالک کے جانے والوں کو بھی غیروں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روک دیا ہے- بلکہ جو شخص غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھتا ہے- اس کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے کہ کوئی احمدی اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے- چنانچہ ایک شخص کے سوال پر آپ نے یہ جواب عطا فرمایا ہے-

"جو احمدی ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے- جب تک توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو"-

(فتاویٰ احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۲۲)

باقی رہا یہ کہ خلیفہ اپنی وفات تک غلطی پر قائم نہیں رہتا- یہ ایک من گھڑت اصل ہے- یہ انبیاء کی نسبت حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے نہ خلفاء کی نسبت- پس آپ کا یہ نتیجہ نکالنا کہ چونکہ حضرت خلیفہ اول اس عقیدہ پر اور مسئلہ کفر پر آپ کے خیال کے مطابق آخر دم تک قائم رہے تو اس سے آپ کی تائید ہوئی غلط ہے- نماز کے متعلق تو حضرت خلیفہ اول کو حضرت مسیح موعود کا فتویٰ معلوم نہ تھا- ایک فتویٰ آپ کی سخت بیماری میں آپ کو دکھایا گیا مگر وہ مکمل نہ تھا- اس لئے اس کے متعلق حضرت (صاحب) فیصلہ نہیں کر سکے- اور نہ وہ وقت ایسا تھا ہی کہ آپ فیصلہ کر سکتے- باقی رہا کفر کا مسئلہ- اس کے متعلق میرے پاس حضرت (صاحب) کی تحریر موجود ہے- آپ کے مختلف حوالہ جات جن سے آپ کا مذہب ظاہر ہوتا ہے وہ شائع ہو چکے ہیں- میں نے اپنے پاس سے نہیں بلکہ مسیح موعود کا اعتقاد ایک رسالہ میں لکھ کر شائع کیا تھا- اس پر آپ نے تصدیق کی- وہ مضمون اب تک آپ کا اصلاح کردہ موجود ہے- ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے- کہ آپ کا مذہب فتوائے کفر میں میرے خلاف تھا- آپ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے مضامین پر بھی حضرت (صاحب) کے دستخط ہیں- مگر اس اختلاف کی صورت میں ہم ان فتووں کو دیکھیں گے- جو آپ نے خود بخود دیئے ہیں- یا زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی رائے کی نسبت ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے کہ کیا تھی؟ لیکن آپ کا کوئی حق نہیں کہ خلاف واقعہ اسے اپنی تائید میں پیش کریں- اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے ایک دوست نے مشہور کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ کفر کا مسئلہ میاں صاحب نہیں سمجھے- لیکن یہ بالکل جھوٹ ہے- وہ اپنے بیان پر قسم کھا جائے تو میں

دیکھوں گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے کیا سلوک کرتا ہے۔ ورنہ جھوٹ سے کیا فائدہ۔ آپ نے اس طرح فرمایا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تم کبھی غیر احمدیوں کو کافر کہتے ہو کبھی مسلمان۔ یہ ایک ایسا باریک مسئلہ ہے کہ اسے کوئی نہیں سمجھتا۔ حتیّٰ کہ میاں صاحب بھی نہیں سمجھے۔

اس فقرہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ کے نزدیک میں کفر کا مسئلہ نہیں سمجھا۔ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے خیال میں مَیں اس بات کو نہیں سمجھا کہ کیوں آپ کبھی کافر کہتے ہیں کبھی مسلمان۔ اس میں کیا بھید ہے؟ اور حتیّٰ کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کے خیال میں میں ہی وہ شخص تھا جسے اس مسئلہ کو سمجھنا چاہئے تھا۔ پس اس سے میرے مخالف کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس وقت جب آپ نے یہ کلمات فرمائے اور لوگ بھی موجود تھے۔ اور میں نے ان کی حلفی شہادت لے لی ہے جو میرے پاس موجود ہے۔ لیکن چونکہ اس وقت حضرت کی حالت نازک تھی۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ اس بحث کو چھیڑا جائے۔ اب ذیل میں وہ شہادت درج کی جاتی ہے:

"میں اور چند اور احباب اور حضرت میاں صاحب حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت نے اپنے سلسلہ کلام میں فرمایا کہ "کفر و اسلام کا مسئلہ جو بڑا مشکل سمجھا جاتا ہے گو لوگ مجھے کہتے ہیں کہ یہ کبھی مسلم کہتا ہے اور کبھی کافر لیکن خدا نے مجھے اس میں وہ سمجھایا ہے جو کسی کو نہیں سمجھ آیا۔ حتیّٰ کہ میاں کو بھی سمجھ نہیں آیا اور میں خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ شہادت دیتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے یہی فرمایا تھا"۔ (محمد سرور)

"مندرجہ بالا بیان جہاں تک مجھے یاد ہے بالکل درست ہے۔ سوائے اس کے کہ مجھے کہتے ہیں کی بجائے آپ نے فرمایا تھا کہ لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ کبھی کافر کہتا ہے اور کبھی مسلمان"۔ (شیر علی)

"مجھے جہاں تک یاد ہے حضرت خلیفۃ المسیح نے ترجمہ قرآن شریف سننے کے وقت جو مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں فرمایا تھا کہ مجھ پر بھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کبھی میں (غیر احمدیوں کو) کافر کہتا ہوں اور کبھی مسلمان۔ یہ دقیق مسئلہ ہے کسی نے نہیں سمجھا۔ حتیّٰ کہ میاں نے بھی نہیں سمجھا۔ یہ مسئلہ بھی احمدیوں میں صاف ہونے کے قابل ہے" (راقم محمد علی خان)

"حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت دریافت کرنے کے لئے یہ خاکسار حضور کے مکان پر حاضر ہوا دیکھا تو مولوی محمد علی صاحب ترجمۃ القرآن کے نوٹس سنا رہے تھے اور حضرت کے سرہانے جناب حضرت صاحبزادہ صاحب بیٹھے تھے کہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرے متعلق جو اعتراض کیا جاتا

ہے کہ کبھی غیر احمدیوں کو کافر کہتا ہے کبھی مسلمان- یہ ایک باریک مسئلہ ہے جو ہمارے میاں نے بھی نہیں سمجھا" (راقم مہر محمد خان مالیر کوٹلوی ثم قادیانی)

باقی رہا یہ کہ میرا کوئی مضمون امرتسر میں چھپا- لیکن اس کی اشاعت حضرت خلیفہ اول نے روک دی- یہ ایک صریح جھوٹ ہے جو آپ تک پہنچایا گیا- میں نے سوائے اس مضمون کے جو تشحیذ میں شائع ہؤا اور کوئی مضمون اس موضوع پر نہیں لکھا- ہاں! تشحیذ سے لے کر کسی نے الگ ٹریکٹ میں اسے شائع کرنا چاہا تھا- اسے حضرت خلیفہ اول نے روک دیا تھا- اور یہ فعل اس شخص کا تھا بھی نامناسب- کیونکہ یہ مضمون خاص جماعت کے لئے تھا- اور ایک رسالہ اور ایک اخبار میں شائع ہو کر اس کی جماعت میں کافی اشاعت ہو چکی تھی- اب اسکو الگ شائع کرنا خواہ مخواہ لوگوں کو جوش دلانا تھا- اور اسراف بھی- جب میں نے سنا کہ ایک شخص نے ایسا کیا ہے تو میں نے بھی اسے پسند نہیں کیا- پس وہ وہی مضمون تھا جسے تشحیذ میں حضرت کی اجازت سے شائع کیا گیا- بلکہ وہی مضمون تھا جس کی نسبت جب مشہور کیا گیا کہ اس پر حضرت ناراض ہیں تو میں نے دوبارہ پیش کیا کہ اگر آپ شرح صدر سے اجازت دیں تب شائع کروں- تو اس پر حضور نے فرمایا کہ میں منافق نہیں کہ منافقت سے اجازت دوں- کیا آپ کو میری بات پر اعتبار نہیں آیا- اس جواب کے بعد میں نے اسے شائع ہونے کے لئے دیا- اور وہ مضمون حضرت کی کتابوں سے لیا گیا ہے- میری تصنیف نہیں-

اب ایک مسئلہ خلافت باقی رہ گیا ہے جس پر خواجہ صاحب نے بڑا زور دیا ہے- اور در حقیقت یہی ایک بڑی بنائے مخاصمت ہے- ورنہ ہم سے ان کو کچھ زیادہ پرخاش نہیں- خلافت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ وہی باتیں ہیں جن کا مفصل جواب خلافت احمدیہ میں حضرت خلیفہ اول کے حکم کے ماتحت انجمن انصار اللہ نے دیا تھا- اب ایک طرف تو وہ مضمون ہے- جس کا خود خلیفہ اولؓ نے حکم دیا اسے دیکھا اصلاح فرمائی اجازت دی- کیا اس کے مقابلہ میں آپ بھی کوئی ایسا مضمون خلافت کے خلاف پیش کر سکتے ہیں جسے حضرت خلیفہ اول نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہو پسند فرمایا ہو- اور شائع کرنے کی اجازت دی ہو- تاکہ اس سے آپ کے اس دعوے کی تصدیق ہو سکے کہ حضرت خلیفہ اول شخصی خلافت کے قائل نہ تھے-

میری اس سے یہ غرض نہیں کہ حضرت خلیفہ اول کی پسندیدگی سے خلافت کا مسئلہ حل ہو جائے گا- کیونکہ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ آپ کی پسندیدگی یا عدم پسندیدگی سے فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا- کیونکہ اصل فیصلہ وہی ہونا چاہئے جو اسلام اور مسیح موعود کے حکم کے ماتحت ہو- لیکن

میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کے مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح بھی آپ کے اس خیال کے مؤید تھے۔ اور آپ صرف ایک بزرگ ہونے کے لحاظ سے بیعت لیتے تھے نہ کہ خلیفہ کی حیثیت سے۔ لیکن یہ بات صریح غلط ہے۔ حضرت کی پہلی تقریر جو خلافت سے پہلے آپ نے کی موجود ہے۔ اور آپ لوگوں نے اس پر جو اعلان کیا وہ بھی موجود ہے۔ ان کو دیکھ کر کوئی انسان فیصلہ نہ کرے گا کہ حضرت خلیفۃ المسیح مسئلہ خلافت کے قائل نہ تھے۔ بلکہ یہ بھی فیصلہ نہ کرے گا کہ خود خواجہ صاحب بھی قائل نہ تھے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح کو جب بیعت کے لئے کہا گیا۔ تو آپ نے ایک تقریر فرمائی۔ جس کے بعض فقرات ذیل میں درج ہیں۔ "موجودہ وقت میں سوچ لو کہ کیسا وقت ہے جو ہم پر آیا ہے۔ اس وقت مردوں بچوں عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں۔ اس وحدت کے لئے ان بزرگوں میں سے کسی کی بیعت کر لو (جن کے آپ نے پہلے نام لئے تھے) میں تمہارے ساتھ ہوں"۔ پھر آگے فرماتے ہیں "میں چاہتا ہوں کہ دفن ہونے (حضرت مسیح موعود کے دفن ہونے) سے پہلے تمہارا کلمہ ایک ہو جائے" اب ان دونوں فقرات سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ کیا یہ کہ آپ خلافت کی بیعت کے لئے کھڑے ہوئے تھے یا اپنے زہد و اتقاء کی وجہ سے آپ نے دوسرے پیروں کی طرح بیعت لی تھی۔ یہ فقرات دلالت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کے دفن ہونے سے پہلے آپ چاہتے تھے کہ کل جماعت ایک خلیفہ کے ماتحت ہو۔ اور اس میں وحدت پیدا ہو جائے۔ نہ کہ علم و تقویٰ کی وجہ سے بیعت لینے کے لئے آگے بڑھے تھے۔ پھر آپ نے جو اعلان حضرت خلیفہ اول کی بیعت پر شائع کیا۔ اس میں آپ نے لکھا ہے کہ مطابق الوصیت آپ کی بیعت کی گئی ہے اور سب جماعت آپ کی خدمت میں بیعت کے خطوط لکھ دے۔ اب فرمائیے کہ کیا آپ کا یہ اعلان یہی ظاہر کرتا ہے کہ آپ نے صرف بزرگ سمجھ کر بیعت کی تھی۔ الوصیت کے کون سے فقرات میں یہ بات درج ہے کہ اگر کوئی نیک آدمی جماعت میں ہو تو میری ساری جماعت اس کی بیعت کرے۔ اور اس کا فرمان سب جماعت کے لئے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔"

بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی وفات سے جماعت میں ایسے شدید تفرقہ کا خطرہ تھا کہ اس وقت سوائے ایک خلیفہ کے ذریعہ جماعت کو رکھنے کے آپ کو اور کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اور خلافت کی مخالفت کے خیال بعد کے ہیں۔ یا اس وقت شدت غم میں دب گئے تھے۔ کیونکہ حضرت خلیفہ اولؓ نے اس وقت فرما دیا تھا کہ بیعت کے بعد میری ایسی فرمانبرداری کرنی ہوگی جس

میں کسی انکار کی گنجائش نہ ہو۔ پس اگر اس وقت آپ کے خیالات اس کے خلاف ہوتے تو آپ کیوں بیعت سے انکار نہ کر دیتے۔

خواجہ صاحب اور امور میں میں خیال کر سکتا ہوں کہ آپ کو غلطی لگی ہو گی۔ لیکن اس امر میں میں ایک منٹ کے لئے بھی خیال نہیں کر سکتا کہ آپ غلطی سے یہ اثر قارئینِ ٹریکٹ کے دل پر ڈالنا چاہتے ہیں کہ آپ خلیفہ اول ؓ کی وفات تک ان کے سامنے اظہار کرتے رہے کہ آپ خلافت کے قائل نہیں ہیں اور یہ کہ چھوٹی مسجد کی چھت پر آپ سے جو بیعت لی گئی وہ خوشنودی کی بیعت تھی میرے کانوں میں یہ الفاظ گونج رہے ہیں کہ جس نے یہ لکھا ہے کہ خلیفہ کا کام بیعت لینا ہے اصل حاکم انجمن ہے وہ توبہ کرلے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ اگر اس جماعت میں سے کوئی تجھے چھوڑ کر مرتد ہو جائے گا تو میں اس کے بدلے تجھے ایک جماعت دوں گا اور آپ جانتے ہیں کہ وہ شخص جس نے یہ الفاظ لکھے تھے کون تھا۔ ہاں یہ الفاظ بھی میرے کانوں میں اب تک گونج رہے ہیں کہ دیکھو میں اس انجمن کی بنائی ہوئی مسجد پر بھی نہیں کھڑا ہوا۔ بلکہ اپنے میرزا کی بنائی ہوئی مسجد پر کھڑا ہوں اور یہ وہ الفاظ تھے جن کو سن کر لوگوں کی چیخیں نکل گئی تھیں وہ لوگ اب تک زندہ ہیں۔ جن کو سمجھا کر آپ لاہور سے لائے تھے۔ اور جن کو الگ الگ حضرت خلیفہ اول نے سخت ڈانٹ پلائی تھی...... خود مجھ سے دیر دیر تک آپ کی اس بغاوت کے متعلق حضرت ذکر فرمایا کرتے تھے اور سخت الفاظ میں اپنے رنج کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ یہی نہیں میں آپ کے دوستوں کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط پیش کر سکتا ہوں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خلیفہ اول اس معاملہ میں آپ پر سخت ناراض تھے۔ وفات سے کچھ دن پہلے جلسہ کی خوشی میں جو اعلان کیا۔ اس میں بھی اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں موجود ہے۔ "جب ایک دفعہ خلافت کے خلاف شور ہوا تھا تو مجھے اللہ تعالیٰ نے رؤیا میں دکھایا تھا" اور آپ جانتے ہیں کہ یہ رؤیا مسجد کی چھت پر اسی جلسہ میں جس میں آپ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بیعت ارشادی سنائی تھی اور وہ کون تھے جنہوں نے خلافت کے خلاف شور مچایا تھا۔ خلافت کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کی بہت سی تحریریں موجود ہیں اور وہ شائع ہو چکی ہیں۔ جب آپ ملتان ایک مقدمہ میں گواہی دینے کے لئے تشریف لے گئے تھے تو آپ نے ان الفاظ میں اپنی شہادت کو شروع کیا تھا:

"میں حضرت مرزا صاحب کا خلیفہ اول ہوں۔ جماعت احمدیہ کا لیڈر ہوں"

پھر آپ اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

"میں خلیفۃ المسیح ہوں اور خدا نے مجھے بنایا ہے...... خدا تعالیٰ نے مجھے یہ ردا پہنا دی ہے...... اس نے آپ۔ نہ تم میں سے کسی نے مجھے خلافت کا کرتہ پہنادیا...... معزول کرنا اب تمہارے اختیار میں نہیں ایک وہ خلیفہ ہوتا ہے جو لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ میں موعود ہے...... تم معزول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ میں تم سے کسی کا بھی شکر گذار نہیں ہوں۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا مجھے یہ لفظ بھی دکھ دیتا ہے جو کسی نے کہا کہ پارلیمنٹوں کا زمانہ ہے...... میں کہتا ہوں وہ بھی توبہ کرلے جو اس سلسلہ کو پارلیمنٹ اور دستوری سمجھتا ہے...... مجھے وہ لفظ خوب یاد ہیں کہ ایران میں پارلیمنٹ ہوگئی اور دستوری کا زمانہ ہے انہوں نے اس قسم کے الفاظ بول کر جھوٹ بولا بے ادبی کی...... میں پھر کہتا ہوں وہ اب بھی توبہ کرلیں...... اور حضرت مسیح موعود اور مہدی بھی آچکے جس کا خدا نے اپنے فضل سے مجھ کو خلیفہ بنایا"۔

خواجہ صاحب بتائیں کہ اگر آپ یا آپ کے دوست نہ تھے تو اور کون لوگ تھے جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا ہی بنایا ہؤا خلیفہ ہے ہم اسے معزول کردیں گے اور وہ کون لوگ تھے جو کہتے تھے کہ یہ زمانہ ہی پارلیمنٹوں کا ہے ایک حاکم کا نہیں دیکھو ایران میں بھی دستوریت ہوگئی ہے اس لئے انجمن ہی اصل حاکم ہونی چاہئے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود کی وفات پر جو پہلا جلسہ ہؤا۔ اس میں جو تقریر آپ نے فرمائی اس کے بعض فقرات یہ ہیں۔

"اب ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ تم ملہم نہیں۔ تمہاری کیا ضرورت ہے۔ کیا حضرت صاحب ہمارے لئے کم ہدایت چھوڑ گئے ہیں۔ ان کی اسی (۸۰) کے قریب کتابیں موجود ہیں۔ وہ ہمارے لئے کافی ہیں یہ سوال بدبخت لوگوں کا ہے جو خدا تعالیٰ کی سنت کا علم نہیں رکھتے۔ اس قسم کے سوال سے تمام انبیاء کا سلسلہ باطل ہو جاتا ہے چنانچہ کہہ سکتے ہیں کہ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا جب خدا نے سب کچھ آدم کو بتادیا تو اب نوح اور ابراہیم کیا لائے جو ماننا ضروری ہے؟ كُلَّهَا تو ان کے حق میں آچکا ہے۔ پھر آدم کے لئے سب ملائکہ نے سجدہ کیا پس اب ان دوسرے انبیاء کی کیا ضرورت ہے پھر دم نقد واقعہ موجود ہے رسول اللہ ﷺ جامع جمیع کمالات جن کی نسبت میرا اعتقاد ہے خاتم الرسل خاتم الحکام خاتم النبیّن خاتم الاولیاء خاتم الانسان ہیں اب ان کے بعد اگر کوئی ابو بکر کو نہیں مانتا تو فرمایا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور: ۵۶) یعنی جو انکار کرے گا وہ خدا کی اطاعت سے باہر نکلنے والا ہے..."

"غرض یہ سوال پہلے آدم پر پڑتا ہے۔ پھر جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر۔ پھر ابو بکرؓ پر۔ پھر علیؓ پر۔ پھر مہدی پر۔ جب سارے علوم رسالتماٰب سنا گئے تو مہدی کی کیا ضرورت ہے؟ حقیقی بات یہی ہے کہ ضرورت ہے اجتماع کی۔ اور شیرازہ اجتماع قائم رہ سکتا ہے ایک امام کے ذریعہ۔ اور پھر یہ اجتماع کسی ایک خاص وقت میں کافی نہیں۔ مثلاً صبح کو امام کے پیچھے اکٹھے ہوئے تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ اب ظہر کو کیا ضرورت ہے؟ عصر کو کیا؟ پھر شام کو کیا؟ پھر عشاء کو کیا؟ پھر جمعہ کو اکٹھے ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر عید کے دن کیا ضرورت ہے؟ پھر حج میں کیا ضرورت ہے؟ اسی طرح ایک وقت کی روٹی کھالی تو پھر دوسرے وقت کیا ضرورت ہے؟ جب ان باتوں میں تکرار ضروری ہے تو اس اجتماع میں بھی تکرار ضروری ہے یہ میں اس لئے بیان کرتا ہوں تا تم سمجھو کہ ہمارے امام چلے گئے تو پھر بھی ہم میں اسی وحدت 'اتفاق' اجتماع اور پر جوش روح کی ضرورت ہے۔"

اس تقریر میں آپ نے جو اعتراض خلافت پر کئے ہیں ان کے جواب خود حضرت خلیفہ اول کی زبانی موجود ہیں لیکن میں نے یہ حوالہ جات اس لئے نقل نہیں کئے کہ میں یہ آپ پر حجت قائم کروں کہ حضرت خلیفہ اول نے یوں فرمایا ہے اس لئے آپ بھی مان لیں بلکہ اس لئے نقل کئے ہیں تا آپ کو معلوم ہو جائے کہ حضرت خلیفہ اول کا مذہب شائع ہو چکا ہے۔ اور آخری حوالہ تو خود صدر انجمن احمدیہ کی رپورٹ سے نقل کیا گیا ہے پس آپ کی یہ کوشش کہ لوگوں پر یہ ثابت کویں کہ حضرت خلیفہ اول کسی شخصی حکومت کے قائل نہ تھے کامیاب نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے آپ کی دیانت پر خطرناک اعتراض آتا ہے۔ پس آپ یہ بیشک اعلان کریں کہ خلافت کے متعلق حضرت خلیفہ اول کی رائے حجت نہیں لیکن یہ خیال لوگوں کے دلوں میں بٹھانے کی کوشش نہ کریں کہ حضرت خلیفہ اول آپ کے اس خیال پر آپ سے خوش تھے یا یہ کہ آپ سے ناراض نہ تھے یا یہ کہ خود آپ سے متفق تھے کیونکہ ان خیالات میں سے کسی ایک کا ظاہر کرنا گویا اس بات کا یقینی ثبوت دینا ہے کہ خلافت کے مقابلہ میں حق کی بھی پرواہ نہیں رہی ضرور ہے کہ اس مضمون کو پڑھ کر خود آپ کے وہ دوست جن کی مجلس میں آپ بیٹھتے ہیں آپ پر دل ہی دل میں ہنستے ہوں گے یا اگر ان کے دل میں ذرا بھی خوف خدا ہو گا تو روتے ہوں گے کہ خواجہ صاحب کو خلاف بیانی کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ اگر وہ بیعت جو نہایت سخت ڈانٹ کے بعد آپ سے لی گئی اور اگر وہ بیعت جو حکیم فضل دین کے مکان کے جھگڑے پر آپ کے بعض دوستوں سے لی گئی ایک انعام تھا۔ تو دنیا میں ناراضگی اور خفگی کوئی شئے کا نام نہیں۔ مولوی غلام حسن صاحب پشاوری بھی ان تمام واقعات سے

آگاہ ہیں اور آپ کی جماعت کے خلیفہ ہیں کیا آپ اپنے بیان کی تصدیق انہی سے حلفی بیان کے ساتھ کروا سکتے ہیں۔ غالباً ان کو یاد ہو گا کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح کو یہ خبر پہنچی تھی کہ ان کے خیالات بھی اسی قسم کے ہیں تو وہ کیسے ناراض ہوئے تھے بلکہ اس کی بھی ضرورت نہیں کیا آپ خود تریاق القلوب کے مطابق قسم کھا کر ان دونوں امور پر شہادت دے سکتے ہیں کہ خلیفہ اول خلافت کے متعلق آپ کے خیال سے متفق تھے یا یہ کہ ناراض نہ تھے اور یہ کہ چھوٹی مسجد کی بیعت ایک انعام کے طور پر اور خوشی کی سند کے طور پر تھی یا اس لئے کہ آپ کی مخالفت کی بناء پر آپ کو جماعت سے الگ خیال کر کے آپ سے دوبارہ بیعت لی گئی تھی مجھے اس پر بھی تعجب آتا ہے کہ آپ نے اس بیعت کے متعلق لکھا ہے کہ وہ مجھ سے اور نواب صاحب سے بھی لی گئی۔ اس کے متعلق میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے جھوٹ بولا ہاں آپ کو یاد نہیں رہا۔ میں نے ایک خواب دیکھی تھی اور حضرت کو سنائی تھی اسی کی بناء پر آپ نے عین تقریر میں مجھے اپنی بائیں طرف سے اٹھا کر دائیں طرف بٹھایا اور پھر اپنی تائید میں تقریر کرنے کا ارشاد فرمایا۔ ورنہ مجھ سے کوئی بیعت نہیں لی گئی اور نہ نواب صاحب سے۔

باقی رہا وصیت کا معاملہ اس پر خلافت احمدیہ میں مفصل بحث موجود ہے آپ پہلے اس کا جواب دے دیں۔ پھر اس پر بھی کچھ لکھ دیا جائے گا مگر ضروری ہے کہ جو کچھ پہلے لکھا جا چکا ہے اس کا جواب پہلے ہو جائے اگر آپ کے پاس یہ رسالہ نہ ہو تو آپ مجھے اطلاع دیں میں آپ کی خدمت میں بھجوا دوں گا۔ اسی میں تحریر کا معاملہ بھی آ چکا ہے مگر میں سوال کرتا ہوں دنیا میں لاکھوں نبی اور مأمور گذرے ہیں کیا ان میں سے ایک بھی ایسا ہؤا ہے کہ اس کی وفات کے بعد اس کی ساری امت گمراہ ہو جائے اور ضلالت پر اجماع ہو یہ ناممکن ہے۔ پس وہی معنی درست ہیں جو خدا تعالیٰ کے عمل نے کئے۔ کیونکر ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے قول کے خلاف اس کا فعل ہو۔ خلافت پر ایک خاص رنگ میں بحث میرے لیکچر میں بھی ہے جو سالانہ جلسہ پر ہؤا اور اب چھپ رہا ہے وہ چھپ جائے گا تو وہ بھی آپ کو بھجوا دیا جائے گا اس کو بھی دیکھ لیں۔

میں اس جگہ یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ خواجہ صاحب اپنے مضمون میں بار بار لکھتے ہیں کہ ہم الوصیت پیش کرتے ہیں اور ہمارے مقابلہ میں پچھلا طریق عمل پیش کیا جاتا ہے اب بتاؤ کہ کون حق پر ہے لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ طریق عمل تو اور دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے ورنہ ہم الوصیت کو چھوڑتے نہیں۔ آپ سے بڑھ کر ہم پیش کرتے ہیں ہمارا یقین ہے کہ

الوصیت میں نہایت وضاحت سے خلافت کا ذکر ہے۔ چنانچہ قدرت ثانیہ کے نام سے آپ نے خلافت کا مسئلہ ایسی وضاحت سے کھولا ہے کہ کسی صداقت پسند انسان کو اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی اور ابوبکرؓ کی مثال دے کر اس مسئلہ کا پوری طرح فیصلہ کر دیا ہے۔ پس آپ کا یہ لکھنا کہ لاہوری الوصیت پیش کرتے ہیں اور قادیانی نہیں کرتے ایک خلاف واقعہ بات ہے۔ آپ خلافت احمدیہ کو پڑھیں اس میں الوصیت سے خلافت کو بالوضاحت ثابت کیا گیا ہے اور الوصیت کیا حضرت صاحب کی اور مختلف کتب سے بھی ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ کے بعد خلافت کا سلسلہ قائم ہونا تھا۔ چنانچہ پیغام صلح' حمامۃ البشریٰ' اور ایک لاہور کی تقریر سے جو ۱۹۰۸ء میں آپ نے فرمائی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد خلفاء ہوں گے وہ کل جماعت کے مطاع ہوں گے اور یہ کہ خلفاء کو نبی نہیں مقرر کرتا بلکہ خدا پر چھوڑ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود خلیفہ مقرر کرتا ہے۔

میں اس مضمون کے ختم کرنے سے پہلے آپ کو ایک اور واقعہ بھی یاد دلا دیتا ہوں جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ایک وقت آپ بھی کسی دوسرے خلیفہ کے منتظر تھے جب حضرت خلیفۃ المسیح گھوڑے سے گر کر سخت بیمار تھے تو اس وقت مرزا یعقوب بیگ صاحب مجھے گھر سے بلا کر مولوی محمد علی صاحب کی کوٹھی تک لے گئے تھے وہاں آپ بھی تھے مولوی صاحب بھی تھے اور دوسرے آپ کے دوستوں میں سے بھی دو آدمی تھے آپ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ حضرت کی حالت خطرناک ہے مجھے خلیفہ ہونے کی خواہش نہیں اور نہ مولوی صاحب کو ہے ہم سب آپ کو ہی خلیفہ بنائیں گے لیکن آپ یہ بات مدنظر رکھیں کہ ہمارے لاہور سے آنے تک خلیفہ کا انتخاب نہ ہو آپ نے اپنے آنے تک انتظار کرنے پر جو زور دیا اس میں آپ کی نیت کیا تھی اس سے مجھے بحث نہیں مگر میں نے ایک اثر کی بناء پر کہ ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے کے انتخاب پر بحث کرنا ناجائز ہے گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اور بات ختم ہو گئی۔ اس واقعہ سے آپ کو یاد آ گیا ہو گا کہ آپ بھی کسی وقت خلافت کے قائل تھے یا کسی مصلحت کی وجہ سے آپ نے ایسا ظاہر کرنا پسند فرمایا تھا آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سے مراد بیعت لینے والا خلیفہ تھا کیونکہ اس کے لئے چالیس آدمیوں کی شرط ہے اور آپ کے آنے نہ آنے کا اس پر کوئی اثر نہ ہو سکتا تھا اور نہ ایسا خلیفہ بنانے کے لئے آپ کو یہ ضرورت تھی کہ آپ کہتے کہ نہ میں خلیفہ بننا چاہتا ہوں اور نہ مولوی محمد علی صاحب۔ کیونکہ ایسے خلیفہ کئی ہو سکتے ہیں۔ (آپ ان کا نام خلیفہ رکھتے ہیں۔ میں ان کو خلیفہ نہیں کہتا)۔

خواجہ صاحب ایک جگہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ جو بیعت لے وہ خلیفۃ المسیح کہلا سکتا ہے بلکہ جو شخص

پہلے کا کوئی کام کرے وہ اس کا خلیفہ ہے تو کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ کیا جس قدر صحابہ اشاعت اسلام میں لگے ہوئے تھے اور صحابہ سب ہی اس کام میں مشغول تھے خلیفۃ الرسول کہلاتے تھے اگر صرف ایک شخص ہی کہلاتا تھا تو کیا اس سے ثابت نہیں کہ خلیفہ ایک اسلامی اصطلاح ہے جس کی آپ لوگ ہتک کرتے ہیں پھر اگر خلیفہ اسی کو کہتے ہیں جو کسی کا کام کرے تو کیوں خلیفہ اول کی موجودگی میں آپ خلیفۃ المسیح نہیں کہلاتے تھے کیونکہ آپ بقول اپنے مسیح موعود کا اصل کام اشاعت اسلام کر رہے تھے اس وقت کیوں آپ کو خلیفۃ المسیح کہلانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ پھر میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اگر آپ کو یہ دکھانا مدنظر نہیں کہ ہمارے امیر کے ماتحت چند خلیفۃ المسیح ہیں تو کیوں خود مولوی محمد علی صاحب کو خلیفۃ المسیح نہیں لکھا جاتا وہ تو آپ کے نزدیک مسیح موعود کے زیادہ قائم مقام ہیں۔

باقی رہا سوال مقدمہ کا کہ مقدمہ ہوگا اور عدالتوں تک جانا پڑے گا یہ ایسی دھمکیاں ہیں جو ہمیشہ راست بازوں کو ملتی رہی ہیں آنحضرت ﷺ کے قتل کے لئے کسریٰ نے اپنے آدمی بھیجے۔ حضرت مسیح موعود کو عدالتوں میں گھسیٹا گیا اسی طرح اگر کوئی مجھے بھی عدالت میں بلوائے یا انجمن پر مقدمہ کرے تو کیا حرج ہے۔ ایں ہمہ اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر۔ جب میں نے خدا کے لئے اور صرف خدا کے لئے اس کام کو اپنے ذمہ لیا ہے اور میں نے کیا لینا تھا خدا تعالیٰ نے یہ کام میرے سپرد کر دیا ہے تو اب مجھے اس سے کیا خوف ہے کہ انجام کیا ہوگا میں جانتا ہوں کہ انجام بہرحال بہتر ہوگا کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا مجھ سے وعدہ ہے اور وہ سچے وعدوں والا ہے۔ پس آپ مجھے مقدموں سے کیا ڈراتے ہیں۔ ہمارا مقدمہ خدا کے دربار میں داخل ہے کیا یہ بات بعید ہے کہ پیشتر اس کے کہ دنیا کی حکومتیں ہمارے جھگڑے کا فیصلہ کریں۔ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ خود ہمارے مقدمہ کا فیصلہ کر دے۔ اور گورنمنٹ کے دخل دینے کے بعد کسی ماتحت عدالت کا کیا حق ہے کہ کچھ کر سکے۔ پس اگر خدا تعالیٰ ہی کوئی فیصلہ صادر فرمائے جس سے سب فساد دور ہو کر امن ہو جائے تو دنیا کی حکومتوں نے کیا دخل دینا ہے۔ مقدمات سے ان کو ڈرائیں جن کی نظر دنیا کے اسباب پر ہے کوئی دنیا کی حکومت ہمیں اس مقام سے نہیں ہٹا سکتی جس پر خدا تعالیٰ نے ہمیں کھڑا کیا ہے کیونکہ دنیاوی حکومتوں کا اثر جسم پر ہے دل پر نہیں دل صرف خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔

اس ٹریکٹ میں کچھ متفرق باتیں بھی ہیں گو ان کا جواب ایسا ضروری نہیں مگر کچھ جواب دے دیتا ہوں۔ خواجہ صاحب اس ٹریکٹ میں اس امر سے بھی ڈراتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اول کے کوئی

خطوط ان کے پاس ایسے بھی ہیں جن کے اظہار سے ہمیں سخت دقت پیش آئے گی۔ ان خطوں کی اطلاع مختلف ذرائع سے مجھے پہنچی ہے اور ہر ایک شخص نے یہی بیان کیا ہے کہ خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ میں یہ خط صرف آپ کو ہی دکھاتا ہوں۔ اور کسی کو نہیں دکھایا مگر جب دیکھا تو راوی چار پانچ نکلے جس پر مجھے حیرت ہوئی کہ صرف ایک کو سنا کر اس قدر لوگوں کو کیونکر علم ہو گیا۔ مگر کوئی تعجب نہیں کہ خواجہ صاحب پہلے ایک سے ذکر کرتے ہوں اور پھر یہ بھول جاتے ہوں کہ میں پیغام بھیج چکا ہوں پھر کوئی اور شخص نظر آجاتا ہو اور آپ مناسب خیال کرتے ہوں کہ اس کے ہاتھ بھی پیغام بھیج دیں بہرحال ہم خواجہ صاحب کی اس مہربانی کے ممنون ہیں کہ انہوں نے ان خطوط کے مضمون سے بغیر اسے شہرت دینے کے ہمیں مطلع کر دیا۔ لیکن میں کہتا ہوں خواجہ صاحب بیشک ان خطوط کو شائع کر دیں مجھے ان کی عبارت پوری طرح یاد نہیں۔ نہیں تو میں ابھی لکھ دیتا۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کوئی میری نسبت کیا لکھتا ہے مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے اپنے پیر کے خلاف کبھی کچھ نہیں کہا۔ اور ہمیشہ اس کا فرمانبردار رہا ہوں اور میں نے اس کے منہ سے بارہا یہ الفاظ سنے ہیں کہ مجھے آپ سے محبت نہیں بلکہ عشق ہے۔ اس نے مجھے اس وقت جبکہ میں کسی قدر بیمار تھا اور بیماری بالکل خفیف تھی۔ ایسی حالت میں کہ خود اسے کھانسی کے ساتھ خون آتا تھا۔ اس طرح پڑھایا ہے کہ وہ مجھے یہ کہہ کر کتاب نہ پڑھنے دیتا تھا کہ آپ بیمار ہیں اور خود اس بیماری میں پڑھتا تھا۔ سو خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اپنے اس محسن کا وفادار رہا۔ ہاں چونکہ انسان کمزور ہے اگر میری کسی کمزوری کی وجہ سے وہ کسی وقت مجھ سے ناراض ہؤا ہو تو کیا تعجب ہے۔ بخاری میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی جنگ کا ذکر ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو سخت ڈانٹا۔ حتّٰی کہ حضرت ابو بکرؓ کو حضور سے ان الفاظ میں سفارش کرنی پڑی کہ نہیں حضور قصور میرا ہی تھا تو کیا حضرت عمرؓ پر اس واقعہ سے کوئی الزام آجاتا ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہو گے کہ حضرت عمرؓ سے میری ایک اور مشابہت ہو گئی۔ استاد کا شاگرد کو ڈانٹنا بری بات نہیں۔ شاگرد کا استاد کو گالی دینا برا ہے۔ کیونکہ ڈانٹنا استاد کا کام تھا اور گالی دینا شاگرد کا کام نہیں ہے۔ پس وہ لوگ ایسی کسی تحریر پر کیا خوش ہو سکتے ہیں جو آج بڑے زور سے اعلان کر رہے ہیں کہ ہم نے کبھی خلیفہ اول کی مخالفت نہیں کی حالانکہ ان کی دستخطی تحریریں موجود ہیں جن میں انہوں نے آپ کو اسلام کا دشمن اور حکومت پسند اور چڑچڑا وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے۔ پھر جس تحریر پر ناز کیا جاتا ہے اگر وہ درست بھی مان لی جائے تو اس کے متعلق میرے پاس بھی سید ڈاکٹر صاحب کا خط موجود ہے جس سے اصل معاملہ پر روشنی پڑ

جاتی ہے اور جس تحریر کی طرف خواجہ صاحب اشارہ کرتے ہیں اس کے بعد کی وہ تحریر ہے جس میں حضرت خلیفہ اول نے میری نسبت لکھا ہے کہ میں اسے مصلح موعود سمجھتا ہوں اور پھر اس کے بعد کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک بھری مجلس میں فرمایا کہ مسند احمد بن حنبل کی تصحیح کا کام ہم سے تو ہو نہ سکا میاں صاحب کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ چاہے تو ہو سکے گا۔ اور یہ جنوری ۱۹۱۴ء کی بات ہے۔ آخری بیماری سے ایک دو دن پہلے کی۔ پس آپ ان زبردست حملوں کی اشاعت سے ہرگز نہ چوکیں۔ کیوں اپنے ہاتھ سے موقعہ جانے دیتے ہیں شاید اسی سے آپ کو کوئی فائدہ پہنچ جائے مگر خوب یاد رکھیں کہ میرا معاملہ کسی انسان کی تعریف کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا اگر حضرت خلیفہ اول کی وہ تحریریں میری تائید میں موجود نہ ہوتیں جو آپ کے پاس جس قدر خطوط ہیں ان کی نفی کر دیتی ہیں تو بھی مجھے خدا نے اس کام پر کھڑا کیا ہے۔ نہ کہ کسی انسان نے میں کسی انسان کی تحریروں کا محتاج نہیں۔ خلافت خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو انسانوں کے خیالات سے اندازہ لگا کر میری بیعت میں داخل ہوا ہے۔ وہ فوراً اپنی بیعت کو واپس لے لے۔ اور مجھے خدا پر چھوڑ دے میں مشرک نہیں ہوں۔ مجھے انسانوں کے خیالات کی پرواہ نہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے کامیاب کرے گا۔ پس میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ماتحت کامیاب ہوں گا۔ اور میرا دشمن مجھ پر غالب نہ آسکے گا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی پوشیدہ در پوشیدہ حکمتوں کے ماتحت جن کو میں خود بھی نہیں سمجھتا۔ ایک پہاڑ بنایا ہے پس وہ جو مجھ سے ٹکراتا ہے اپنا سر پھوڑتا ہے۔ میں نالائق ہوں اس سے مجھے انکار نہیں۔ میں کم علم ہوں اس سے میں ناواقف نہیں۔ میں گنہگار ہوں اس کا مجھے اقرار ہے۔ میں کمزور ہوں اس کو میں مانتا ہوں۔ لیکن میں کیا کروں کہ میرے خلیفہ بنانے میں خدا تعالیٰ نے مجھ سے نہیں پوچھا۔ اور نہ وہ اپنے کاموں میں میرے مشورہ کا محتاج ہے۔ میں اپنے ضعف کو دیکھ کر خود حیران ہو جاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کیوں چنا۔ اور میں اپنے نفس کے اندر ایک بھی ایسی خوبی نہیں پاتا جس کی وجہ سے میں اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا مستحق سمجھا گیا مگر باوجود اس کے اس میں کوئی شک نہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کام پر مقرر فرمادیا ہے۔ اور وہ میری ان راہوں سے مدد فرماتا ہے جو میرے ذہن میں بھی نہیں ہوتیں۔ جب کل اسباب میرے برخلاف تھے جب جماعت کے بڑے بڑے لوگ میرے خلاف اعلان کر رہے تھے۔ اور جن کو لوگ بڑا خیال کرتے تھے وہ سب میرے گرانے کے درپے تھے اس وقت میں حیران تھا۔ لیکن سب کچھ میرا رب آپ کر رہا تھا۔ اس نے مجھے اطلاعیں دیں اور وہ اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور میرے دل کو تسلی دینے کے لئے نشان پر نشان دکھایا۔ اور امور

غیبیہ سے مجھے اطلاع دے کر اس بات کو پایہ ثبوت کو پہنچایا کہ جس کام پر میں کھڑا کیا گیا ہوں وہ اس کی طرف سے ہے۔ خواجہ صاحب! آپ نے لکھا ہے کہ اگر آپ الہام سے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کریں تو میں پھر کچھ نہ بولوں گا۔ اگر آپ نے یہ بات سچ لکھی ہے تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے کہ میں خلیفہ ہوں اور یہ کہ وہ میرے مخالفوں کو آہستہ آہستہ میری طرف کھینچ لائے گا یا تباہ کر دے گا۔ اور ہمیشہ میرے متبعین میرے مخالفوں پر غالب رہیں گے۔ یہ سب باتیں مجھے متفرق اوقات میں اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں۔ پس آپ اپنے وعدہ کے مطابق خاموشی اختیار کریں اور دیکھیں کہ خدا تعالیٰ انجام کار کیا دکھلاتا ہے۔ اگر مصلح موعود کے ہونے کے متعلق میرے الہام کی آپ قدر کرنے کے لئے تیار ہیں تو کیوں اس امر میں آسمانی شہادت کی قدر نہیں کرتے آپ خوب یاد رکھیں کہ یہاں خدمات کا سوال نہیں یہاں خدائی دین کا سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ خدمات کے متعلق میرا کوئی دعویٰ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر مجھ سے کوئی خدمت لے لے تو یہ اس کا احسان ہوگا ورنہ میں کوئی چیز نہیں۔ میں اس قدر جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ اس جماعت کو پھر بڑھانا چاہتا ہے۔ میرا ایک بہت بڑا کام ہو گیا ہے۔ جماعت میں احساس پیدا ہو گیا ہے باقی حصہ بھی جلد پورا ہو جائے گا۔ اور احمدیہ جماعت بے نظیر سرعت سے ترقی کرنی شروع کرے گی۔ میں نے تو اس قدر احتیاط سے کام لیا ہے کہ آپ کے طریق تبلیغ کی بھی اس وقت تک مخالفت نہیں کی جب تک اللہ تعالیٰ نے مجھے نہیں بتایا کہ یہ غلط ہے۔ پس میں آسمان کو زمین کے لئے نہیں چھوڑ سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتا ہوں کہ وہ مجھے ہمیشہ اپنی رضا پر چلنے کی توفیق دے۔ اور ہر قسم کی لغزشوں اور ٹھوکروں سے بچائے۔ آمین۔

## غیر ذمہ دار لوگ

خواجہ صاحب اپنے سارے مضمون میں اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ یہ سب فساد غیر ذمہ دار لوگوں کا ہے۔ اور اس امر کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ مجھے کچھ لوگ ورغلاتے رہتے ہیں۔ اور یہ لوگ امن نہیں ہونے دیتے۔ میں خواجہ صاحب کو اس معاملہ میں خاص طور پر نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس لفظ کو میری جماعت کے لوگوں کی نسبت استعمال نہ کیا کریں۔ کیونکہ میں اس امر کا قائل نہیں کہ کچھ خاص لوگ سلسلہ کے ٹھیکیدار ہیں۔ خوب یاد رکھیں کہ ہر ایک وہ شخص جو مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوتا ہے وہ ذمہ دار ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ پھر آپ کیوں کر فرماتے ہیں کہ غیر ذمہ دار لوگ کیوں بولتے ہیں۔ انہی کا یہ سب فساد ڈالا ہوا ہے۔ آپ نے

ذمہ داری شاید یہ سمجھ لی ہے کہ ایک شخص مالدار ہو یا ڈگری یافتہ ہو- میرے خیال میں ذمہ داری کچھ اور ہی چیز ہے اور ہر ایک مسلمان خدا کے نزدیک ذمہ دار ہے خواہ وہ گدڑی پوش ہو یا تخت شاہی پر بیٹھا ہُوا ہو- میں احمدی ہونے کے لحاظ سے جس طرح ایک امیر سے امیر مبائع کو سلسلہ کے کاموں کا ذمہ دار خیال کرتا ہوں- اسی طرح اس شخص کو جسے دو تین وقت کا فاقہ ہو- اور جس کے تن پر پھٹے ہوئے کپڑے ہوں- آپ اپنی جماعت کے لوگوں میں خواہ کس قدر فریق ہی بنائیں- میں اپنے مبائعین میں ہرگز کوئی فرق نہیں پاتا خلیفہ ایک وجود ہے- جس کو اللہ تعالیٰ انتظام کے لئے کھڑا کرتا ہے- اس امر کو چھوڑ کر خود خلیفہ جماعت میں سے ایک معمولی فرد ہے اور اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ اصولوں کا ایسا ہی پابند ہے جیسے اور ممبر اور جس طرح اور لوگ سلسلہ احمدیہ کے افراد ہیں وہ ان افراد میں سے ایک فرد ہے ان کا بھائی ہے- انہیں کا ہے- اسے اس انتظام سے علیحدہ ہو کر جو جماعت کے قیام کے لئے اس کے سپرد کیا گیا ہے اور کوئی فضیلت نہیں اگر وہ غریب سے غریب آدمی کے حق کو دباتا ہے تو وہ خدا کے حضور جوابدہ ہے- پس اس جماعت کا ہر ایک فرد ذمہ دار ہے- اور اسلام کسی کو ذلیل نہیں کرتا- حضرت عمرؓ کے وقت ایک حبشی غلام نے ایک شہر سے صلح کرلی تھی- باوجود افسروں کی ناراضگی کے حضرت عمرؓ نے اس کو قائم رکھا اور باوجود اس کے کہ اس میں بعض جگہ انتظامی دقتیں پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو سکتا تھا- مگر میں کہتا ہوں اس واقعہ سے خوب ظاہر ہو جاتا ہے کہ اسلام خلیفہ کو اس مقام پر کھڑا کرتا ہے جہاں اس کی نظر میں سب مسلمان برابر ہوں- آپ ایک طرف تو یہ اصل مقرر کرتے ہیں کہ یہ دیکھنا چاہئے کہ بات کیسی ہے اور یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ کس نے کہی ہے اور کن خیالات سے کہی ہے- لیکن آپ نے اس پر عمل تو نہ کیا جماعت کے ایک حصہ کو جو آپ کی اور میری طرح معزز ہے بے وجہ غیر ذمہ دار قرار دے دیا- بے شک اگر بعض لوگوں کی بعض باتیں آپ کو پسند نہ آئی تھیں تو آپ کہہ سکتے تھے کہ فلاں فلاں باتیں ان کی غلط ہیں ان کو بند کیا جاوے یا ان کی اصلاح کی جائے- بجائے اس کے آپ ایک گروہ غیر ذمہ داروں کا قرار دے کر اس کی باتوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی غیر ذمہ داری کی وجہ سے مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ اسے بند کر دوں- مگر چونکہ میں سب کو ذمہ دار خیال کرتا ہوں- اس لئے اس مشورہ پر عمل کرنے سے معذور ہوں- ہاں اگر کوئی بات نامعقول ہو تو اس کے روک دینے کے لئے تیار ہوں- مگر خدا کی دی ہوئی طاقتوں کو زائل کرنا میرا کام نہیں-

انہی متفرق باتوں میں سے جن کا مختصر جواب میں اس جگہ دینا ضروری سمجھتا ہوں ایک یہ بھی

ہے کہ خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ اگر محمد علی اور اس کے دوست ایسے ہی ہیں جیسے تم خیال کرتے ہو۔ تو پھر مرزا کی نہ تعلیم درست نہ تربیت درست۔ اور پھر الزام لگاتے ہیں کہ یہ خیال تو شیعوں کے تھے کہ سب صحابہ سوائے چند اہل بیت اور صحابہ کے منافق تھے مگر میں پوچھتا ہوں کہ یہ خیال تو آپ کا ہے۔ آپ ستانوے فی صدی احمدیوں کو تو غلطی پر خیال کرتے ہیں منصوبہ باز خیال کرتے ہیں حضرت مسیح موعود کے کاموں کو تباہ کرنے والا بیان کرتے ہیں اور ایک بڑے حصہ کو اپنے اسی مضمون میں کافر ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں پھر تعجب ہے کہ اس صورت میں آپ شیعوں کے متبع ہوئے یا ہم۔ شیعہ بھی تو اکثر حصہ کو گندہ کہتے ہیں صرف چند کو پاک خیال کرتے ہیں۔ اور انہی کو ذمہ وار اور آنحضرت ﷺ کا پیارا سمجھتے ہیں آپ کا بھی ایسا خیال ہے تو یہ اعتراض آپ پر پڑا یا ہم پر؟ اور اگر مولوی محمد علی صاحب اور ان کے چند دوستوں کے برا ہو جانے سے مرزا صاحب کی تعلیم پر بھی پانی پھر جاتا ہے تو کیوں احمدی جماعت کے کثیر حصہ سے کافر ہو جانے سے جیسا کہ آپ نے اپنے ٹریکٹ صفحہ ۴۶ پر صریح الفاظ میں لکھا ہے مرزا صاحب ناکام نہیں رہے۔ اگر کہو کہ ہم نے تو حدیث اور مسیح موعود کے فتویٰ کے مطابق کہا ہے کہ چونکہ آپ لوگ غیر احمدی مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اس لئے کافر ہو گئے۔ اپنی طرف سے تو بات نہیں کہی۔ تو میں بھی کہتا ہوں کہ ہم بھی جو فتویٰ لگاتے ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث کے مطابق لگاتے ہیں۔ اور ہمارا فتویٰ بھی آیت استخلاف کے ماتحت ہی ہے۔ پس اگر آپ کا فتویٰ درست ہے تو یہ بھی درست ہے۔ اور اگر آپ کا فتویٰ درست ہے تو حضرت مسیح موعودؑ نعوذ باللہ ناکام گئے مگر یہ غلط ہے۔ ایسا نہیں ہُوا مسیح موعودؑ کامیاب گئے اور ہر طرح کامیاب گئے۔ جماعت کا اکثر حصہ اس راہ پر چل رہا ہے جس پر آپ نے چلایا تھا۔ ہاں کچھ لوگ الگ ہو گئے۔ بے شک آپ لکھتے ہیں کہ کیا وہ اکابر خراب ہو سکتے ہیں جو سلسلہ کے خادم تھے تو میں کہتا ہوں کہ مسیح موعود کی وہ بات کیوں کر پوری ہوتی جو آپ نے الہام کی بناء پر لکھی تھی کہ "کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے۔ اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے۔ پس مقام خوف ہے" (تذکرہ صفحہ ۵۲۹) اگر آپ کے خیال کے مطابق بڑے چھوٹے نہیں ہو سکتے تھے۔ بلکہ اکابر معصوم عن الخطاء ہی سمجھے جانے کے لائق ہیں تو پھر اس عبارت کا کیا مطلب ہے۔ اس عبارت سے تو بالبداہت ثابت ہو جاتا ہے کہ اکابر کا چھوٹا ہو جانا بھی ممکن ہے بلکہ بعض چھوٹے کئے بھی جائیں گے۔ پس آپ اس دلیل سے کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔ خصوصاً جبکہ صحابہ نے آنحضرت ﷺ کی وفات پر ان لوگوں کو جنہوں نے بیعت ابی بکرؓ نہ کی تھی۔ اور جن میں سے ایک

ایسا بڑا رتبہ رکھتا تھا کہ وہ بارہ نقیبوں میں سے ایک تھا مرتد اور منافق کہا ہے اور اس کا ثبوت صحیح احادیث اور مستند روایات سے مل سکتا ہے۔ (مسند احمد بن جنبل جلد اول صفحہ ۵۶) پس چند آدمیوں کا ٹھوکر کھا جانا جبکہ کثرت حق پر قائم ہو۔ سلسلہ کی تباہی کی علامت نہیں اور پھر اس حالت میں جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے رؤیا میں بتایا بھی ہے۔ کہ جماعت کا ایک سنجیدہ آدمی مرتدوں میں مل گیا ہے۔

"۱۸۔ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ رؤیا۔ فرمایا: چند روز ہوئے میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا تھا کہ وہ مرتدین میں داخل ہو گیا ہے۔ میں اس کے پاس گیا وہ ایک سنجیدہ آدمی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہوا۔ اس نے کہا کہ مصلحت وقت ہے" (بدر جلد ۶ نمبر ۳۸ صفحہ ۵ بابت ۱۹۰۷ء)

اور یہ رؤیا عبدالحکیم کے ارتداد کے بعد کی ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ آپ کا قدم غیر احمدیوں کے زیادہ قریب ہے بہ نسبت ہمارے۔ کیونکہ ہم پر تو آپ الزام دیتے ہیں کہ ہم ان مسلمانوں سے دور ہی دور جا رہے ہیں۔ اور خود جبکہ حضرت کا کشف مولوی محمد علی صاحب کی نسبت موجود ہے کہ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ یہ "تھے" ظاہر کرتا ہے کہ کبھی ایسا وقت آنے والا ہے کہ ہمیں نہایت افسوس سے "ہیں" کی بجائے "تھے" کہنا پڑے گا۔ اسی طرح شیخ رحمت اللہ صاحب کی نسبت دعا کرنا اور الہام ہونا کہ شَرُّ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ جن پر تو نے انعام کیا ان کی شرارت۔ اور یہ بات تو آپ بھی بار بار پیش کرتے ہیں کہ ہم پر حضرت بہت مہربان تھے۔ اور شیخ صاحب کی نسبت دعا کرنے پر اس الہام کا ہونا مطلب کو اور بھی واضح کر دیتا ہے۔ اور اگر آپ کہیں کہ کیا ہماری خدمات کا یہی بدلہ ملنا چاہئے تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدمات کا یہ بدلہ نہیں ملتا۔ خدمات تو سارے احمدیوں نے کی ہیں۔ اور بہتوں نے آپ سے بڑھ کر کی ہیں۔ جن کے پاس مسیح موعودؑ کی لکھی ہوئی سندات موجود ہیں۔ پس یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدمات کا ایسا الٹا بدلہ کیوں ملا کیونکہ بہتوں نے خدمات کیں اور انعام پائے۔ اگر آپ کو ٹھوکر لگی تو اس کے کوئی پوشیدہ اسباب ہوں گے جن سے خدا تعالیٰ واقف ہے اور ممکن ہے کہ آپ بھی واقف ہوں ہمیں اس بات کے معلوم کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ باقی رہا یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کو کیوں ایسے لوگوں سے آگاہ نہ کیا گیا۔ اس کے دو جواب ہیں۔ اول یہ کہ مجملاً آگاہ کیا گیا جیسا کہ پہلے میں الہام لکھ آیا ہوں دوسرے یہ کہ کوئی ضروری نہیں کہ آپ کو آپ کی وفات کے بعد کی کل کارروائیوں سے واقف کیا جاتا آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ پر آپ کی وفات کے بعد سخت مصائب آئے مگر آپ کو

نہیں بتایا گیا کہ کس کا کیا حال ہو گا- آپ لوگوں پر اصل ابتلاء حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد آیا- خلافت بعد میں ہوئی اس وقت تو نہ تھی- پھر یہ کون سی ضروری بات تھی کہ حضرت مسیح موعود کو بتایا جاتا کہ فلاں فلاں شخص انکار خلافت کرے گا- اور اگر ضروری تھا تو کیا یہ بتایا گیا کہ آپ کی اولاد سب کی سب اور سب قادیان کے مہاجرین اور اکثر حصہ جماعت آپ کی وفات کے بعد کافر ہو جائیں گے (جیسا کہ آپ نے صفحہ ۴۶ پر کافر قرار دیا ہے) اگر یہ امر آپ کے خیال کے مطابق واقعہ ہو گیا- لیکن اس کا آپ کو علم نہ دیا گیا تو آپ کون سی ایسی خصوصیت رکھتے ہیں کہ آپ کے متعلق ضرور کوئی الہام ہونا چاہئے تھا آپ کے سب بیٹے بقول آپ کے کافر ہو جائیں تو کسی الہام کی ضرورت نہیں سب مہاجرین بگڑ جائیں تو کسی الہام کی ضرورت نہیں- لیکن اگر آپ کے عقائد میں کچھ فرق آتا تھا تو اس کی اطلاع مسیح موعود کو ضرور ہو جانی چاہئے تھی- اور اگر نہیں ہوئی تو ثابت ہؤا کہ آپ حق پر ہیں خواجہ صاحب ان دلائل سے کام نہیں چل سکتا کسی بات کے ثابت کرنے کے لئے کوئی مضبوط دلیل چاہئے- طلحہؓ اور زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ کے بیعت نہ کرنے سے آپ حُجّت نہ پکڑیں- ان کو انکارِ خلافت نہ تھا- بلکہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا سوال تھا- پھر میں آپ کو بتاؤں- جس نے آپ سے کہا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی وہ غلط کہتا ہے- حضرت عائشہؓ تو اپنی غلطی کا اقرار کر کے مدینہ جا بیٹھیں- اور طلحہؓ اور زبیرؓ نہیں فوت ہوئے جب تک بیعت نہ کر لی- چنانچہ چند حوالہ جات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

(ا) وَاَخْرَجَ الْحَاكِمُ عَنْ ثَوْرِ بْنِ مَجْزَاةَ قَالَ مَرَرْتُ بِطَلْحَةَ يَوْمَ الْجَمَلِ فِىْ اٰخِرِ رَمَقٍ- فَقَالَ لِىْ مِمَّنْ اَنْتَ- قُلْتُ مِنْ اَصْحٰبِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِىٍّ فَقَالَ اُبْسُطْ يَدَكَ اُبَايِعُكَ فَبَسَطْتُ يَدِىْ وَبَايَعَنِىْ وَفَاضَتْ نَفْسُهٗ- فَاَتَيْتُ عَلِيًّا فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَى اللّٰهُ اَنْ يَّدْخُلَ طَلْحَةُ الْجَنَّةَ اِلَّا وَبَيْعَتِىْ فِىْ عُنُقِهٖ- (خصائص کبریٰ جلد ثانی صفحہ ۱۱۵)

ترجمہ: اور حاکم نے روایت کی ہے کہ ثور بن مجزاۃ نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں واقعہ جمل کے دن حضرت طلحہؓ کے پاس سے گذرا- اس وقت ان کی نزع کی حالت قریب تھی- مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم کون سے گروہ میں سے ہو میں نے کہا کہ حضرت امیر المؤمنین علیؓ کی جماعت میں سے ہوں تو کہنے لگے اچھا اپنا ہاتھ بڑھاؤ تا کہ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لوں چنانچہ انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر جان بحق تسلیم کر گئے- میں نے آکر حضرت علیؓ سے تمام واقعہ عرض کر دیا- آپ سن کر

کہنے لگے۔ اللہ اکبر خدا کے رسول کی بات کیا سچی ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہی چاہا کہ طلحہ میری بیعت کے بغیر جنت میں نہ جائے۔ (آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے)"

(ب) و ذکر کرده شد۔ عائشه را یک بار روز جمل۔ گفت مردم روز جمل میگویند۔ گفتند آری۔ گفت من دوست داشتم که مے نشستم۔ چنانکه نشست غیر من که ایں احب است بسوی من از یں که می زائیدم از رسول خدا صلعم ده کس که ہمه ایشاں ہمچو عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام می بودند"

(حجج الکرامہ فی آثار القیامہ صفحہ ۱۶۷)

ترجمہ: اور حضرت عائشہؓ کے پاس ایک دفعہ واقعہ جمل مذکور ہؤا تو کہنے لگیں کیا لوگ واقعہ جمل کا ذکر کرتے ہیں۔ کسی ایک نے کہا جی اسی کا ذکر ہے۔ کہنے لگیں کہ کاش جس طرح اور لوگ اس روز بیٹھے رہے میں بھی بیٹھی رہتی۔ اس بات کی تمنا مجھے اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہے کہ میں آنحضرت ﷺ سے دس بچے جنتی۔ جن میں سے ہر ایک بچہ عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام جیسا ہوتا"

(ج) نیز طلحه و زبیر از عشرة مبشرة بالجنۃ اند و بشارت آنحضرت صلی الله علیه و سلم حق است۔ با آنکه ایشاں رجوع کردند از خروج و توبه نمودند"

(حجج الکرامہ صفحہ ۱۷۱)

ترجمہ: اور طلحہ اور زبیر عشرہ مبشرہ میں سے بھی ہیں جن کی بابت آنحضرت ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہوئی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کی بشارت کا سچا ہونا یقینی ہے پھر یہی نہیں بلکہ انہوں نے خروج سے رجوع اور توبہ کرلی۔

خواجہ صاحب آپ نے حضرت صاحب کا ایک الہام لکھا ہے۔ مسلمانوں کے دو فریق ہیں۔ خدا ایک کے ساتھ ہؤا یہ سب پھوٹ کا نتیجہ۔ یہ کب ہؤا تھا اور کہاں لکھا ہے۔ جب الہاموں کی نقل میں احتیاط سے کام نہیں لیتے تو دوسری باتوں میں آپ نے کیا احتیاط کرنی ہے کلام الٰہی کے نقل کرنے میں تو انسان کو حد درجہ کا محتاط ہونا چاہئے۔ اور اپنی طرف سے الفاظ بدل دینے سے ڈرنا چاہئے۔

اس ٹریکٹ میں خواجہ صاحب نے ایک اور بات پر بھی زور دیا ہے کہ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ مرشد سے عقیدہ میں خلاف ہو۔ اور پھر اس کو چھپائیں یہ تو نفاق ہے بیشک ایک مرشد سے عقیدہ سے اختلاف رکھنا اور اسے چھپانا نفاق ہے لیکن ایک شخص کی بیعت کرنے سے پہلے اس پر ظاہر کر

دیتا کہ میرے یہ اعتقادات ہیں اتحاد عمل کے لئے آپ مجھے اپنی جماعت میں داخل کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس شخص کا اسے بیعت میں داخل کرنا نفاق نہیں حضرت مسیح موعودؑ نے بھی نواب صاحب کو لکھا تھا کہ آپ شیعہ رہ کر بھی بیعت کرسکتے ہیں۔ چنانچہ نواب صاحب کی گواہی ذیل میں درج ہے:۔

"میں نے بہ تحریک اپنے استاد مولوی عبداللہ صاحب فخری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں غالباً آخر ۱۸۸۹ء یا ابتدائے ۱۸۹۰ء میں خط دعا کے لئے لکھا تھا۔ جس پر حضرت نے جواب میں لکھا کہ دعا بلا تعلق نہیں ہو سکتی آپ بیعت کرلیں۔ اس پر میں نے جواباً ایک عریضہ لکھا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں شیعہ ہوں۔ اور اہل تشیع آئمہ اثنا عشر کے سوا کسی کو ولی یا امام نہیں تسلیم کرتے۔ اس لئے میں آپ کی کس طرح بیعت کرسکتا ہوں؟ اُس پر حضرت نے ایک طولانی خط لکھا جس کا ماحصل یہ تھا کہ اگر برکات روحانیہ محض آئمہ اثنا عشر پر ختم ہو گئے تو ہم جو روز دعا مانگتے ہیں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یہ سب بیکار ہے۔ اور اب ے تو ہو چکی دود باقی ہے۔ کیا ہم دود کے لئے اب مشقت ریاضات کریں حضرت نے یہ بھی لکھا کہ منجملہ ان لوگوں کے جو حضرت امام حسین کے ہم پلہ ہیں میں بھی ہوں۔ بلکہ ان سے بڑھ کر۔ اس خط سے ایک گونہ میرا رجحان ہو گیا۔ مگر میں نے پھر حضرت کو لکھا کہ کیا ایک شیعہ آپ کی بیعت کرسکتا ہے تو آپ نے تحریر فرمایا کہ ہاں۔ چنانچہ پھر بمقام لدھیانہ ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۰ء میں مَیں حضرت سے ملا۔ اور اس ملاقات کے بعد میں نے حضرت صاحب کو بیعت کا خط لکھ دیا مگر ساتھ ہی لکھا کہ اس کا اظہار سردست نہ ہو۔ مگر ازالہ اوہام کی تصنیف کے وقت حضرت نے لکھا کہ مجھ کو اس طرح آپ کا پوشیدہ رکھنا نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ میں آپ کے حالات ازالہ اوہام میں درج کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اپنے حالات لکھ کر بھیج دیں چنانچہ میں نے حالات لکھ دیئے۔ اور باوجود بیعت اور تعلقِ حضرت اقدس مَیں ۱۸۹۳ء تک شیعہ ہی کہلاتا رہا اور نماز وغیرہ سب ان کے ساتھ ہی ادا کرتا تھا بلکہ یہاں قادیان اس اثناء میں آیا تو نماز علیحدہ ہی پڑھتا رہا تھا۔ ۱۸۹۳ء سے میں نے شیعیت کو ترک کیا ہے۔ محمد علی خاں۔"

خواجہ صاحب نفاق تو اس کو کہتے ہیں کہ ظاہر اور بات کی جائے اور دل میں اور ہو لیکن جو شخص آگے آکر خود کہہ دے کہ میرا یہ عقیدہ ہے وہ نفاق کا مرتکب کیونکر کہلا سکتا ہے اور جس کی بیعت کرتا ہے اس سے کبھی اس عقیدہ کو پوشیدہ نہ رکھے اور وہ اسے اجازت دے دے تو یہ نفاق

کیونکر ہؤا۔

خواجہ صاحب! نہ معلوم آپ نے یہ بات کہاں سے معلوم کی کہ احمدیت کی روک کا اصل باعث تکفیر ہے اگر یہ بات تھی تو چاہئے تھا کہ جب سے آپ الگ ہوئے ہیں آپ کا حصہ جماعت سرعت سے بڑھنے لگتا لیکن بجائے اس کے آپ نے تو کوئی معتد بہ ترقی نہیں کی لیکن برخلاف آپ کے بیان کے کہ "پیارو تم احمدیت تو کیا پھیلاؤ گے سنو! اور ہوش سے سنو!! اگر وہ خبر درست ہے جو مجھے گذشتہ ہفتہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوئی ہے تو تمہاری رفتار احمدیت جو نہایت سرعت سے خراسان اور حدود افغانستان میں جاری تھی ختم ہوگئی اور بہت سے احمدی احمدیت سے الگ ہو گئے اور اس کے ذمہ دار وہی مسئلے ہیں جیسے مجھے اطلاع ملی ایک تکفیر غیر احمدیاں اور ایک مرزا صاحب کی نبوت مستقلہ کوئی شخص نفاق کے سوائے اس عقیدہ پر افغانستان میں نہیں رہ سکتا"۔ (صفحہ ۱۶) احمدیت نہایت زور سے بڑھ رہی ہے اور پچھلے چند ماہ میں سینکڑوں نئے آدمی سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں جن میں انگریزی علوم کے لحاظ سے ایم۔اے اور بی۔اے بھی شامل ہیں عربی علوم کے لحاظ سے تحصیل یافتہ مولوی ہیں سرکاری عہدوں کے لحاظ سے ای۔اے۔سی اور اسسٹنٹ انسپکٹران سکول ہیں رئیسوں کے لحاظ سے بڑے بڑے جاگیردار ہیں غرض کہ غریب بھی اور امیر بھی جو اپنے اندر نہایت اخلاص رکھتے ہیں اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں اور مبائعین میں شامل ہوئے ہیں بعض کو لوگ تکلیفیں بھی دیتے ہیں لیکن صبر سے کام لے رہے ہیں اور اپنے عقائد کو بدلنے کی انہیں کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ پھر میں کیونکر مان لوں کہ ہمارے عقائد سلسلہ کے راستہ میں روک ہیں اور کیونکر تسلیم کرلوں کہ اب سلسلہ کی ترقی رک گئی ہے۔ اگر آپ کا خیال درست ہوتا تو واقعات اس کی تصدیق کرتے اور بجائے ہماری ترقی کے تنزل ہوتا اور بجائے ہمارے بڑھنے کے آپ بڑھتے۔ لیکن باوجود اس کے خلاف خدائے تعالیٰ کا معاملہ دیکھنے کے آپ کو ہم راستی پر کیونکر مان سکتے ہیں؟۔

خواجہ صاحب نے ایک یہ شکوہ بھی کیا ہے کہ وہ جب ہندوستان میں آئے تو ان کا ارادہ فوراً قادیان جانے کا تھا لیکن بعض غیر ذمہ دار لوگوں کی تحریروں کی وجہ سے جن میں انہوں نے غیر مبائعین سے ملنے جلنے اور بولنے کی ممانعت کی ہے میں رک گیا۔ پھر وہ شکایت کرتے ہیں کہ اگر احمدیوں سے یہ سلوک ہے تو غیر احمدیوں اور پھر عیسائیوں سے کیا سلوک کرنا چاہئے۔ اول تو یہ سوال ہے کہ یہ مضمون کب نکلا اور آپ لاہور کب تشریف لائے اگر آپ کا ارادہ تھا کہ فوراً ہی قادیان

آئیں تو اس امر سے کونسی چیز آپ کو مانع ہوئی کہ آپ ایک عرصہ تک لاہور میں بیٹھے رہے اور فوراً نہ آسکے اتنے میں وہ مضمون نکل گیا۔ پس اول تو یہ آپ کا فوراً ظاہر کرتا ہے کہ الفضل کا مضمون ایک بہانہ کا کام دے رہا ہے۔ پھر میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے مجھ سے ملنا تھا یا لوگوں سے۔ لوگ آپ سے ملتے یا نہ ملتے اگر آپ تبادلہ خیالات چاہتے تھے تو مجھ سے ملتے اگر آپ کہیں کہ مجھے یہ کیونکر معلوم ہو سکتا تھا کہ آپ مل لیں گے تو میں کہتا ہوں کہ اب تو کسی بڑے خرچ کی بھی ضرورت نہیں ایک پیسہ کے کارڈ کے ذریعہ سے آپ مجھ سے پوچھ سکتے تھے کہ اگر میں آؤں تو تم مجھ سے بات کر سکو گے یا نہیں یا الفضل کے مضمون کے مطابق مجھ سے ملنا پسند نہ کرو گے اگر اس خط کا جواب میں نفی میں دیتا یا جواب ہی نہ دیتا تو آپ کا عذر قابل سماعت ہوتا لیکن جب آپ نے یہ تکلیف نہیں اٹھائی تو میں آپ کے عذر کو کس طرح قبول کروں کیا یہ بات درست نہیں کہ آپ نے میرے مریدین کو بڑی بڑی لمبی چٹھیاں لکھی تھیں؟ پھر کیا یہ درست نہیں کہ آپ نے ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی پھر کیا آپ اس وقت سے کچھ وقت بچا کر اور ان کاغذوں لفافوں سے ایک کاغذ اور لفافہ بچا کر ایک خط میری طرف مذکورہ بالا مضمون کا نہیں لکھ سکتے تھے؟ جبکہ اس بات سے آپ کو کوئی امر مانع نہ تھا تو آپ کا جماعت کے دوسرے افراد کو دعوت دینا اور ان کے ملنے کی خواہش ظاہر کرنا ان کی طرف خطوط لکھنا لیکن مجھ سے فیصلہ کرنے یا گفتگو کرنے کی کوئی تحریک نہ کرنا اور خط لکھ کر دریافت نہ کرنا صاف ظاہر نہیں کرتا کہ آپ کا اصل منشاء لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانا اور جماعت میں پھوٹ ڈالنا تھا نہ کہ صلح کرنا۔ صلح مجھ سے ہو سکتی تھی اور کس کا حق تھا کہ میری اجازت کے بغیر صلح کرلے یہ صلح کوئی مقامی معاملہ نہ تھا یہ فیصلہ کسی خاص شہر سے تعلق نہ رکھتا تھا بلکہ سب جماعت اور سب احمدیوں پر اس کا اثر پڑتا تھا پس یہ فیصلہ مبائعین میں سے بغیر میری اجازت کے اور کون کر سکتا تھا اگر آپ کا منشاء صلح تھا تو مجھ سے براہ راست کیوں آپ نے گفتگو نہ کی؟

اب رہا یہ سوال کہ ایسا اعلان بعض غیر ذمہ دار لوگوں نے کیوں کیا کہ لوگ آپ سے نہ ملیں نہ بولیں اس کی وجہ مجھے اس کے بغیر کوئی نہیں سمجھ میں آئی کہ انہوں نے آپ کی مذکورہ بالا کارروائی کو محسوس کر لیا اور جماعت کو خطرہ سے آگاہ کر دیا اور چونکہ آپ کی اس کارروائی کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہ تھا کہ فساد اور بڑھے گو آپ کا منشاء صلح کا ہی ہو اس لئے مضمون لکھنے والے نے پسند نہ کیا کہ جماعت میں فساد بڑھے اور اس نے تحریک کی کہ لوگ آپ سے نہ ملیں اگر فیصلہ کرنا تھا تو براہ راست مجھ سے ہو سکتا تھا اور یہ امر کہ کیوں آپ سے وہ سلوک کیا گیا جو ہندوؤں اور مسیحیوں

سے نہیں کیا جاتا۔ اس کا جواب آسان ہے مسلمان یہود اور مسیحیوں سے کلام کرتے تھے لیکن اگر آپ کو یاد ہو تو ثَلَاثَۃُ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا جن کے واقعہ کی طرف سورۃ توبہ میں اشارہ کیا گیا ہے ان کا مفصل ذکر بخاری میں آتا ہے۔ ان تین سے آنحضرت ﷺ نے کلام منع کر دیا تھا اور مسلمان ان سے نہ بولتے نہ ملتے نہ تعلق رکھتے حتّٰی کہ بیویوں کو بھی جدا کر دیا تھا۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ کیا وہ تین منافقوں سے بھی بدتر تھے کیا وہ یہود سے بھی بدتر تھے پھر کیا وہ مشرکوں سے بھی بدتر تھے اور اگر ان سے یہ سلوک کیا گیا تو مسیحیوں اور یہودیوں سے اس سے سخت کون سا سلوک کیا گیا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ اعتراض غلط ہے ان کو سرزنش کی ایک خاص وجہ تھی اور انتظام جماعت کے قائم رکھنے کے لئے ایسا کرنا پڑتا ہے دنیاوی حکومتیں بھی میدان جنگ کے سپاہی کو پکڑ کر صلیب پر نہیں لٹکاتیں حالانکہ وہ کئی خون کر چکا ہوتا ہے اور اپنے ملک کے مجرموں کو سزائیں دیتی ہیں کیوں؟ اسی لئے کہ اس سپاہی کا کام تھا کہ وہ ان کا مقابلہ کرتا مگر یہ اپنے تھے اور اپنے کا فرض ایک طرف تو یہ تھا کہ امن کو قائم رکھے جس کے خلاف اس نے کیا دوسرے اس سپاہی کا حملہ ظاہر ہے اور اس اپنے کا حملہ اندر ہی اندر تباہ کر سکتا ہے پس جن لوگوں سے یہ خوف ہو کہ ایک حد تک اپنے بن کر مخالفت کریں گے ان سے بچنا اور بچانا ایک ضروری بات ہے۔ دوسرے اپنے غلطی کریں تو وہ زیادہ سزا کے مستحق ہوتے ہیں آج کل کی مثال لے لیجئے وہ رحیم کریم انسان جو شفقت علیٰ خلق اللہ کا کامل نمونہ تھا اور یقیناً اسی کے منہ سے اور اسی کی تحریروں سے ہم نے یہ بات معلوم کی ہے کہ اسلام کی دو ہی غرضیں ہیں ایک تعلق باللہ اور دوسری شفقت علیٰ خلق اللہ وہ ہندوؤں سے ملتا تھا مسیحیوں سے ملتا تھا لیکن مرزا سلطان احمد صاحب سے کبھی نہیں ملتا تھا اور کئی دفعہ جب حضرت خلیفہ اولؓ نے کوشش کی کہ آپ کو ان سے ملائیں تو آپ نے نہایت سختی سے انکار کر دیا اور آخر مولوی صاحب کو منع کر دیا کہ پھر ایسا ذکر نہ کریں۔ اب بتایئے اس تعلق میں اور ہندوؤں کے تعلق میں کچھ فرق معلوم ہوتا ہے یا نہیں بیٹے سے تو ملتے نہ تھے اور لالہ شرمپت گھنٹہ گھنٹہ آپ کے پاس آکر بیٹھ رہا کرتے تھے پس آپ ان مثالوں سے سمجھ لیں کہ کبھی ضروریات ایسا مجبور کرتی ہیں کہ باوجود اس کے کہ غیروں سے ملتے رہیں بعض اپنوں سے ملنا چھوڑ دیا جائے۔ آپ نے اپنے حال پر غور نہیں کیا کہ غیر احمدیوں کو مسلمان بنانے کے لئے آپ نے احمدیوں کو کافر ثابت کیا ہے۔ پھر جب آپ خود اس مجبوری کا شکار ہوئے ہیں تو دوسروں پر اعتراض کی کیا وجہ ہے پھر اخبار پیغام لاہور محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ کے خلاف کچھ نہیں لکھتا لیکن اس کا سارا زور ہمارے خلاف خرچ ہو رہا ہے کیا یہ مثال

آپ کے لئے کافی نہ تھی آپ نے خلافت پر اعتراض کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے کہ کیا خلیفہ غلطی سے مَصْئُوْن ہے مگر میں کہتا ہوں کہ اگر اسی کا فیصلہ ماننا شرط ہو جو غلطی سے مَصْئُوْن اور محفوظ ہو تو آپ بتائیں کہ کس انسان کا فیصلہ آپ مانیں گے آنحضرت ﷺ جیسا انسان جو کل کمالات انسانیہ کا خاتم ہے فرماتا ہے۔

"عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ سَمِعَ جَلَبَةَ خَصْمٍ بِبَابِ حُجْرَتِہٖ فَخَرَجَ اِلَیْھِمْ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاَنَّہٗ یَاْتِیْنِی الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَھُمْ اَنْ یَّکُوْنَ اَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَاَحْسِبَ اَنَّہٗ صَادِقٌ فَاَقْضِیْ لَہٗ فَمَنْ قَضَیْتُ لَہٗ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَاِنَّمَا ھِیَ قِطْعَۃٌ مِّنَ النَّارِ فَلْیَحْمِلْھَا اَوْ یَذَرْھَا۔ (مسلم کتاب الاقضیہ باب الحکم بالظاہر و اللحن بالحجہ) ترجمہ: ام سلمہ (ام المؤمنین) رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ مکان کے دروازہ کے پاس چند آدمیوں کا باہمی مقدمہ کی بابت شور و شغب سن کر ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمانے لگے میں ایک بشر ہوں (عالم الغیب نہیں) لوگ میرے پاس مقدمے لے کر آتے ہیں سو ممکن ہے کہ ایک فریق بات کرنے میں زیادہ ہوشیار ہو اور اس کی باتوں کی وجہ سے میں اسے سچا خیال کر کے اس کے حق میں فیصلہ دے دوں سو یاد رکھو کہ اس طرح سے اگر کسی شخص کو مسلم کا حق دلا دوں تو یہ مال آگ کا ٹکڑا ہے اب چاہے تو اسے اٹھا لے اور چاہے تو چھوڑ دے ۔

پس کیا آپ کے فیصلہ کو بھی رد کر دینا چاہئے کہ ممکن ہے آپ سے غلطی ہو گئی ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (النساء:۶۶) یعنی تیرے رب کی ہی قسم یہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک تجھ سے اپنے جھگڑوں کا فیصلہ نہ چاہیں اور پھر فیصلوں اور قضایا کو خوشی سے تسلیم نہ کریں کیا گورنمنٹ اور اس کے مجسٹریٹ خطاء سے محفوظ ہوتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیا اس بناء پر گورنمنٹ اور ججوں کے فیصلے رد کر دیئے جاتے ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ غلطی کرتے ہوں کیا خلیفۃ المسیحؑ جن کی بیعت آپ نے کی تھی خطاء سے محفوظ تھے؟ پھر میں پوچھتا ہوں کہ کیا انجمن اپنے فیصلہ میں کبھی غلطی نہیں کر سکتی؟ پھر انجمن جماعت کی حاکم کیونکر ہو سکتی ہے؟ اگر صرف مَصْئُوْن عَنِ الْخطاء کے فیصلہ ہی واجب العمل ہوتے ہیں تو پھر دنیا کی سب حکومتیں سب انجمنیں مٹا دینی چاہئیں کیونکہ انسان کوئی مَصْئُوْن عَنِ الْخطاء نہیں۔ نماز ہمارے لئے دلیل ہے امام غلطی کرتا ہے اور خطاء سے پاک نہیں ہوتا مقتدیوں کو حکم ہے کہ باوجود اس کی غلطی

کے اس کی اتباع کریں کیونکہ اتحاد رکھنا ضروری ہے اور اتحاد بغیر ایک مرکز کے نہیں ہو سکتا۔ اور خواہ ایک انسان افسر ہو یا بہت سے ہوں وہ غلطی سے پاک نہیں ہو سکتے پس اتحاد کے قیام کے لئے قیاسات میں امام کی خطائی بھی پیروی کرنے کا حکم ہے سوائے نصوص صریحہ کے۔ مثلاً کوئی امام کہے کہ نماز مت پڑھو کلمہ نہ پڑھو روزہ نہ رکھو اس کی اتباع فرض نہیں۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک امام اگر چار کی بجائے پانچ یا تین رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقتدیوں کو حکم ہے کہ باوجود اس کی غلطی کے علم کے اس کی اتباع کریں لیکن اگر وہ اٹھ کے ناچنے لگ جائے یا مسجد میں دوڑنے لگے تو اب مقتدیوں کو حکم نہیں کہ اس کی اتباع کریں کیونکہ اب قیاس کا معاملہ نہیں رہا بلکہ جنون یا شرارت کی شکل آگئی ہے۔ لیکن یہ مثالیں بفرض محال ہیں ورنہ خدائے تعالیٰ جس کو امام بناتا ہے اسے ایسے اعمال سے بچاتا ہے جو قومی تباہی کا موجب ہوں۔

آپ نے اپنے اس مضمون میں خلافت کے رد میں ایک یہ دلیل بھی دی ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ اکثروں نے مان لیا یہ کوئی دلیل نہیں کیونکہ اگر ابو بکرؓ عمرؓ کو اکثروں نے مان لیا تو یزید کو بھی تو مان لیا مگر خواجہ صاحب یہ مثال پیش کرتے وقت ان واقعات کو نظر انداز کر گئے ہیں جو ان دونوں قسم کی خلافتوں کے وقت پیش آئے ابو بکرؓ اور عمرؓ کی خلافت پر اتفاق کرنے والوں میں صحابہؓ کا گروہ تھا یزید کے ہاتھ پر اکٹھا ہونے والی کون سی جماعت تھی کیا صحابہ کی کثرت تھی صحابہ کے لئے خدائے تعالیٰ کے بڑے بڑے وعدے تھے اسی طرح اس جماعت کے لئے بھی بڑے بڑے وعدے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر سلسلہ میں داخل ہوئی اور جس طرح صحابہؓ کی کثرت نے اول الذکر دونوں بزرگوں کو تسلیم کیا اسی طرح اس جماعت کے کثیر حصہ نے مجھے تسلیم کیا جو مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر سلسلہ میں داخل ہوئی تھی اگر اسی جماعت کا اکثر حصہ ضلالت پر جمع ہو گیا تو یہ بے شک شیعوں والا عقیدہ ہے جو چند کے لئے کثیر حصہ کو بدنام کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی سوال ہے کہ خلافت تو مشورہ سے ہوتی ہے دوسرے باپ کے بعد بیٹا فوراً خلیفہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ احادیث اور صحابہؓ کے اقوال سے ثابت ہے امر اول کے لئے آیت اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا۔ (النساء:۵۹) یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانات ان کے اہلوں کو دو۔ اور حدیث لَا خِلَافَةَ اِلَّا بِالْمَشْوَرَةِ اور امر دوم کے لئے حضرت عمرؓ کا قول اور صحابہؓ کی تسلیم۔ لیکن یزید کی خلافت کیونکر ہوئی باپ نے اپنی زندگی میں جبراً سب سے اس کی بیعت کروائی۔ ہم حضرت معاویہ کی نیت پر حملہ نہیں کرتے لیکن ان کے اس فعل کی وجہ سے یزید کی خلافت خلافت نہ رہی بلکہ تلوار کے ذریعہ سے

بیعت لی گئی اور حکومت ہو گئی لیکن یہاں ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات پائی جاتی ہے نہ ہی باپ کے بعد فوراً خلیفہ ہؤا اور نہ والد صاحب نے اپنے سامنے جبر و اکراہ سے لوگوں کو میری بیعت پر مجبور کیا۔ پس ایک جبری کثرت اور دلوں کے کھینچ لانے میں آپ فرق نہیں کر سکتے۔ کیا خدائے تعالیٰ کی تائید و نصرت سچائی کا ایک زبردست ثبوت نہیں؟ پھر اس معاملہ میں آپ اس کو کیوں غلط قرار دیتے ہیں؟

خواجہ صاحب کا ایک یہ بھی سوال ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ قادیان مکرم مقام ہے اس کو چھوڑ کر جانا غلطی پر دلالت کرتا ہے یہ غلط ہے کیونکہ مکہ بھی ایک مکرم مقام ہے لیکن وہ غیر احمدیوں کے پاس ہے جو آپ کے نزدیک مسلمان نہیں اول تو یہ دلیل نہیں کیونکہ اگر ایک طور پر پہلا دعویٰ کرنے والے پر یہ حجت ہے تو خواجہ صاحب اور ان کی پارٹی پر بھی تو حجت ہے کیونکہ کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ خواجہ صاحب آپ کے نزدیک تو مکہ مدینہ مسلمانوں کے ہی قبضہ میں ہیں پھر آپ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ مکرم مقامات حقیقی وارثوں کے ہاتھ سے نکل سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ایک لمبے عرصہ کے بعد ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک جماعت خراب ہو جائے اور مرکز اس کے پاس رہے جب تک کہ نئی جماعت ترقی کرے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے شروع زمانہ میں مکہ مشرکوں کے پاس تھا یا یروشلم مسیح کے زمانہ میں یہود کے پاس تھا لیکن اس بات کا ثابت کرنا خواجہ صاحب کو مشکل ہو گا کہ ابھی کامل ترقی ہونے سے پہلے ہی ایک مقام متبرک ایک پاک جماعت کے پاس آکر ان کے ہاتھ سے نکل جائے اور اس کے سب افراد گندے اور کافر ہو جائیں اس طرح تو امان بالکل اٹھ جاتا ہے اور ان تمام پیشگوئیوں پر پانی پھر جاتا ہے جو اس جگہ کے رہنے والوں کے متعلق ہیں۔ دوسرے یہ دلیل کوئی ایسی نہیں کہ جس پر فیصلہ کا مدار ہو ایسی باتیں تو ضمناً پیش ہؤا کرتی ہیں ہاں یہ کہہ دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت علیؓ کے مدینہ چھوڑ دینے کی دلیل درست نہیں جب آپ مدینہ سے تشریف لے گئے تو صرف میدان جنگ کے قریب ہونے کے لئے تشریف لے گئے ورنہ مدینہ آپ کے قبضہ میں تھا اور مدینہ کے لوگ آپ کے ساتھ تھے اور یہی حال مکہ کا تھا۔

پھر آپ لکھتے ہیں کہ "کہا جاتا ہے کہ مولوی محمد علی کی ذلت ہوئی لوگوں نے ان کو تقریر سے روک دیا۔ یہ بات وہ کہہ سکتے ہیں جنہیں وہ تکالیف معلوم نہیں جن کا سامنا حضرت مسیح موعودؑ کو کرنا پڑا" مجھے افسوس ہے کہ یہ جواب بھی درست نہیں کیونکہ دونوں معاملوں میں ایسا کھلا فرق ہے جس کو ہر ایک شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ محمد حسین بٹالوی کو

کرسی نہ ملنے کا واقعہ ہمیشہ بیان فرماتے تھے بلکہ آپ نے کتاب البریہ صفحہ ۲۰۳ میں اسے لکھا بھی ہے اور اسے اس کی ذلت قرار دیتے تھے۔ لیکن کیا خود یہی واقعہ حضرت صاحب پر چسپاں نہیں ہو تا کیا کرم دین کے مقدمہ میں مجسٹریٹ آپ کو کھڑا نہ رکھتا تھا کیا ایسا نہیں ہوا کہ بعض اوقات آپ نے پانی پینا چاہا اور اس نے پانی تک پینے کی اجازت نہیں دی لیکن کیا آپ اس کو ذلت کہہ سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں اور پھر کیوں محمد حسین سے ویسے ہی سلوک پر اسے ذلت قرار دیا گیا۔ سنئے ان دونوں مثالوں میں ایک فرق ہے اول تو یہ کہ محمد حسین کو سخت ڈانٹ دی گئی اور ڈپٹی کمشنر بہادر نے جھڑک کر پیچھے ہٹا دیا لیکن حضرت صاحب سے یہ معاملہ نہیں ہوا۔ دوسرے مقدمہ ایک ایسے مجسٹریٹ کے سامنے پیش تھا جس کے سامنے دونوں برابر تھے بلکہ حضرت مسیح موعودؑ مسیحیت کے دشمن تھے اور وہ ایک مسیحی تھا پس صاحب بہادر کا سلوک محمد حسین سے بلا کسی محرک کے ہوا لیکن حضرت مسیح موعودؑ سے بوجہ ان کی تبلیغی کوششوں اور سب مذاہب کی بنیادیں کھوکھلی کر دینے کے سب فرقوں کو عداوت تھی خصوصاً اہالیان ہند کو۔ پس ایک ہندوستانی کا آپ سے یہ سلوک کرنا پہلے معاملہ سے اس کو علیحدہ کر دیتا ہے۔ پھر ایک اور بات ہے کہ لوگ ہمیشہ مرا بھی کرتے ہیں لیکن غلام دستگیر کی موت کو حضرت مسیح موعودؑ اپنی سچائی کی دلیل قرار دیتے ہیں یہ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے مباہلہ کیا تھا اور مطابق مباہلہ کے مر گیا اسی طرح اب اس معاملہ کو لیجئے مولوی محمد علی صاحب نے صبح کے وقت مسجد میں تقریر کی کہ اگر میں نے بدنیتی سے ٹریکٹ لکھا تھا تو خدا مجھے پکڑے مجھے ہلاک کرے مجھے ذلیل کر دے عصر کے وقت وہ ایک ایسے مجمع میں کھڑے ہوتے ہیں جو ان کے دشمنوں کا نہیں اس جماعت کا ہے جس میں پہلے کھڑے ہو کر انہوں نے یہاں تک بھی کہا تھا کہ تم اپیل تو سنتے رہے چندہ مانگنے کے وقت اٹھ کر بھاگتے تھے ہم جوتیوں سے چندہ وصول کریں گے اس جماعت کا تھا جس میں آپ کے ماتحت ملازم شامل تھے۔ اس جماعت کا تھا جس میں وہ طلباء موجود تھے جو مولوی صدر الدین صاحب ہیڈ ماسٹر کی زیر تربیت رہتے تھے اور مولوی صدر الدین صاحب ہی اس وقت کے سیکرٹری تھے وہ اس مجمع میں کھڑے ہوتے ہیں جس پر میرا کوئی زور نہ تھا کوئی حکومت نہ تھی۔ جماعت کے لوگ مختلف جگہوں سے اکٹھے ہوئے ہوئے تھے۔ وہ دیرینہ سیکرٹری شپ کی وجہ سے مولوی صاحب کے ایسے معتقد تھے کہ بعض ان میں سے آپ کے لئے تحفہ تحائف بھی لایا کرتے تھے۔ مولوی صاحب جماعت کے معززین اشخاص میں خیال کئے جاتے تھے ان کے ترجمہ قرآن کی طرف لوگوں کی نظریں لگی ہوئی تھیں چند سال کی متواتر کوشش سے وہ لوگوں کی نظروں میں ایسے

۵۰ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳۵

بنائے گئے تھے کہ گویا موجودہ نسلوں میں ایک ہی انسان ہے ایسا شخص ایسے مجمع میں اس بد دعا کے بعد کھڑا ہوتا ہے۔ جبکہ ابھی کوئی خلیفہ مقرر نہ تھا جن کو آپ اکابر کہتے ہیں ان کی ایک جماعت اس کے ساتھ ہے جو خود ہمیشہ اپنا رعب بٹھانے کے درپے رہتی تھی۔ لیکن جب وہ شخص کھڑا ہوتا ہے تو اس ہزاروں کے مجمع میں سے ایک شور بلند ہوتا ہے کہ ہم آپ کی بات نہیں سنتے۔ لیکن شائد کوئی کہے کہ چند شریروں نے منصوبہ سے ایسا کر دیا۔ نہیں اس ہزاروں کے مجمع سے کوئی شخص ان آوازوں کے خلاف آواز نہیں اٹھاتا۔ اور سب کے سب اپنی خاموشی سے اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اپنے خاص دوستوں سمیت مولوی صاحب وہاں سے چلے جاتے ہیں۔ صبح کی بد دعا کے بعد ایسے مجمع میں اس واقعہ کا ہونا اگر ایک الٰہی شہادت نہیں تو اور کیا ہے؟۔

اگر میری بیعت کے بعد ان سے یہ سلوک ہوتا اور میری مرضی یا میرے علم سے ہوتا تو یہ ایک اور معاملہ تھا۔ اس میں ان کی نہیں میری ذلت ہوتی چنانچہ جب مجھے اطلاع دی گئی کہ ایک دو پانچ چھ سالہ بچوں نے نادانی سے آپ پر کنکر پھینکنے کا ارادہ کیا تو میں نے درس میں لوگوں کو سخت ڈانٹا کہ گو بچہ نادان ہو لیکن میں والدین کو اس کا ذمہ دار قرار دوں گا۔ بیعت کے بعد مریدین کا سلوک اور شئے ہے۔ لیکن بیعت سے پہلے اس بد دعا کے بعد وہ سلوک ضرورؔ ایک الٰہی نشان تھا۔ اور خواجہ صاحب کبھی یہ خیال نہ کریں کہ اب اگر وہ قادیان آئیں تو ان سے کسی مبائع سے سختی کروا کر کہہ دیا جائے گا کہ ان کی ذلت ہوئی یہ صرف بد ظنی کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ زیادہ تدبر سے کام لیں گے تو دونوں معاملات میں ان کو فرق نظر آئے گا۔

خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ جلسہ کو بارونق کرنے کے لئے آدمی بھیجے گئے میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ کسی شخص نے غلطی سے ان کے سامنے یہ بات بیان کر دی ہے بات یہ ہے کہ میری طرف سے یا انجمن کی طرف سے ایسا نہیں کیا گیا نہ کسی اور مبائع کی طرف سے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام نے کچھ اشتہار مبائعین میں تقسیم کرنے کے لئے شائع کئے تھے اور کچھ بعض آدمی امرتسر اور لاہور سٹیشنوں پر اس غرض کے لئے گئے تھے کہ لوگوں کو روک کر لاہور اتار لیں یا لاہور لے جائیں۔ بعض مہمانوں سے جھگڑا بھی ہو گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہُوا کہ باوجود اس کے کہ وہ لوگ غلطی سے اصرار سے بڑھ کر تکرار تک نوبت پہنچا دیتے تھے کہ آپ لاہور کیوں نہیں جاتے۔ لیکن کسی قسم کا دنگہ نہ ہُوا۔ اور لوگوں کو ہنسی کا موقعہ نہیں ملا۔ شاید کسی شخص نے اس واقعہ کو میری طرف منسوب کر دیا ہو مگر حق یہی ہے کہ یہ واقعہ آپ کے دوستوں کی طرف سے ہُوا ہے

میری طرف سے ہرگز نہیں ہؤا۔

خواجہ صاحب اپنے لیکچر میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ میں نے کیوں مولوی شیر علی صاحب کو ولایت جانے سے روک دیا حالانکہ میں خلیفہ اول سے وعدہ کرچکا تھا کہ میں آپ کے حکم بھی مانوں گا اور آپ کے بعد کے خلفاء کا بھی حالانکہ مجھے حضرت ابو بکرؓ اور ابو عبیدہؓ کی مثال یاد کرنی چاہئے تھی۔ میں حیران ہوں کہ خواجہ صاحب نے میرے وعدہ سے میرے عمل کو مخالف کس طرح سمجھا۔ میں نے کہا تھا کہ حضرت خلیفہ اول کا حکم بھی مانوں گا اور بعد کے خلفاء کا بھی حضرت کی زندگی تک میرا فرض تھا کہ آپ کے حکم مانتا اور بعد میں جو خلیفہ ہوتا اس کے حکم ماننا میرا فرض تھا۔ قدرت ایزدی نے خلافت مجھے ہی سپرد کردی۔ تو اب مسیح موعود کے احکام کے ماتحت میرا ہی حکم ماننا ضروری تھا۔ اور میں نے حالات وقت کے ماتحت مناسب فیصلہ کردیا۔ ایک خلیفہ کا حکم اسی وقت تک چلتا ہے جب تک وہ زندہ ہو۔ اس کے بعد جو ہو اس کا حکم ماننے کے قابل ہے۔ یہ مسئلہ آپ نے نیا نکالا ہے کہ ہر ایک خلیفہ کا حکم ہمیشہ کے لئے قابل عمل ہے یہ درجہ تو صرف انبیاء کو حاصل ہے کہ ان کے احکام اس وقت تک جاری رہتے ہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی پاکر کوئی نیا نبی انہیں منسوخ نہ کرے۔ خلفاء کی یہ حیثیت تو صرف آپ کی ایجاد ہے صحابہ ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ علی رضی اللہ عنھم میں سے ہر ایک کے فرمانبردار تھے۔ لیکن ان میں سے ہر ایک بعد میں آنے والے نے اپنے سے پہلے کے چند احکام کو منسوخ کیا یا بعض انتظامات کو بدل دیا لیکن کسی صحابی نے نہ کہا کہ ہم تو پہلے کے فرمانبردار ہیں اس لئے آپ کا حکم نہ مانیں گے حضرت عمرؓ نے خالدؓ کو جو حضرت ابو بکرؓ کے مقرر کردہ سپہ سالار تھے معزول کردیا۔ ان پر کسی نے اعتراض نہ کیا کہ حضرت آپ تو ابو بکرؓ کی بیعت کرچکے ہیں ان کے مقرر کردہ کمانڈر کو کیوں معزول کرتے ہیں اے کاش! کہ ہر اعتراض کے پیش کرنے سے پہلے یہ غور بھی کرلیا جایا کرے کہ ہم کیسی بے وقعت باتوں سے اپنے دعوے کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

پھر سنئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہونے دیا جو پہلوں پر نہ پڑتا ہو۔ حضرت مسیح موعود کی وفات پر جو پہلا اجلاس مجلس معتمدین کا ہؤا تھا۔ اور جس میں آپ بھی شریک تھے۔ اس میں مولوی محمد علی صاحب کی ایک تحریک پیش ہوکر جو فیصلہ ہؤا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"درخواست مولوی محمد علی صاحب کہ کچھ مساکین کا کھانا حضرت اقدس نے لنگر خانہ سے بند کرکے ان میں سے بعض کے لئے لکھا ہے کہ مجلس انتظام کرے پیش ہوکر قرار پایا کہ اب حسب احکام حضرت خلیفۃ المسیح الموعود علیہ السلام لنگر کی حالت دگرگوں ہوگئی ہے۔ اس لئے اس کاغذ کو

داخل دفتر کیا جائے"۔

کیا حضرت صاحب کی وفات پر پہلے ہی اجلاس میں مجلس معتمدین نے جس میں آپ بھی حاضر تھے اس حکم کے خلاف نہ کیا جو حضرت مسیح موعود نے دیا تھا آپ شاید کہیں گے کہ ہم نے خود وجہ بھی لکھ دی تھی کہ حالات دگرگوں ہو گئے اس لئے اس حکم کو تبدیل کر دیا گیا یہی جواب آپ اپنے اعتراض کا سمجھ لیں۔ جب مسیح موعود کے حکم کو حالات کے بدل جانے سے بدلا جا سکتا ہے تو کیوں حضرت خلیفہ اول کے احکام کو نہیں بدلا جا سکتا۔ حضرت کی وفات کے بعد یہاں آدمیوں کی ضرورت تھی۔ اس لئے میں نے ان کو روک دیا پھر لعل شاہ صاحب برق کے متعلق جو فیصلہ حضرت مسیح موعود کا تھا اس کو آپ کی ہی تحریک پر حضرت خلیفہ اول نے بدل دیا یا نہیں۔ اور مولوی شیر علی صاحب کے معاملہ میں تو ایک فرق بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ مولوی صاحب نے اپنی رخصت آپ منسوخ کروائی تھی نہ کہ میں نے منسوخ کی تھی۔

ایک بات آپ اور بھی لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا نام کاٹ دیا گیا مجھے تعجب ہے کہ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ سچی بات کو پیش کرنا چاہئے نہ کہ جذبات کو اکسانے والی باتوں کو۔ اور پھر آپ خود ایسے کام کرتے ہیں کیا کہیں میں نے یہ فیصلہ شائع کیا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود مسیح موعود نہ تھے یا یہ کہ اب ان کی جگہ میں مسیح موعود ہوں یا یہ کہ اب ان کا حکم ماننا ضروری نہیں؟ اب صرف میرا حکم ماننا ضروری ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو بیشک آپ کہہ سکتے تھے کہ مسیح موعود کا نام کاٹ دیا گیا۔ لیکن جب کہ ان باتوں سے کوئی بھی نہیں تو پھر آپ کا ایک بات کو غلط پیرایہ میں بیان کرنے سے سوائے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے کیا مطلب ہے۔ انجمن کا قاعدہ تھا کہ مسیح موعود کی زندگی میں انجمن کے معاملات میں آپ کا حکم آخری ہو گا بعد میں انجمن کا۔ اس کی بجائے جماعت احمدیہ کے قائم مقاموں نے انجمن کو مجبور کیا کہ وہ اس قاعدہ میں اصلاح کرے اور خلفاء کے حکم کو آخری قرار دے اور اسی وجہ سے میرا نام وہاں لکھا گیا۔ اب آپ بتائیں گے کہ کیا اسکو مسیح موعود کا نام کاٹ دینا کہتے ہیں۔ نام تو انجمن چھ سال پہلے کاٹ چکی تھی کیونکہ اس ریزولیوشن کے انجمن یہ معنی کرتی تھی کہ اب ہم حاکم ہیں۔ جماعت نے اس کی بجائے یہ فیصلہ کیا کہ خلیفہ وقت کا فیصلہ آخری فیصلہ ہے اور اسی کے ماتحت تبدیلی ہوئی۔ آپ کا اس امر کو یہ رنگ دینا کہ گویا فیصلہ کر دیا گیا کہ مسیح موعود کا نام مٹا دیا جائے (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ) کہاں تک دیانتداری کے ماتحت ہے۔

میں اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے ان تمام لوگوں کو جو صداقت کے طالب ہوں اور راستی

اور حق کے جویاں ہوں مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ جماعت کا موجودہ اختلاف کوئی معمولی بات نہیں اگر وہ اس امر میں کامل غور اور فکر سے کام لے کر حق کی اتباع نہ کریں گے تو ان کو خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہونا ہو گا۔ خدا تعالیٰ نے ایک پودا اپنے ہاتھ سے لگایا ہے اور ضرور ضرور وہ اس کی آبیاری کرے گا۔ کوئی آندھی کوئی طوفان خطرناک سے خطرناک ژالہ باری اس پودا کو اکھاڑ نہیں سکتی۔ خشک نہیں کر سکتی جلا نہیں سکتی کیونکہ اس پودا کا محافظ اس کا نگران خود اللہ تعالیٰ ہے لیکن وہ جو اپنے عمل سے یا اپنے قول سے خدا تعالیٰ کے لگائے ہوئے پودا کو اکھاڑنا چاہتے ہیں اس کے جلائے ہوئے چراغ کو بجھانا چاہتے ہیں اپنی فکر کریں۔ نیک نیتی اور غلط فہمی بیشک ایک حد تک ایک جرم کو ہلکا بنا دیتی ہے لیکن یہ عذر ایسے زبردست نہیں کہ ان کے پیش کرنے سے انسان الٰہی گرفت سے بالکل محفوظ ہو جائے۔ ہر ایک شخص اپنی قبر میں خود جائے گا اور کوئی شخص اس کا مددگار نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہر ایک انسان کو عقل اور فہم عطا فرمایا ہے۔ پس ہر ایک شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے صرف یہ خیال کر کے کہ ہم کسی ایسے شخص کے ساتھ ہیں جو تمہارے خیال میں بہت سی خدمات دین کر چکا ہے تم بچ نہیں سکتے تمہارا یہی فرض نہیں کہ تم اس قدر غور کر لو کہ تم جس کے ساتھ ہو وہ کسی وقت کوئی اچھی خدمت کر چکا ہے نہ یہ کہ تم جس کے ساتھ ہو وہ کسی بڑے آدمی کا بیٹا ہے بلکہ تم میں سے ہر ایک شخص اس بات کا پابند ہے کہ اس عقل اور فہم سے کام لے جو خدا تعالیٰ نے ہر ایک انسان کو عطا فرمایا ہے اپنے اپنے طور پر غور کرو اور دیکھو کہ وہ کون لوگ ہیں جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور اس کے مشن کو تباہ کر رہے ہیں آخر تم لوگ سالہا سال تک مسیح موعودؑ کے ساتھ رہے ہو اس کی کتابیں موجود ہیں۔ اس کا اپنے آپ کو دشمنوں کے سامنے پیش کرنے کا طریق اس کا اپنے دعوے پر زور دینا اس کا یورپ و امریکہ میں تبلیغ کرنا تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس کے عمل پر غور کرو کہ وہ تمہارے لئے حکم و عدل مقرر کیا گیا ہے اپنی ہوا و ہوس کو چھوڑ کر خدا کے پھینکے ہوئے مضبوط رسے کو پکڑ لو تا نجات پاؤ۔ دیکھو اسلام اس وقت ایک سخت مصیبت میں ہے اور اس کے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو بھیجا ہے اسے چھوڑ کر اسلام ہرگز ترقی نہیں کر سکتا۔ دنیا کے سامنے مسیح موعود کو پیش کرو کہ اسی کے نام سے شیطان کی افواج بھاگیں گی۔ وہ اس زمانہ کے لئے آنحضرت ﷺ کی افواج کا سپہ سالار ہے اور آئندہ ہر ایک زمانہ میں اس کے پروانہ کے بغیر کوئی شخص دربار خاتم النبیّن میں باریاب نہیں ہو سکتا۔ پس تم اپنے طریق پر غور کرو تا ایسا نہ ہو کہ غلطی سے اس شخص کی ہتک کر بیٹھو جسے خدا نے معزز کیا ہے

کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ مسیح موعود کی عزت کو بلند کرے جو اس کی ہتک کرتا ہے اور جو اس کے درجہ کو گھٹاتا ہے ضرور ہے کہ اس کی ہتک کی جائے اور اس کے درجے کو گھٹایا جائے۔ مسیح موعود کی عزت میں آنحضرت ﷺ کی عزت ہے کیونکہ جس کا سپہ سالار بڑے درجہ کا ہو وہ آقا ضرور ہے کہ اور بھی اعلیٰ شان کا ہو۔

میں تمہیں خدا کی قسم کھا کر جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہتا ہوں کہ میں نے حصول خلافت کے لئے کوئی منصوبہ بازی نہیں کی میرے مولیٰ نے پکڑ کر مجھے خلیفہ بنا دیا ہے میں اپنی لیاقت یا خدمت تمہارے سامنے پیش نہیں کرتا کیونکہ میں الٰہی کام کے مقابلہ میں خدمات یا لیاقت کا سوال اٹھانا حماقت خیال کرتا ہوں اللہ بہتر جانتا ہے کہ کوئی کام کس طرح کرنا چاہئے۔ خدا نے جو کچھ کیا ہے اسے قبول کرو مجھے کسی عزت کی خواہش نہیں مجھے کسی رتبہ کی طمع نہیں مجھے کسی حکومت کی تڑپ نہیں وہ شخص جو یہ خیال کرتا ہے کہ میں خلافت کا مسئلہ جاہ پسندی کی غرض سے چھیڑتا ہوں نادان ہے اسے میرے دل کا حال معلوم نہیں میری ایک ہی خواہش ہے اور وہ یہ کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عظمت پھر قائم ہو جائے اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ اس اسلام کو دنیا کے سامنے نہ پیش کیا جائے جو مسیح موعود دنیا میں لایا۔ مسیح موعود کے بغیر اس زمانہ میں اسلام مردہ ہے ہر زمانہ کے لئے ایک شخص مذہب کی جان ہوتا ہے اور اب خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کو اسلام کی روح قرار دیا ہے۔ پس میں خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ایک ہتھیار کی طرح ہوں۔ مجھے دنیا کا لالچ نہیں۔ میرا کام صرف اپنے رب کے ذکر کو بلند کرنا ہے۔ اور وہ بھی اپنی لیاقت اور اپنے علم کے زور سے نہیں بلکہ ان ذرائع سے جو خود اللہ تعالیٰ میرے لئے مہیا فرما دے۔ پس بدظنیوں کو دور کرو اور خدا کے فیصلہ کو قبول کرلو کہ خدا تعالیٰ کا مقابلہ اچھا نہیں ہوتا۔ نادان ہے وہ جو اس کام میں مجھ پر نظر کرتا ہے۔ میں تو ایک پردہ ہوں اسے چاہئے کہ وہ اس ذات پر نظر کرے جو میرے پیچھے ہے۔ احمق انسان تلوار کو دیکھتا ہے لیکن دانا وہی ہے جو تلوار چلانے والے کو دیکھے۔ کیونکہ لائق شمشیر زن کند تلوار سے وہ کام لے سکتا ہے کہ بے علم تیز تلوار سے وہ کام نہیں لے سکتا۔ پس تم مجھے کند تلوار خیال کرو۔ مگر میں جس کے ہاتھ میں ہوں وہ بہت بڑا شمشیر زن ہے اور اس کے ہاتھ میں میں وہ کام دے سکتا ہوں جو نہایت تیز تلوار کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں دے سکتی۔ میں حیران ہوں کہ تمہیں کن الفاظ میں سمجھاؤں مبارک وقت کو ضائع نہ کرو اور جماعت کو پراگندہ کرنے سے ڈرو۔ آؤ کہ اب بھی وقت ہے ابھی وقت گزر نہیں گیا۔ خدا کا عفو بہت وسیع ہے اور اس کا رحم بے اندازہ۔ پس اس کے

رحم سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کے غضب کے بھڑکانے کی جرأت نہ کرو۔ مسیح موعود کا کام ہو کر رہے گا کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی مگر تم کیوں ثواب سے محروم رہتے ہو خدا کے خزانے کھلے ہیں اپنے گھروں کو بھر لو تا تم اور تمہاری اولاد آرام اور سکھ کی زندگیاں بسر کریں۔

خاکسار **مرزا محمود احمد** از قادیان

۱۔ اس تحریر سے یہ دعویٰ نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود نبی اور محدث کو ہم معنی خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ یہاں محدث کا لفظ اس لئے بڑھایا۔

۲۔ یہ لفظ استعارہ کے طور پر اس قطعہ سمندر پر اطلاق پاتا ہے جہاں سے موتی نکلتے ہیں۔ منہ

۳۔ مجھے یہ بھی خطرہ ہے کہ جو لوگ مسیح موعود کی نبوت کا درجہ گھٹانے کے لئے صحابہ اور پچھلے سب ولیوں کو نبی قرار دیتے ہیں۔ چند دن کے بعد اس بناء پر کہ مسیح موعود نے اپنی جماعت کو صحابہ سے تشبیہ دی ہے۔ اپنے میں سے بعض کو بھی نبی نہ کہنے لگ جائیں۔ منہ

۴۔ کاش مسیح موعود کی نبوت پر اعتراض کرنے والے آنحضرت ﷺ کی عظمت اور شوکت پر غور کرتے تو انہیں یہ ٹھوکر نہ لگتی آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ رتبہ دیا ہے کہ آپ کی غلامی اور اتباع سے بارگاہ الٰہی میں مقرب ہونے والا انسان اگر یہ دعویٰ بھی کرے کہ میں آپ کی اتباع سے اس درجہ تک پہنچ گیا ہوں کہ پہلے سب نبیوں سے افضل ہو گیا ہوں تب بھی جائے تعجب نہیں۔ پھر بھی جائے تعجب نہیں اس بات میں کہ ایک شخص آپ کی اتباع سے نبی ہو گیا۔ اور باوجود نبی ہونے کے آپ کی غلامی سے آزاد نہ ہوا بلکہ جس قدر اس کا درجہ بڑھا اسی قدر آنحضرت ﷺ کی محبت میں فنا ہو تا گیا۔ بعید از امکان ہونے کی کیا وجہ سہی کاش لوگ سمجھتے کہ مسیح موعود کی نبوت کے انکار سے تو رسول ﷺ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِىْ یعنی اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو سوائے میری فرمانبرداری کے ان سے کچھ نہ بنتا۔ پس اگر آپ کی امت میں سے ایک ایسا شخص نہ ہوتا جس کو خدا تعالیٰ جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ فرماتا یعنی اللہ کا نبی انبیاء کے حلول میں تو آنحضرت ﷺ کا دعویٰ (نعوذ باللہ من ذالک) ایک دعویٰ بلا دلیل بن جاتا اور کوئی کہہ سکتا تھا کہ (نعوذ باللہ من ذالک) رسول اللہ ﷺ نے ایک بلا دلیل بات صرف فخر کے طور پر کہہ دی ہے لیکن اللہ تعالیٰ رسول کریم کے لئے بڑا غیر تمند ہے۔ ایک شخص کو بہت سے نبیوں کے نام سے مخاطب کیا اور باقی نبیوں کے نام لینے کی بجائے فرمادیا جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ اور پھر اسے اس کام پر کھڑا کیا کہ آنحضرت ﷺ کی عظمت کو ظاہر کرے اور آپ کی غلامی کا اقرار کرے اور چونکہ اس شخص کو سب نبیوں کے نام سے یاد کیا تھا۔ اس لئے اقراری غلامی سے ثابت ہوا کہ اگر اصل انبیاء ہوتے تو وہ بھی آنحضرت ﷺ کے سامنے اقرار غلامی کرتے۔ اور اس طرح آپ کا یہ قول کہ لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِىْ عملی رنگ میں پورا ہوا پس مسیح موعود کی نبوت سے انکار کرنے والا در حقیقت آنحضرت ﷺ کی بات کو باطل اور بے معنی قرار دینے والا ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ خوب یاد رکھو کہ مسیح موعود کے نبی اور پھر عظیم الشان نبی ہونے میں ہی آنحضرت ﷺ کے قول کی صداقت ہے پس ہم اس محبوب خدا کی تکذیب کس طرح کر سکتے ہیں۔ مرزا محمود احمد

۵۔ اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ خود خواجہ صاحب کو تو کتب احادیث و سیر پر عبور نہیں ہے انہوں نے حکیم محمد حسین کے رسالہ احمد میں پیش کردہ روایات کی ہی بناء پر غالباً لکھ دیا ہے لیکن حکیم صاحب نے جو روایات لکھی ہیں وہ بھی انہوں نے اصل کتابوں سے نہیں بلکہ ادھر ادھر دیکھ کر لکھ دی ہیں اس لئے ٹھوکر کھائی ہے بات یہ ہے کہ دو تین روایات۔ جو حکیم صاحب نے لکھی ہیں ان میں سے پہلی دونوں واقدی کی ہیں جس نے ہزاروں جھوٹی حدیثیں بنائی ہیں اور حدیثیں بنانے میں اس کا پایہ اعلیٰ درجہ کے کذابوں میں ہے تیسری روایت کا ایک راوی ابو غزیہ محمد بن موسیٰ ہے جس کی نسبت امام بخاری کا فتویٰ ہے کہ اس کی بیان کردہ حدیثوں میں بہت سی غیر ثابت ہیں۔ ابن حیان کہتے ہیں یہ حدیثوں کا چور ہے جھوٹی حدیثیں لے کر ثقہ راویوں کا نام ان کے ساتھ لگا دیتا ہے اور ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف ہے یہ تو آئمہ حدیث کی رائے ہے ابو غزیہ کی نسبت مگر اسی پر بس نہیں۔ اس حدیث کا ایک راوی سعید بن زید ہے۔ جس کی نسبت آئمہ حدیث یحییٰ بن سعید سعدی اور نسائی وغیرہ کا فیصلہ ہے کہ وہ ضعیف ہے اس کی حدیث حجت نہیں ہو سکتی۔ پس امام الوضاعین اور سارق الاحادیث کی روایات سے صحیح روایات کا انکار کس طرح کیا جا سکتا ہے چنانچہ بیہقی ابن عساکر کی روایت الخصائص الکبریٰ میں درج ہے کہ عبد المطلب نے آپ کا نام محمد رکھا اسی طرح حاکم نے روایت کیا ہے کہ آپ کی والدہ کو رؤیا میں آپ کا نام محمد رکھنے کا حکم ہوا اور بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اسی کی تائید میں ابن ہشام وغیرہ مؤرخین کی تحقیقات ہے پس صحیح احادیث اور تحقیقات مؤرخین کے مقابلہ میں وضاعین کی روایات کی کوئی قدر نہیں ہو سکتی۔ واقدی کی نسبت تو آئمہ حدیث لکھتے ہیں کہ جب روایت کے مقابلہ میں صحیح حدیث نہ بھی ہو تب بھی اس کی روایت قابل سند نہیں ابو طالب کے جس قصیدہ میں لفظ احمد آیا ہے اس کی نسبت خود جس مؤرخ نے لکھا ہے ساتھ ہی لکھ دیا ہے کہ اس قصیدہ کے اکثر اشعار کی نسبت اہل علم کا فیصلہ ہے کہ درست نہیں ہیں۔

(مرزا محمود احمد)

۶، ۷۔ مفصل دیکھو رسالہ تشحیذ اپریل ۱۹۱۰ء

# اللہ تعالیٰ کی مدد صرف صادقوں کے ساتھ ہے

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# اللہ تعالیٰ کی مدد صرف صادقوں کے ساتھ ہے

میں نے جلسہ کے ایام میں ایک شخص سے سنا تھا کہ چند غیر مبائعین جو لاہور کے جلسہ سے فارغ ہو کر قادیان آئے ہیں سناتے ہیں کہ گویا میں (مرزا محمود احمد) نے گورنمنٹ کو لکھا ہے کہ اگر مجھے خلیفۃ المسیح تسلیم کر لیا جائے تو میں گورنمنٹ کی ہر طرح مدد کر سکتا ہوں اس پر گورنمنٹ نے جواب دیا کہ گورنمنٹ مذہبی باتوں میں دخل دینا پسند نہیں کرتی اور یہ جواب خواجہ کمال الدین صاحب نے خود دیکھا ہے۔ میں نے اس بات کو سن کر چنداں قابل توجہ نہ سمجھا کیونکہ میں نے خیال کیا کہ یہ بات خواجہ صاحب کی طرف کسی نے یونہی منسوب کر دی ہوگی ورنہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک ایسا شخص جو اشاعت اسلام کرنے کا مدعی ہے اور اسلام کا فدائی اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے وہ میری مخالفت میں ایسا بڑھ جائے گا کہ تمام دعوئے ایمان ترک کر کے جھوٹ اور دروغ کو استعمال کرنے سے بھی نہیں چوکے گا۔ اور اسی خیال پر میں نے اس بات کو اپنے ذہن سے نکال دیا۔ لیکن چند روز کا عرصہ ہؤا کہ بٹالہ سے مولوی فضل الدین صاحب مختار عدالت کا بھی اس مضمون کا ایک خط میرے نام آیا کہ ایسی ایسی بات بہت کثرت سے پھیلائی جا رہی ہے اس کا کچھ جواب ہونا چاہئے مگر چونکہ اس خط میں مولوی صاحب موصوف نے یہ نہیں لکھا تھا کہ کون پھیلانے والا ہے اس لئے میں پھر خاموش رہا۔ مگر آج نماز عصر کے بعد شیخ محمد حسین صاحب گرداور دھرم کوٹی نے بھی مجھ سے بیان کیا کہ ان سے ان کے ماموں شیخ نور احمد صاحب بی اے پلیڈر چیف کورٹ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے جس پر میں نے ان سے کہا کہ آپ سے جو کچھ انہوں نے بیان کیا اسے لکھ دیں چنانچہ انہوں نے مندرجہ ذیل تحریر لکھ دی۔

"میں اور میر عابد علی شاہ صاحب اور حسین بخش جٹ سکنہ شہزادہ مسجد کشمیریاں موسومہ صدو والی میں بمقام دھرم کوٹ رندادہ مذہبی گفتگو کر رہے تھے کہ شیخ نور احمد صاحب پلیڈر ایبٹ آباد نے

کہا کہ حضرت میاں صاحب نے کوئی درخواست گورنمنٹ میں بھیجی تھی کہ ان کو خلیفۃ المسلمین بنایا جاوے۔ لیکن گورنمنٹ نے جواب دیا ہے کہ وہ مذہبی معاملات میں دخل نہیں دے سکتی۔ اور جواب کی نقل لاہوری پارٹی نے لی ہے"۔ ۱۹۱۵-۱-۲۵ خاکسار محمد حسین گرداور

اس کے ساتھ ہی شیخ عبد العزیز صاحب مدرس ہائی سکول نے بیان کیا کہ ان سے شیخ فقیر اللہ نے جو لاہور شیخ رحمت اللہ صاحب سوداگر کے ملازم ہیں یہ واقعہ یوں بیان کیا۔ چنانچہ ان سے بھی میں نے ایک تحریر لے لی جو ذیل میں درج ہے۔

"مجھے بھی کل مؤرخہ ۲۴؍ جنوری ۱۹۱۵ء کو فقیر اللہ ملازم شیخ رحمت اللہ صاحب نے کہا ہے کہ مجھے شیخ رحمت اللہ صاحب نے سنایا ہے کہ ایک درخواست حضرت میاں صاحب نے گورنمنٹ کے پیش کی ہے کہ مجھے خلیفۃ المسلمین بنا دیا جاوے۔ مجھے ان کی درخواست کے اصل مضمون کے متعلق تو پتہ نہیں ہاں گورنمنٹ کی طرف سے جو جواب ملا ہے اس سے میاں صاحب کی خلیفۃ المسلمین والی خواہش کا پتہ چلتا ہے۔" خاکسار عبد العزیز از قادیان۔

ان دونوں شہادتوں سے خوب وضاحت سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس خبر کی اصل کچھ ضرور ہے۔ اور چند ایسے لوگ جن کی تعیین کی ہمیں ضرورت نہیں اس جھوٹ کو پھیلا کر مبائعین کو بدظن کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ نادان نہیں خیال کرتے کہ جھوٹ سے کبھی فتح نہیں ہوتی ہے اس جھوٹی خبر کے مشہور کرنے والوں کو خواہ وہ کوئی بھی ہوں۔ کہتا ہوں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین اللہ تعالیٰ کی جھوٹوں پر لعنت ہو۔ اے نادانو! کیا تم نے خدائے تعالیٰ کو ایسا سمجھا ہے کہ وہ شریر اور مفسد کو سزا دیئے بغیر چھوڑ دے گا اور جھوٹے اپنے جھوٹ میں کامیاب ہو جائیں گے اگر تم نے ایسا خیال کیا ہے تو تم نے سخت دھوکا کھایا ہے اور اس کام کی جرأت کی ہے جس کی جرأت اگر نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔ سو میں اس جھوٹ کی علی الاعلان تردید کرتا ہوں۔ مجھے کسی گورنمنٹ کے خطاب کی ضرورت نہیں۔ میرے لئے وہ خطاب بس ہے جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے دنیا کی بادشاہت سے بدرجہا بڑھ کر میں اس انعام کو سمجھتا ہوں جو اس نے مجھے عطا فرمایا ہے اور ان تمام خطابات سے جو کوئی دنیاوی گورنمنٹ مجھے دے سکتی ہے مسیح موعود کی غلامی کو اعلیٰ خیال کرتا ہوں۔ پس تم اپنے نفس پر میرا قیاس نہ کرو میرے لئے وہ عزت بس ہے جو میرے مولیٰ نے مجھے عنایت فرمائی ہے۔ اور میں تو دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بادشاہ کو بھی وہ عزت کا خطاب عطا فرمائے یعنی احمدی ہونے کا جو اس نے ہمیں عنایت فرمایا ہے تا جس طرح وہ روئے زمین کے طاقتور بادشاہوں میں سے ہیں آسمان پر

بھی خدائے تعالیٰ کے پیارے بندوں میں شامل ہوں اور جس طرح زمین کی بادشاہت ان کو عطا کی گئی ہے آسمان کی بادشاہت کے بھی وارث ہوں۔ آمین۔

پس تم مجھ پر الزام لگا کر اپنے نفس کے پردے چاک مت کرو۔ اور اگر اس بیان میں کچھ صداقت ہے جو اندر ہی اندر مشہور کیا جاتا ہے۔ تو مرد میدان بن کر اسے شائع کرو اور اگر تمہارا الزام درست ہے تو گورنمنٹ کا وہ جواب جس کی تم نے نقل لی ہے شائع کرو تا جھوٹ اور سچ کھل جائے۔ ورنہ اس دن سے ڈرو جس دن یہ فریب اور مکر کام نہ آئیں گے اور اس قادر خدا کے سامنے پیش ہونا پڑے گا۔ جو بادشاہوں کا بادشاہ اور شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے۔

مجھے اور دوسرے الزامات کی طرح اس الزام کے دور کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی لیکن چونکہ اس الزام کے ثابت ہونے سے مسیح موعود علیہ السلام کی ہتک ہوتی ہے۔ کیونکہ مسیح موعودؑ جو دین کا بادشاہ تھا اس کے کسی خلیفہ کا یہ لالچ کرنا کہ گورنمنٹ مجھے تسلیم کروائے اس کے یہ معنے ہیں کہ گویا اس کو خدا کی طاقت پر یقین نہیں کہ وہ اب اپنے کام کو گورنمنٹ سے کروانا چاہتا ہے۔ اس لئے مجھے اس اعلان کے ذریعہ سے اس کی تردید کرنی پڑی۔

پس اگر میرے مخالفین میں کچھ بھی شرم و حیا ہے تو وہ مرد میدان بنیں اور اپنے بیان کو شائع کریں اور اس کا ثبوت دیں تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ کون حق پر ہے اور کس کی بنیاد جھوٹ پر ہے۔

میں یہ مضمون لکھ چکا تھا کہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب بی۔ اے بدرس ہائی سکول قادیان نے یہ مضمون سن کر فرمایا کہ میں نے بھی یہ بات خود ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے منہ سے سنی ہے اور انہوں نے مندرجہ ذیل تحریر لکھ دی۔

اب ڈاکٹر صاحب سے امید ہے کہ وہ اپنے بیان کی صداقت میں ثبوت پیش کر کے دنیا پر ثابت کریں گے کہ ان کو خلاف بیانی کی عادت نہیں۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اس امر کا حلفیہ گواہ ہوں کہ ایام جلسہ دسمبر میں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اسسٹنٹ سرجن لاہور نے مجھے کہا کہ (حضرت) میاں صاحب نے لفٹنٹ گورنر پنجاب کو اس امر کی چٹھی لکھی ہے کہ آپ کوشش فرماویں کہ مجھے خلیفہ تسلیم کر لیا جاوے۔ اس پر گورنر صاحب موصوف نے صاف انکار کر کے جواب دیا کہ ہم مذہبی امور میں دست اندازی نہیں کر سکتے۔۔۔ کیا ایسی کوششوں سے الٰہی کام ہوا کرتے ہیں میں نے کہا کہ مجھے اس امر کا علم نہیں ہے مگر ایسی چٹھی کا کیونکر علم ہوا اس پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ہم نے بھی کسی طرح پتہ معلوم کر ہی لیا۔

پھر تم کہو کہ یہ حرکت کیسی ہے۔میں نے عرض کی کہ قبل از وقت و تحقیق میں کچھ کہہ نہیں سکتا" راقم عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ ۲۵ جنوری ۱۹۱۵ء

اس عرصہ میں مولوی فضل الدین صاحب مختار عدالت کی مفصل شہادت بھی مجھے مل گئی ہے اسے بھی ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے اور ان کے بیان کی تصدیق بھی جو میر صاحب نے کی ہے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم بحضور حضرت خلیفۃ المسیح الموعود و المهدی الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خاکسار کو اس معاملہ میں جو کچھ معلوم ہے راست راست تحریر کر دیتا ہے اور منطوق لَا تَکْتُمُوا الشَّهَادَةَ میرا یہ بیان ہے جہاں تک کہ مجھ کو یاد ہے کہ ایام جلسہ دسمبر ۱۹۱۴ء میں جناب مولوی فاضل میر محمد اسحاق صاحب کی زبانی مجھ کو معلوم ہوا کہ مطیع اللہ خان بیان کرتے ہیں کہ صاحبزادہ صاحب کے ایک خط کی نقل میں لاہور میں پڑھ کر آیا ہوں جس میں صاحبزادہ صاحب نے لاٹ صاحب پنجاب سے استدعا کی ہے کہ کسی طرح ان کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کیا جاوے اور شاید یہ بھی انہوں نے ذکر کیا یا نہیں کہ لاٹ صاحب نے جواب دیا ہے کہ یہ بات ہمارے اختیار میں نہیں میر صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ مطیع اللہ خان کو میں نے کہا تھا کہ یہ بات وہ لکھ دیں کہ لاہوریوں کے پاس میں نے ایسے خط و کتابت کی نقل دیکھی ہے لیکن اس نے انکار کیا ہے۔ میرے پاس میر صاحب نے یہ بات اس رنگ میں بیان کی تھی کہ لاہوریوں کے مفتریات کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے بعد ازاں مجھ کو شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور بٹالہ میں ملے انہوں نے ذکر کیا کہ میں خواجہ صاحب کے ملنے کیلئے لاہور گیا تھا مگر وہ پشاور گئے ہوئے تھیں اور باتوں باتوں میں مطیع اللہ خان کی روایت کی ان کی زبان سے بھی تصدیق ہوئی اور غالباً انہوں نے یہ کہا تھا کہ قسمیں کھا کھا کر میرے پاس یہ بات ایک شخص نے بیان کی ہے۔

اس کے علاوہ خلیفہ نور دین صاحب جموں والوں نے بھی مجھ سے بٹالہ میں بیان کیا تھا کہ میں (نور دین) نے بھی اس بات کا چرچا احمدیہ بلڈنگ لاہور میں سنا تھا لیکن میں نے اس بات کو باور نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد میں نے جب ۱۰ جنوری ۱۵ء کا پیغام صلح پڑھا اور اس میں ایک مراسلہ میں یہ لکھا ہوا دیکھا "پھر ایک باب میں خلافت کا بیان ہو گا اور اسی باب میں شاید وہ تحریریں بھی درج ہوں جو خفیہ طور پر خواہش اختیار اور حصول اقتدار کیلئے لکھی گئی ہوں" تب میں نے یقین کر لیا کہ احمدیہ بلڈنگس سے جو روایت مشہور ہوئی ہے اس کا منبع وہی لوگ ہیں۔ والسلام خاکسار فضل دین۔ مختار عدالت بٹالہ ۲۵ جنوری ۱۹۱۵ء

"شیخ عبدالخالق نومسلم کے مکان پر ایام جلسہ میر قاسم علی صاحب- ایڈیٹر الحق اور جناب قاضی محمد یوسف صاحب اور مسیح اللہ خان صاحب کی موجودگی میں مطیع اللہ خان صاحب کی زبان سے میں نے سنا کہ انہوں نے احمدیہ بلڈنگز میں حضرت صاحبزادہ صاحب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے بعض خطوط کی نقل دیکھی ہے جن میں ایک اس خط کی نقل تھی جو صاحبزادہ صاحب نے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت میں بھیجی تھی اور جس میں درخواست کی تھی کہ گورنمنٹ دخل دے کر مسلمانوں سے میری (حضرت صاحبزادہ صاحب) خلافت منوائے اور مسلمان مجھے خلیفۃ المسیحؑ تسلیم کرلیں اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس کے ساتھ ہی انہوں نے لاٹ صاحب کا جواب بھی بیان کیا تھا کہ انہوں نے صاف جواب دے دیا کہ ہم اس معاملہ میں دخل نہیں دیتے- مطیع اللہ خان صاحب کے اس بیان پر قاضی محمد یوسف صاحب نے فرمایا کہ وہ خط جعلی ہیں حضرت صاحبزادہ صاحب اس بیہودہ فعل سے مبرّا ہیں" سید محمد اسحاق

المشتہر

مرزا محمود احمد